سلسلہ
فقہ الحدیث
11
کتاب النکاح
مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے
نکاح کی کتاب
قال رسول الله ﷺ
النكاح
من سنتي
تالیف وتخریج
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ
از تحقیق وافادات:
محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

کتاب النکاح
نکاح کی کتاب

قال رسول اللہ ﷺ
النکاح
من سنتی

تاریخ اشاعت .... ستمبر 2006

مطبوعہ .... آصف یٰسین پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور ۔ پاکستان

***Phone*: 0300-4206199**

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

ڈسٹری بیوٹر

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

***Phone*: 042-7321865**

E-mail: nomania2000@hotmail.com

سلسلہ
فقہ الحدیث
11

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔

كتاب النكاح

نکاح کی کتاب

قال رسول اللہ ﷺ
النكاح من سنتي

تالیف
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
تفہیم کتاب و سنت کا تحقیقی و طباعتی ادارہ

WWW.KITABOSUNNAT.COM
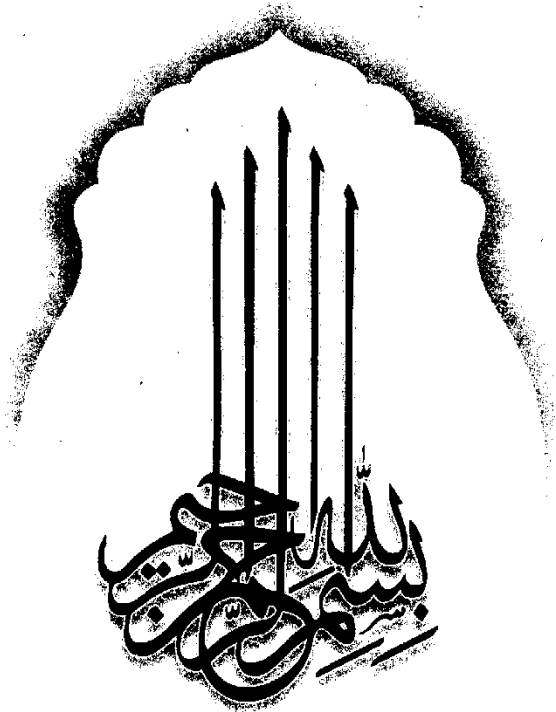
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی نظامِ معاشرت میں نکاح کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ نکاح عفت وعصمت کی حفاظت' نظروں کے جھکاؤ اور نسلِ انسانی کی بقاء وافزائش کا ذریعہ ہے۔ یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے بچوں کے اولیاء کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی غیر شادی شدہ اولاد کا نکاح کریں اور ایک دوسرے مقام پر بیویوں کی محبت اور ان کے ذریعے اولاد واحفاد کی پیدائش کو اپنا انعام قرار دیا ہے۔ نکاح محض سنت نبوی ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں یہ فرض وواجب کی حیثیت بھی اختیار کر جاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے نصف ایمان کا درجہ دیا ہے اور بلاوجہ نکاح سے اعراض برتنے والے سے دوٹوک الفاظ میں لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔

نکاح ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دو اجنبی نفسوں کے درمیان بھی اس قدر محبت واُلفت پیدا فرما دیتے ہیں کہ اگر ساری کائنات بھی اکٹھی ہو جائے تو اتنی محبت پیدا نہ کر سکے۔ یہی محبت شوہر کے لیے اپنی بیوی سے سکون اور گھریلو اطمینان کا ذریعہ بنتی ہے' پھر اسی راحت واطمینان کے باعث شوہر اپنی تمام تر دینی ودنیوی مشاغل بھرپور طریقے سے سرانجام دینے کے لیے فرحت اور نشاط وانبساط پاتا ہے۔ نکاح کے ذریعے عورت کو چادر اور چاردیواری کا حصار نصیب آتا ہے' جس کے اندر رہتے ہوئے وہ اپنی عزت وآبرو اور شوہر کے مال ومتاع کی حفاظت اور اپنے بچوں کی بطریق احسن اسلامی تربیت کرتی ہے' پھر یہی صالح اور عفت مآب ماؤں کے سایۂ شفقت تلے پرورش پانے والے بچے جوان ہو کر اُمّت اسلامیہ کی فلاح ونجات کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

یہ ہے وہ طرزِ معاشرت جس کا نفاذ منشاءِ الٰہی ہے اور جس کی بنیادیں اللہ تعالیٰ عفت وپاکدامنی اور امن وآشتی پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اس پاکیزہ نظام کے برخلاف ''ابلیسی نظام'' ہے جس کے تحت اس کے لشکر شب وروز غیر شرعی رسوم ورواج کی ترویج' مخلوط تعلیم کی حمایت' فحاشی وعریانی کی اشاعت' بے حجابی پر زور' مانع حمل آلات وادویات کی ایجاد اور مساواتِ مردوزن اور آزادیٔ نسواں جیسے جھوٹے نعروں کے ذریعے بجائے نکاح کے زنا وبدکاری کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش میں ہیں۔ یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ ''نادان ہے وہ جو محبت کا مندر تعمیر کر کے اس میں

ایک ہی بت کا پجاری بن کر بیٹھ جاتا ہے' لطف کی ہر گھڑی میں ایک نئے مہمان کا انتخاب کرنا چاہیے۔''

دریں حالات اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ ایسا لائحہ عمل اپنائیں جس کے ذریعے زنا و بدکاری کا خاتمہ اور نکاح آسان سے آسان تر ہو سکے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اور سادگی کے ساتھ نکاح کو رواج دیا جائے۔ اس کے لیے پہلے یہ ضروری ہے کہ نکاح سے متعلقہ شرعی واجبات کا کما حقہ علم حاصل کیا جائے تا کہ مثبت و مؤثر نتائج برآمد کیے جا سکیں۔ یہ کتاب اس ضرورت کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔

زیر نظر کتاب ''کتاب النکاح'' میں نکاح سے متعلق تقریباً تمام اسلامی معلومات مثلاً: حکمتِ نکاح' ضرورتِ نکاح' اہمیتِ نکاح' ترغیبِ نکاح' فوائدِ نکاح' احکامِ نکاح' فضائلِ نکاح' وقتِ نکاح' ارکانِ نکاح' شرائطِ نکاح' عقدِ نکاح' اعلانِ نکاح' حرام رشتے' باطل نکاح' منگنی' منگیتر کو قبل از نکاح دیکھنا' حق مہر' جہیز' صالح میاں بیوی کی صفات' آدابِ مباشرت' عورتوں کے ساتھ رہن سہن' حقوقِ زوجین' حمل' تعددِ ازواج اور دیگر بیشتر قدیم و جدید مسائل کو کتاب و سنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں جمع کر دیا گیا ہے۔ تخریج و تحقیق اور جامعیت کا معیار اس کتاب میں بھی وہی ہے جو اس سلسلہ کی دیگر کتب میں ہے۔ نیز اس نازک موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے اس بات کا بطورِ خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ سوائے اشد ضرورت کے کسی بھی قسم کی بے حجابانہ اور بے باکانہ گفتگو سے گریز کیا جائے تا کہ ہر باپ اپنی بیٹی کو اور ہر بھائی اپنی بہن کو بلا جھجک یہ کتاب تحفۃً پیش کر سکے۔

مذکورہ بالا کوشش کے بعد اب یہ کتاب ریسرچ لائبریریوں کی زینت' شادی بیاہ کے موقع کا حسین تحفہ اور ہر مسلمان گھرانے کی اہم ضرورت بن کر سامنے آئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کتاب کی مزید تصحیح و تنقیح کے لیے نہ صرف توجہ دلائیں گے بلکہ مفید تجاویز و مشوروں سے نواز کر ہماری حوصلہ افزائی بھی فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کی اس کاوش کو عامۃ الناس کے لیے مفید بنائے اور اسے راقم' اس کے اہل و عیال اور اس کے تمام معاونین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

''وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب''

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ : 15 اگست 2005ء

بمطابق : 9 رجب 1426ھ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

فہرست

نکاح کی ترغیب کا بیان

نکاح کے احکام کا بیان

حرام رشتوں کا بیان

فاسد نکاحوں کا بیان

بہترین مردوں اور عورتوں کا بیان

منگنی کا بیان

حق مہر کا بیان

شرائطِ نکاح کا بیان

عقدِ نکاح کا بیان

نکاح کے موقع پر جائز و ناجائز اُمور کا بیان

سہاگ رات اور آداب مباشرت کا بیان

ولیمہ کا بیان

حمل کا بیان

عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا بیان

زوجین کے حقوق کا بیان

متعدد شادیوں کا بیان

کفار کے نکاحوں کا بیان

متفرق مسائل کا بیان

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جزء کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سد الذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب ' نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنھیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

مُقَدِّمَة

لفظِ نکاح باب نَكَحَ يَنْكِحُ (منع، ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”جماع کرنا اور شادی کرنا“ مستعمل ہے۔ اِسْتَنْكَحَ (استفعال) ”شادی کرنا“۔ أَنْكَحَ (افعال) ”شادی کرانا۔“ تَنَاكَحَ (تفاعل) ”ایک دوسرے سے شادی کرنا۔“ (۱)

(ابن حجرؒ) لفظِ نکاح لغت میں ”ملانا اور ایک دوسرے میں داخل ہونا“ کے معنی میں ہے اور شرع میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کا معنی حقیقی طور پر شادی کرنا اور مجازی طور پر جماع کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب و سنت میں یہ لفظ کثرت کے ساتھ عقدِ نکاح (شادی کرنا) کے لیے ہی استعمال ہوا ہے حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن میں یہ لفظ صرف شادی کرنے کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ (۲)

(زمخشریؒ) لفظِ نکاح حقیقی طور پر جماع کرنے اور مجازی طور پر شادی کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ (۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٤)

(ملا علی قاریؒ) یہ لفظ جماع اور شادی کے درمیان لفظی طور پر مشترک ہے۔ (٥)

(مطرزیؒ، اَزہریؒ) یہ لفظ حقیقت میں جماع کے لیے اور مجازی طور پر شادی کے لیے ہے۔

(احناف) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور فقہاء، شافعیہ، مالکیہ) حقیقت میں شادی کے لیے اور مجازی طور پر جماع کے لیے ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ لفظِ نکاح کا معنی ایک ہے لیکن یہ معنی دو معنوں میں مشترک ہے یعنی لفظِ نکاح کا

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/۲۲۳)]

(۲) [فتح الباری (۱۰۳/۹)]

(۳) [تفسير الكشاف (۲٤۱/۳)]

(٤) [الروضة الندية (۷/۲)]

(٥) [مرقاة المفاتيح (۲٦۱/٦)]

معنی ((الضم)) "ملاپ" ہے۔ اب اگر اس سے مراد عقدِ نکاح لیا جائے تو یہ بھی ایجاب و قبول کا ملاپ ہے اور اگر جماع مراد لیا جائے تو یہ مرد و عورت کا ملاپ ہے۔(۱)

جاہلیت کے وہ نکاح جنہیں اسلام نے ختم کر دیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوْ ابْنَتَهُ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا وَنِكَاحٌ آخَرُ كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ آخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا تَقُولُ لَهُمْ قَدْ عَرَفْتُمْ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعِ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمْ الْقَافَةَ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ﴾

"زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے۔ ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں' ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔

دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا تم فلاں شخص کے

---

(۱) [لسان العرب (۶۲۵/۲) المصباح المنير (۹۶۵/۲) معجم مقاييس اللغة (۴۷۵/۵) تبيين الحقائق (۹۴/۲) بدائع الصنائع (۱۳۲۴/۳) مغنى المحتاج (۱۲۳/۳) المغنى (۳/۷) الإنصاف (۴/۸) الوجيز (ص۳۲۷)]

پاس چلی جاؤ اور اس سے اس کی شرمگاہ حاصل کرو (یعنی زنا کراؤ) اور شوہر خود اس سے الگ تھلگ رہتا اور اس کے قریب نہ جاتا یہاں تک کہ واضح ہو جاتا کہ جس آدمی سے شرمگاہ حاصل کی تھی (یعنی زنا کرایا تھا) اس سے حمل ٹھہر گیا ہے۔ جب حمل واضح ہو جاتا تو اس کے بعد اگر شوہر چاہتا تو اس عورت کے پاس جاتا۔ ایسا اس لیے کیا جاتا تھا کہ لڑکا شریف اور باکمال پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاحِ استبضاع کہا جاتا تھا (اور اسی کو ہندوستان میں نیوگ کہتے ہیں)۔

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی کہ دس آدمیوں سے کم کی ایک جماعت اکٹھا ہوتی۔ سب کے سب ایک ہی عورت کے پاس جاتے اور بدکاری کرتے۔ جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہوتا تو پیدائش کے چند رات بعد وہ عورت سب کو بلا بھیجتی اور سب کو آنا پڑتا' مجال نہ تھی کہ کوئی نہ آئے۔ اس کے بعد وہ عورت کہتی کہ آپ لوگوں کا جو معاملہ تھا وہ تو آپ جانتے ہی ہیں اور اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے اور اے فلاں! وہ تمہارا بیٹا ہے۔ وہ عورت ان میں سے جس کا نام چاہتی لے لیتی اور وہ اس کا لڑکا مان لیا جاتا۔

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور کسی عورت کے پاس جاتے۔ وہ اپنے پاس کسی آنے والے سے انکار نہ کرتی۔ یہ رنڈیاں ہوتی تھیں جو اپنے دروازوں پر جھنڈیاں گاڑے رکھتی تھیں تاکہ یہ نشانی کا کام دے اور جو ان کے پاس جانا چاہے بے دھڑک چلا جائے۔ جب ایسی عورت حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو سب کے سب اس کے پاس جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلاتے۔ قیافہ شناس اپنی رائے کے مطابق اس لڑکے کو کسی بھی شخص کے ساتھ ملحق کر دیتا۔ پھر یہ اسی سے مربوط ہو جاتا اور اسی کا لڑکا کہلاتا۔ وہ اس سے انکار نہ کر سکتا تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔"(۱)

حکمتِ نکاح

(سید سابق ؒ) اسلام نے نکاح کی ترغیب دلائی اور انسان کے نزدیک اُن نفع مند آثار کو محبوب بنایا جو نکاح کی وجہ سے خاص اُس فرد پر' تمام امت پر اور عمومی طور پر ساری نوعِ انسانی پر مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ

① جنسی خواہش تمام خواہشات سے سخت اور شدید ہوتی ہے اور ہمیشہ خواہش والے شخص سے اصرار

---

(۱) [بخاری (۵۱۲۷) کتاب النکاح : باب من قال لا نکاح الا بولی]

کرتی ہے کہ اس کی تکمیل کا کوئی راستہ ایجاد کرے۔اگر وہاں اس کی تکمیل کے اسباب نہ ہوں تو بکثرت انسان میں قلق واضطراب کی کیفیت رہتی ہے' جو اسے بہت برے مقام پر پھینک دیتی ہے۔شادی بہترین فطری طریقہ ہے' جو زندگی میں اس خواہش کی سیرابی کے لیے بڑا مناسب لائحہ عمل ہے۔اس کے ذریعے بدن کو اس پریشانی سے سکون میسر آتا ہے' نفس کو انتہائی بری کیفیت سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور نظر حرام کی طرف جھانکنے سے بچ جاتی ہے۔دل حلال امر پر قناعت کرتا ہے۔اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ موجود ہے:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [الروم : ٢١]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔بے شک اس میں فکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ ﴾

"عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔جب تم میں سے کسی کو ایسی عورت نظر آئے جو اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے اہل کے پاس آئے۔یہ عمل اس چیز کو ختم کر دے گا جو اس کے نفس میں ہے۔"(۱)

② شادی عمدہ اولاد کا بہترین ذریعہ ہے۔اس سے نسل زیادہ ہوتی ہے' زندگی کا تسلسل باقی رہتا ہے اور ان نسبوں کی حفاظت بھی ہوتی ہے جن کی سرپرستی اسلام نے بڑے عمدہ طریقے سے کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیچھے ذکر کر دیا گیا ہے کہ

﴿ تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ ﴾

"اس عورت سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو' میں قیامت کے

---

(۱) [مسلم (۱۴۰۳) کتاب النکاح : باب ندب من رأى امرأة فوقعت في نفسه الى أن ياتي امرأته أو جاريته فيواقعها ' ابو داود (۲۱۵۱) کتاب النکاح : باب ما يؤمر به من غض البصر ' ترمذی (۱۱۵۸) کتاب الرضاع : باب ما جاء في الرجل يرى المرأة تعجبه ' ابن حبان (۵۵۷۲) بیهقی (۹۰/۷) احمد (۱۴۵۴٤)]

روز انبیاء پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا۔‘‘(۱)

کثرت نسل میں وہ عموی مصالح اور خصوصی منافع ہیں جن پر اقوام بہت حرص رکھتی ہیں کہ ان کی افرادی قوت زیادہ ہو۔ اس طرح کہ جن کے بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور ان کی نسل کثیر ہوا نہیں بطورِ حوصلہ افزائی انعامات دیئے جاتے ہیں۔ قدیم قول ہے کہ ’’عزت صاحبِ کثرت کے لیے ہے‘‘ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو توڑنے والی کوئی چیز اس پر غالب نہ آسکی۔

ایک دفعہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یزیدؒ ان کے سامنے بیٹھا تھا‘ وہ اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا‘ آپ اس لڑکے کے متعلق کیا کہتے ہیں‘ وہ ان کا ارادہ سمجھ گئے‘ بولے: اے امیر المومنین! یہ ہماری پشتوں کے ستون ہیں‘ ہمارے دلوں کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں‘ انہی کی وجہ سے ہم دشمن پر حملہ کرتے ہیں‘ یہ ہمارے بعد ہمارے جانشین ہیں۔ آپ ان کے لیے نرم زمین اور سایہ دار آسمان بن جائیں‘ اگر یہ آپ سے کچھ مانگیں تو انہیں دے دیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ سے رضا چاہیں تو ان سے راضی ہو جائیں‘ اپنی عطا ان سے نہ روکیں‘ ورنہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے قرب سے اُکتا جائیں گے‘ آپ کی زندگی کو ناپسند اور آپ کی وفات کو بعید سمجھیں گے‘ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا‘ اے ابو بحر! اللہ کے لیے آپ کی خوبی ہے یہ ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے بیان فرمایا ہے۔

③ پھر ماں اور باپ کے جذبات سایۂ طفولیت میں ہی نشو و نما پاتے ہیں اور کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسی سے ہی نرمی اور شفقت و محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جن کے بغیر کسی انسان کی انسانیت مکمل نہیں ہوتی۔

④ شادی کے نتیجے میں وہ شعور اور اولاد کا خیال پیدا ہوتا ہے جو چستی اور اپنی ذاتی املاک کی تقویت پر کوشش اور خرچ کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر انسان اپنے واجبات کی ادائیگی اور ان بوجھوں کو اٹھانے کے لیے کام پر جاتا ہے۔ اس طرح کاروبار اور ترقی کے اسباب بڑھتے ہیں‘ اس طرح پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور مال و زر بڑھتا ہے۔ یہ شعور اسے اللہ کی ان خیرات کی طرف رہنمائی مہیا کرتا ہے جو نفع مند اشیاء کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس کائنات میں ودیعت کی ہیں۔

---

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۸٤) آداب الزفاف (ص / ۱۳۲۔۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) کتاب النکاح : باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء ‘ أحمد (۱۵۸/۳) الحلیة لأبی نعیم (۲۱۹/٤) طبرانی أوسط کما فی المجمع (۲۲۳۵) ابن حبان (٤۰۲۸) بیهقی (۸۱/۷)]

⑤ اعمال کی تقسیم ایسی ترتیب سے ہوتی ہے کہ جس سے ایک طرف تو گھریلو کاموں میں نظم آتا ہے اور دوسری طرف بیرونی کام بھی درست ہو جاتے ہیں۔اس سے انسان کی اس ذمہ داری کی حد بندی بھی ہوتی ہے جو خاوند اور بیوی (دونوں میں سے) ہر ایک کے ذمہ ہے۔ عورت گھریلو کام کاج کا خیال رکھتی ہے' اولاد کی تربیت کرتی ہے اور آدمی کے لیے ایسی اچھی فضا پیدا کرتی ہے جس سے اس کی تھکاوٹ کو آرام پہنچے اور وہ نشاط و انبساط حاصل کرے' وہ ان مشقتوں سے راحت پائے جو اسے کمائی کرنے' ضروریاتِ زندگی اور گھریلو اخراجات مہیا کرنے کی صورت میں پیش آتی ہیں۔اس معتدل تقسیم کا یہ فائدہ بھی ہے کہ ہر ایک اپنے فطری کام کو اس طرح کرے گا جس سے اللہ راضی ہو' لوگ اس کی تعریف کریں گے اور دیگر مبارک ثمرات بھی حاصل ہوں گے۔

⑥ شادی کے نتائج میں سے یہ بھی ہے کہ خاندانوں میں محبت کے تعلقات و روابط قوی ہوتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں تقویت آتی ہے۔جسے اسلام بابرکت بتاتا ہے' مضبوط کرتا ہے اور سہارا دیتا ہے۔ایسا معاشرہ جس میں ربط و تعلق اور محبت و مودت ہو بڑا مبارک معاشرہ ہے۔

⑦ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اخبار "الشعب" جو ہفتہ کے روز [6/6/1959] کو شائع ہوا' اس میں ہے کہ شادی شدہ لوگ غیر شادی شدہ سے زیادہ لمبی عمر پاتے ہیں' خواہ (وہ غیر شادی شدہ حضرات) بیوگان کی صورت میں ہوں' طلاق یافتگان کی صورت میں ہوں یا سرے سے شادی ہی نہ کی ہو۔رپورٹ نے یہ بھی بتایا کہ تمام دنیائے عالم میں لوگ چھوٹی عمر میں شادیاں کرنے لگے ہیں کیونکہ شادی شدہ کی عمر زیادہ طویل ہوتی ہے۔اقوام متحدہ نے جو رپورٹ پیش کی اس کی بنیاد یہ بنی کہ بہت بحث و تمحیص کر کے اعداد و شمار جمع کیے گئے' جن پر کام 1958ء کے دورانیہ میں ہوا۔انہی اعداد و شمار کی روشنی میں اس نے رپورٹ دی کہ دونوں جنسوں (یعنی مرد و زن) کی طرف سے شادی شدہ لوگوں کی وفات کا معاملہ غیر شادی شدہ کے مقابلے میں کہیں کم ہے اور شرح اموات مختلف عمر کے لوگوں میں ہے۔رپورٹ اختتام میں یہ بھی کہتی ہے کہ اسی بنیاد پر یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ شادی مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے' حتی کہ حمل اور ولادت کے واضح خطرات کے باوجود لوگوں پر ان مشکلات کا غیر نافع اثر نہیں ہوتا۔مزید رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ اب عام اطراف عالم میں شادی کی عمر لڑکی کے لیے 24 سال اور لڑکے کے لیے 27 سال ہے۔ لیکن یہ پچھلے سالوں میں شادی کی متوسط عمر سے کہیں کم ہے۔(۱)

(شیخ صالح بن فوزان) نکاح کی مصلحتیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ نکاح کی مصلحتیں یہ ہیں:

---

(۱) [فقه السنة (۱۰۳/۲)]

- نسل انسانی کی بقاء اور مسلمانوں کی کثرتِ تعداد۔
- شرمگاہوں کی حفاظت اور پاکدامنی۔
- شوہر کی عورت پر نگرانی اور خرچے کا قیام۔
- زوجین کے مابین اُنس و محبت اور نفسانی راحت۔
- نسبوں کی حفاظت' وغیرہ وغیرہ۔(۱)

ضرورتِ نکاح

انسان کو فطرتی' معاشرتی' اخلاقی' دینی اور روحانی ہر لحاظ سے نکاح کی ضرورت ہے۔ فطرتی ضرورت اس لیے ہے کیونکہ فطرتی طور پر انسان میں جذبہ شہوت ودیعت ہے۔ جب انسان بلوغت وجوانی کی حد کو چھوتا ہے تو یہ جذبہ از خود بھڑک اٹھتا ہے۔ پھر اسے بطورِ علاج صنفِ مخالف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس جذبہ کی تسکین کا علاج فراہم کر دیا اور نکاح کی نہ صرف اجازت دی بلکہ بعض حالات میں اسے واجب تک قرار دے دیا۔

نکاح معاشرتی ضرورت اس طرح ہے کہ معاشرہ افراد سے ہی تشکیل پاتا ہے اور افراد کی افزائش وپیداوار کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزِ اول سے نکاح کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور تا قیامت جاری رہے گا۔ افزائش نسل کے حوالے سے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ [النحل : ۷۲]

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تمہیں اچھی چیزیں کھانے کو دیں۔''

اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''اس عورت سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو' میں قیامت کے روز انبیاء پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا۔''(۲)

---

(۱) [ملخصا' الملخص الفقهي (۲/۲۵۵۔۲۵۶)]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (۱۷۸٤) آداب الزفاف (ص / ۱۳۲۔۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) كتاب النكاح : باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء' أحمد (۳/۱۵۸)]

اخلاقی لحاظ سے بھی انسان کو نکاح کی از حد ضرورت ہے کیونکہ نکاح ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان میں شرم وحیا کا جذبہ قرار پاتا ہے' رشتوں کا تقدس اُجاگر ہوتا ہے' وہ عفت وعصمت کا ماحول بنانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر غیر شادی شدہ کی شادی کرانے کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام والتزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے (گناہ سے بچاؤ کی) ڈھال ہے۔'' (۱)

ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے' (ان میں سے ایک یہ ہے) ایسا نکاح کرنے والا جو (نکاح کے ذریعے) پاکدامنی چاہتا ہو۔'' (۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَتْ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا﴾

''جب عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو عورت نظر آئے اور وہ اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے (اور اس سے ہم بستری کرے) بلاشبہ جو کچھ اس (غیر محرم) عورت کے پاس ہے وہی کچھ اس (تمہاری بیوی) کے پاس بھی ہے۔'' (۳)

اب ذرا غور کیجئے کہ اگر وہ شخص نکاح کے شرعی بندھن میں بندھا ہوا نہیں ہوگا تو یقیناً وہ اپنے اس جنسی جذبہ کی تسکین کے لیے کوئی نہ کوئی غلط راستہ اختیار کرے گا' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جنسی بے راہ روی' زنا وبدکاری' بے حیائی' زنا بالجبر' لونڈے بازی اور ہم جنس پرستی وغیرہ جیسے غیر اخلاقی جرموں کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ بس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ استطاعت پر نکاح کو فرض کر دیا کہ ایک طرف تو اس ذریعے سے اس کے جذبۂ شہوت کی تسکین بھی ہوتی رہے اور دوسری طرف انسان اخلاقی گراوٹ کے ہر مذموم فعل سے بھی بچا رہے۔

---

(۱) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فلیتزوج' مسلم (١٤٠٠)]
(۲) [حسن : صحیح الترغیب (١٩١٧)]
(۳) [صحیح : صحیح ترمذی' ترمذی (١١٥٨) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی الرجل یری المرأة تعجبه]

دینی لحاظ سے نکاح انسان کی ضرورت یوں ہے کہ اولاً تو نکاح ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کی سنت ہے اور اس سنت پر عمل نہ کرنے والے کے متعلق آپ ﷺ نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ ”ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ اور دوسری بات یہ ہے کہ نکاح کے ذریعے انسان کا نصف ایمان مکمل ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ بھی خود آپ ﷺ نے ہی فرمایا ہے۔

نکاح روحانی ضرورت اس طرح ہے کہ انسان روحانی و نفسیاتی طور پر لذت و سکون کا طالب اور خواہش مند ہے اور اس کی اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے صنفِ مخالف میں اس کے لیے جذب و کشش کی کیفیت ودیعت فرمادی ہے‘ جس کی وجہ سے ہر جنس اپنی جنس مخالف کے قریب ہونا چاہتی ہے اور اس سے ملاپ کے ذریعے جنسی تسکین پانا چاہتی ہے۔ چنانچہ نکاح اس ضرورت کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔“ [الروم : ۲۱]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

”(اللہ تعالیٰ ہی) وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔“ [الأعراف : ۱۸۹]

نکاح اور مغربی طرزِ معاشرت کی ایک جھلک

اہل مغرب کے جس معاشرتی ڈھانچے سے آج ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور جس کی تقلید کو باعثِ فخر تصور کرتے ہیں‘ اگر ان کی معاشرت کے نتائج ہمارے سامنے آجائیں تو ہم ان کے طرزِ معاشرت اپنانا تو دور کی بات اس کے متعلق سوچنا بھی چھوڑ دیں۔ قارئین کے استفادے کے لیے آئندہ سطور میں مغربی طرزِ معاشرت کا مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

مغربی معاشرے میں عورت اور مرد کو ایک دوسرے سے جنسی تعلقات قائم کرنے کی کامل آزادی حاصل ہے خواہ وہ شادی سے پہلے ہی یہ تعلقات قائم کرلیں یا شادی کے بعد یا بغیر شادی کے ہی ساری عمر صنفِ مخالف سے لذت حاصل کرتے رہیں۔ اس معاشرے میں یہاں تک آزادی دی گئی ہے کہ ہم جنس کے ساتھ نکاح کا قانونا جواز موجود ہے (یعنی اگر مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہے تو کرسکتی ہے)۔ اسی طرح فعل قوم لوط کو بھی قانونی سطح پر جواز کا درجہ حاصل ہے۔ عورت کے لیے

پردے کا کوئی تصور نہیں بلکہ اسے آزدیٔ نسواں اور حقوقِ نسواں کے مخالف کوئی مکروہ چیز یا عورت پر ظلم و وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ عورت کو یہاں تک آزادی دی گئی ہے کہ اگر وہ مکمل برہنہ حالت میں گھومنا پھرنا چاہے تو ایسا کر سکتی ہے۔ عورت کو بھی مرد کی طرح حق طلاق حاصل ہے' جب پہلے شوہر سے اس کا جی بھر جائے تو وہ جب چاہے اسے طلاق دے کر کسی اور مرد کے پاس جا سکتی ہے۔ معاشی ذمہ داری عورت پر بھی اُسی طرح ہے جیسے مرد پر ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم رائج ہے۔ انہیں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے اور یہاں تک بتایا جاتا ہے کہ اگر کوئی لڑکا یا لڑکی جنسیات کا شکار ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ مردوزن کے ملاپ کی عریاں تصویروں اور فلموں کی نا صرف خرید و فروخت کی اجازت ہے بلکہ یہ سب چیزیں ٹی وی پر عام دکھائی جاتی ہیں۔

اس طرزِ معاشرت کو اختیار کرنے کے باعث نتیجۃً مغربی معاشرے کی اخلاقیات پر جو منفی اثرات مرتب ہوئے بالاختصار ان کا ذکر یہ ہے' فحاشی و عریانی کا فروغ۔ برہنہ اور نیم برہنہ لباس کو فیشن کے درجہ کا حصول۔ عریاں فلموں اور فحش لٹریچر کے کاروبار میں ترقی' اعلانیہ زنا و بدکاری کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ۔ نفسانی ہوس پوری کرنے کے لیے مستقل حرام رشتوں کا بھی لحاظ کیے بغیر بہن بھائی' ماں بیٹے اور باپ بیٹی کے درمیان جنسی تعلقات کی ابتداء۔ جنسی تعلیم پر عملی تجربات کرنے کے باعث بالخصوص طالبات اور بالعموم کم عمر کی دوسری لڑکیوں میں بن بیاہی ماؤں کی تعداد میں بکثرت اضافہ۔ حرامی بچوں کی کثرت' جنہیں دنیا میں آنے کے فوراً بعد یا تو کسی گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا جاتا ہے یا کسی گٹر میں۔ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے مانع حمل آلات و ادویات کی ایجاد۔ بعض اوقات آلاتِ منع حمل کے استعمال کے باوجود حمل قرار پا جانے کے باعث اسقاطِ حمل کے کاروبار کی ابتداء۔ بالخصوص حرامی بچوں اور بالعموم سب نوجوانوں کی صحیح اخلاقی تربیت نہ ہو پانے کے باعث قتل' چوری اور زنا بالجبر جیسے جرائم میں روز بروز اضافہ۔ کثرتِ زنا' فعلِ قوم لوط اور ہم جنس سے نکاح کے باعث آتشک' سوزاک اور ایڈز جیسے مہلک امراض کا پھیلاؤ۔ خاندانی نظام کی بربادی' عورت کو حق طلاق دینے کے نتیجہ میں شرحِ طلاق میں اضافہ' جس کے باعث عورت کبھی عیاشی کے لیے ایک مرد کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس' بچوں کی تربیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے انہیں نرسریوں میں داخلہ' جہاں وہ کبھی ماں کی مامتا' باپ کی شفقت اور بہن بھائیوں کی محبت حاصل نہیں کر پاتے۔ پھر ایسے مرد و خواتین جب ساری زندگی زنا و بدکاری میں اپنی تمام تر توانائیاں کھپا کر بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچتے ہیں تو ان کا پرسانِ حال کوئی نہیں ہوتا' جس کے باعث بعض

توخودکشی کر لیتے ہیں اور بعض بوڑھوں کے لیے بنائی گئی الگ رہائشی بیرکوں میں انتہائی قابل رحم حالت میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام پورے کرتے ہیں۔(۱)

سید عزیز الرحمن صاحب نے اپنے ایک مقالہ "مغرب کا سائنسی و نفسیاتی زاویہ فکر: تدریج وارتقاء" میں مغربی اخلاقی تنزل کے سلسلے میں کچھ اعداد و شمار بوسنیا کے صدر علی عزت بیگووچ کی معروف کتاب "اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش" سے پیش کیے ہیں، جن کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:

- امریکہ میں 1965ء میں پچاس لاکھ جرائم کیے گئے، وہاں آبادی میں شرحِ اضافہ بہ نسبت جرائم میں اضافے کا تناسب چودہ گنا زیادہ تھا، آبادی میں شرح اضافہ 13 فیصد اور جرائم میں اضافے کی شرح 178 فیصد تھی۔
- امریکہ میں اس وقت جرائم کی صورتحال یہ ہے کہ ہر بارہ سیکنڈ بعد کوئی نہ کوئی جرم سرزد ہوتا ہے، ہر ایک گھنٹے کے بعد ایک قتل ہو جاتا ہے، ہر پچیس منٹ کے بعد زنا کا واقعہ پیش آتا ہے، ہر پانچ منٹ کے بعد ڈاکہ پڑتا ہے اور ہر منٹ کے بعد کار چوری ہو جاتی ہے۔
- امریکہ میں قتل ہونے کی شرح میں سولہ سال میں تین سو فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔
- مغربی جرمنی میں 1966ء میں بیس لاکھ جرائم درج ہوئے تھے اور 1970ء میں چوبیس لاکھ جرائم درج ہوئے، پچھلے دس برسوں میں قتل کیے جانے والے افراد کی تعداد میں 35 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔
- اسکاٹ لینڈ میں اس مدت میں خوفناک جرائم کی شرح میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔
- فرانس میں بھی یہی صورتحال ہے، 1950ء سے 1960ء تک چوریوں کی تعداد میں 170 فیصد اضافہ ہوا، اور بلجیم میں 1960ء سے 1978ء تک جرائم میں دُگنا اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔
- برطانیہ میں 1973ء میں چار لاکھ شرابی تھے، جن میں 80 ہزار عورتیں تھیں، نیز ان میں سے ہر دوسری عورت نفسیاتی ہسپتال کی مریض بن جاتی ہے اور ہر تیسری عورت خودکشی کر لیتی ہے۔
- سویڈن میں مرد و عورت میں سے ہر دسواں آدمی کثرتِ شراب نوشی کا عادی ہے۔
- نفسیاتی امراض کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جہاں معیارِ زندگی بہتر ہو رہا ہے، وہیں

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: پردہ از مولانا مودودی، نئے فتنے از مفتی عبد الرحمن خان، اسلام اور مغربی تہذیب کے مسائل از مفکر اسلام سید قطب شہید، مسلمان عورت از فرید وجدی آفندی]

قلبی اطمینان بھی رخصت ہو رہا ہے' خودکشی کے واقعات اور نفسیاتی مسائل وہیں پر کم تعداد میں ہیں' جو علاقے زیادہ ترقی یافتہ نہیں۔

- امریکہ میں ہر ہزار میں سے چار افراد دماغی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔
- سویڈن میں 1967ء میں ایک ہزار سات سو خودکشیاں رجسٹرڈ ہوئیں' جو 1966ء کی بہ نسبت 9 فیصد زیادہ تھیں اور 1960ء کی بہ نسبت 30 فیصد زیادہ۔
- 1968ء میں ہونے والے ایک جائزے سے معلوم ہوا کہ خودکشی کی بلند شرح کے حساب سے ابتدائی 8 ممالک یہ ہیں:

1- مغربی جرمنی	2- آسٹریلیا	3- کینیڈا	4- ڈنمارک
5- فن لینڈ	6- ہنگری	7- سویڈن	8- سوئزرلینڈ

اگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ اعداد و شمار کوئی 35,30 برس قبل کے ہیں تو حالات کی سنگینی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس موضوع پر بحث سمیٹنے سے قبل ہم اس ضمن میں مزید کچھ اعداد و شمار پیش کرنا چاہیں گے' جو کہ نسبتاً حالیہ دور کے ہیں:

- امریکہ میں ایک تحقیق کے مطابق عصمت دری کا شکار 50 فیصد خواتین کی عمر 18 سال سے کم ہے اور 25 فیصد تو 12 سال سے بھی کم عمر کی بچیاں ہیں۔
- زیادہ اندوہناک صورتحال یہ ہے کہ ان 12 سال سے کم عمر بچیوں میں سے 20 فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوئیں۔ 46 فیصد کو ان کے رشتہ داروں اور 30 فیصد کو ان کے دوستوں نے شکار کیا' صرف 4 فیصد ایسی تھیں جن کی عصمت دری غیروں نے کی۔
- برلن پولیس کے مطابق شہر میں ہونے والے 45 فیصد متشددانہ جرائم 14 سے 18 سال کی عمر کے بچے کرتے ہیں۔
- لندن میں فحاشی کے کاروبار میں 1990ء کے مقابلے میں 1992ء میں 35 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا' جبکہ ویسٹ یارک شائر' مانچسٹر اور کلیولینڈ میں یہ اضافہ 80 فیصد تک تھا۔
- برطانیہ میں جسم فروشی کے ذریعے ماڈل گرلز سالانہ 80 سے 90 لاکھ پونڈ تک کماتی ہیں جو کہ کسی بڑے بزنس مین کی آمدنی سے کم نہیں۔
- چند مزید اعداد و شمار دیکھئے: امریکہ کے حوالے سے سالانہ 20 لاکھ ناجائز بچے' 25 لاکھ غیر شادی شدہ

مائیں' 15 لاکھ مطلقہ عورتیں' ہائی سکول کی 86 فیصد نوعمر حاملہ طالبات۔

اخلاقی تنزل کی یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں' ورنہ اس کی فہرست تو اس قدر طویل ہے کہ اس کا استقصاء ممکن ہی نہیں۔(۱)

یہ ہیں اُس طرزِ معاشرت کو اختیار کرنے کے خطرناک نتائج جسے اپنانے کے لیے آج ہم سب تیار بیٹھے ہیں۔ جبکہ اس کے برخلاف اسلام نے جو معاشرتی اصول، ضوابط مقرر کیے ہیں اگر ان پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی طرزِ معاشرت ہی وہ نظام ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور دنیا میں امن و آشتی کا علمبردار ہے۔ اسلام نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے عورت کو پاکیزہ رہنے کا حکم دیا ہے' اسے گھر میں چادر اور چار دیواری کا ماحول اپنانے کی ترغیب دی ہے' اگر کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا ہو تو اسے پردے کا حصار عطا کیا ہے' اسے غیر محرم مردوں کے ساتھ گھومنا پھرنا تو دور کی بات ان پر شہوانی نظر ڈالنے سے بھی منع کیا ہے' جوان ہو جائے تو کسی صالح مرد کے نکاح میں دے کر تاحیات اس کے گرد ایک حصار قائم کر دیا ہے' زنا و بدکاری کو حرام قرار دے کر دنیا میں اس پر حد اور آخرت میں سزا کی وعید سنائی ہے۔ اس کی اور اس کے بچوں کی معاش کا ذمہ دار اس کے شوہر کو ٹھہرایا ہے تاکہ عورت اُمورِ خانہ داری بخوبی سرانجام دے سکے۔

غور کیجئے کہ اگر عورت گھر میں ہی رہے گی اور گھر سے باہر اگر کبھی ضرورت کے تحت نکلے گی بھی تو صرف باحجاب ہو کر نکلے گی' تو ایسی صورت میں اجنبی مردوں کے لیے نفسانی ہیجان کا باعث نہیں بنے گی' گھر میں بچوں کی اسلامی تربیت کرے گی' انہیں اچھے اخلاق سکھائے گی اور پھر یہی صالح اور باخلاق بچے کل کو جوان ہو کر معاشرے کا حصہ بنیں گے' جس سے سارا معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا۔ مزید اسلامی طرزِ معاشرت کے متعلق مفصل احکامات آئندہ کتاب میں درج کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں انہیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: اسلام اور مشرق ومغرب کی تہذیبی کشمکش (۱۲٤ تا ۱۳٤) ماهنامه محدث لاهور (جون ۲۰۰٤ء بمطابق ربیع الثانی ۱٤۲٥ھ) ماهنامه بیدار ڈائجسٹ لاهور (ستمبر ۱۹۹٤ء' ص ٤۰/) أیضا (جون ۱۹۹٥ء' ص ۳۷) روزنامه جنگ لندن (٦ اگست' ۱۹۹۳ء) روزنامه دن لاهور (١٤ اگست ۱۹۹۸ء]

كتاب النكاح
نکاح کے مسائل

❁ باب الترغيب في النكاح	نکاح کی ترغیب کا بیان
❁ باب أحكام النكاح	نکاح کے احکام کا بیان
❁ باب المحرمات	حرام رشتوں کا بیان
❁ باب الأنكحة الفاسدة	فاسد نکاحوں کا بیان
❁ باب خير الرجال والنساء	بہترین مردوں اور عورتوں کا بیان
❁ باب الخطبة	منگنی کا بیان
❁ باب المهر	حق مہر کا بیان
❁ باب شروط النكاح	شرائط نکاح کا بیان
❁ باب عقد النكاح	عقدِ نکاح کا بیان
❁ باب ما يجوز ومالايجوز في النكاح	نکاح کے موقع پر جائز و ناجائز اُمور کا بیان
❁ باب ليلة العرس و آداب المباشرة	سہاگ رات اور آداب مباشرت کا بیان
❁ باب الوليمة	ولیمہ کا بیان
❁ باب الحمل	حمل کا بیان
❁ باب عشرة النساء	عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا بیان
❁ باب حقوق الزوجين	زوجین کے حقوق کا بیان
❁ باب تعدد الزواج	متعدد شادیوں کا بیان
❁ باب أنكحة الكفار	کفار کے نکاحوں کا بیان
❁ باب المسائل المتفرقة	متفرق مسائل کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ أَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ ﴾

”تم میں سے جو مرد وعورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کردو۔“

[النور : ۳۲]

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ النِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ﴾

”نکاح میری سنت ہے، پس جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ۔“

[صحیح الجامع الصغیر (٦٨٠٧)]

باب الترغیب فی النکاح نکاح کی ترغیب کا بیان

نکاح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں شمار کیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ﴾ [النحل : ۷۲] ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔''

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) (اس آیت میں) اللہ اپنے بندوں پر اپنے عظیم احسان کے متعلق خبر دے رہے ہیں کہ اس نے ان کے لیے بیویاں بنائیں تا کہ وہ ان سے اطمینان و سکون حاصل کریں اور ان کے لیے ان کی بیویوں سے اولاد پیدا کی جس کے ذریعے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور وہ (بچے) ان (والدین) کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔(۱)

پسندیدہ عورتوں سے نکاح کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ﴾ [النساء : ۳]

''جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔''

نکاح کے ذریعہ فقر و فاقے کا خاتمہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ ، اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ، وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ فقیر و مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

---

(۱) [تیسیر الکریم الرحمن (۵۹۷/۱)]

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ اولیاء اور (غلاموں کے) مالکوں کو حکم دے رہے ہیں کہ جو ان کی زیر سرپرستی غیر شادی شدہ افراد ہیں ان کا نکاح کرائیں اور وہ ایسے افراد ہیں جو جوڑا نہ ہوں خواہ وہ مرد ہوں' شوہر دیدہ عورتیں ہوں یا کنواری عورتیں۔ لہٰذا قریبی شخص اور یتیم کے ولی پر واجب ہے کہ اپنے زیر کفالت افراد میں سے نکاح کے محتاج لوگوں کا نکاح کرائیں۔

نیز اس آیت میں نکاح کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ شادی کرنے والے کے لیے فقر کے بعد غنا ہے۔(۱)

(ابن عربیؒ) اس آیت "اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا" کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے نکاح کے ساتھ غنی کر دے گا (یعنی غنا سے مراد نکاح ہی ہے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ۱۳۰] "اور اگر وہ علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا" یعنی کسی اور سے نکاح کرا دے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ انہیں مال کے ساتھ غنی کر دے گا (یعنی نکاح کے ذریعے اللہ ان کا فقر دور کر دے گا)۔ سلف کی ایک جماعت نے اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا' ایسے شخص پر مجھے تعجب ہے جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔"(۲)

نکاح باعثِ راحت و اطمینان

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمِنْ آیَاتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ' اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الروم : ۲۱]

"اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ' اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [تیسیر الکریم الرحمن (۷۷٤/۲)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (ص / ۲۷۹)]

﴿ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ ﴾

”دنیاوی اشیاء میں سے میرے دل میں عورتوں اور خوشبو کی محبت پیدا کی گئی ہے اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔“ (۱)

نکاح گزشتہ انبیاء کی سنت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَ ذُرِّيَّةً ﴾ [الرعد : ۳۸]

”ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔“

نکاح محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ﴾

”نکاح میری سنت ہے' پس جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ (۲)

(2) حضرت سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ ' فَإِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً ﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' شادی کر لو کیونکہ اس امت کے بہترین شخص (یعنی محمد ﷺ) کی بہت سی بیویاں تھیں۔“ (۳)

نکاح نہ کرنے والے سے نبی کریم ﷺ کا قطع تعلقی کا اظہار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۱۲۴) نسائی (۳۹۴۹) کتاب عشرۃ النساء : باب حب النساء ' بیهقی فی السنن الکبری (۷۸/۷) کتاب النکاح : باب الرغبة فی النکاح]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۸۰۷)]

(۳) [بخاری (۵۰۶۹) کتاب النکاح : باب کثرة النساء]

أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ "لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"﴾

"تین آدمی نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے' جب انہیں آپ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آپ ﷺ سے کیا مقابلہ' آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟

"خبردار! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ (رات میں) نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔" (۱)

نکاح نصف دین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ ' فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي﴾

"جب بندہ نکاح کرتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے' اسے چاہیے کہ وہ باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرے۔" (۲)

(سید سابقؒ) نکاح ایک عبادت ہے جس کے ذریعے انسان کا نصف دین مکمل ہوتا ہے اور جس کے ذریعے

---

(۱) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ' مسلم (۱۴۰۱) کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه ' نسائی (۳۲۱۷) کتاب النکاح : باب النهی عن التبتل ' احمد (۲۴۱/۳) عبد بن حمید (ص / ۳۹۲)]

(۲) [حسن : هدایة الرواة (۳۰۳۲) ' (۲۴۸/۳) بیهقی فی شعب الایمان (۵۴۸۶) حاکم (۱۶۱/۲) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو تعدد طرق کی وجہ سے حسن کا درجہ دیا ہے۔]

انسان اپنے رب سے بہترین پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے گا۔(۱)

پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرنے والے کے لیے مددِالٰہی کی نوید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ : اَلْمُكَاتَبُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ " وَالنَّاكِحُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ " وَ الْمُجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

"تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ایک وہ مکاتب غلام جو (مکاتبت کی مقررہ) رقم ادا کرنا چاہتا ہے' دوسرا ایسا نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہے اور تیسرا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔"(۲)

نکاح محبت واُلفت کا بہترین ذریعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ ﴾

"ہم نے دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (بہترین اور) کوئی چیز نہیں دیکھی۔"(۳)

صالح بیوی دنیا کا بہترین سامان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ﴾

"دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سامان صالح بیوی ہے۔"(۴)

---

(۱) [فقه السنة (۱۰۲/۱)]

(۲) [حسن : صحیح الترغیب (۱۹۱۷) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ' هداية الرواة (۳۰۲۵) ' ترمذی (۱٦٥٥) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی المجاهد والناکح والمکاتب وعون الله ' ابن ماجه (۲۵۱۸) کتاب الأحکام : باب المکاتب ' نسائی (۱۵/٦) ابن حبان (٤۰۳۰) حاکم (۲۱۷/۲) اس روایت کو امام حاکمؒ اور امام ابن حبانؒ نے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [صحیح : السلسلة الصحيحة (٦۲٤) هداية الرواة (۳۰۲۹) ' (۲٤۷/۳) صحیح الجامع الصغير (۵۲۰۰) ابن ماجه (۱۸٤۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح ' مستدرك حاکم (۱٦۰/۲) کتاب النکاح : باب لم یر للمتحابین مثل التزویج ' بیهقی فی السنن الکبری (۷۸/۷) کتاب النکاح : باب الرغبة فی النکاح ' حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الزوائد (٦۵/۲)]

(٤) [مسلم (۱٤٦۷) کتاب الرضاع : باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة ' ابن ماجه (۱۸۵۵) کتاب النکاح: باب أفضل النکاح ' نسائی (۳۲۳۲) کتاب النکاح : باب المرأة الصالحة ' أبو نعیم فی الحلیة (۳۱۰/۳) شرح السنة للبغوی (۹/۵)]

صالح بیوی آدمی کی خوش بختی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ ، مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ : الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ، وَ الْمَسْكَنُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ : الْمَرْأَةُ السُّوْءُ وَ الْمَسْكَنُ السُّوْءُ وَ الْمَرْكَبُ السُّوْءُ ﴾

"تین چیزیں اولادِ آدم کی خوش بختی سے ہیں اور تین بد بختی سے' اولادِ آدم کی خوش بختی کی چیزیں یہ ہیں: صالح بیوی' صالح رہائش اور صالح سواری اور اولادِ آدم کی بد بختی کی چیزیں یہ ہیں: بری بیوی' بری رہائش اور بری سواری۔"(۱)

روزِ قیامت نبی ﷺ کا کثرتِ امت کے باعث فخر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

"نکاح کرو' بلا شبہ میں روزِ قیامت تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کروں گا۔(۲)

---

(۱) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (۱۹۱٤) كتاب النكاح : باب الترغيب فى النكاح ' احمد (۱۶۸/۱) بزار (۱٤۱۲)]

(۲) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (۶۸۰۷)]

باب احکام النکاح — نکاح کے احکام کا بیان

ہر صاحبِ استطاعت کو نکاح کا حکم دیا گیا ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ! مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ﴾

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام والتزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ﴾

''جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔''(۲)

(شوکانیؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح سنتِ مؤکدہ ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کی کسی قسم کو مباح بنایا جائے۔(۳)

(نوویؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایسے شخص کے لیے نکاح کا حکم ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور اس کا نفس اس کا شوق بھی رکھتا ہو۔(٤)

(ابن قدامہؒ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نکاح مشروع ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس کے وجوب میں اختلاف

---

(۱) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباء ة فلیتزوج ' مسلم (١٤٠٠) کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه ' ابو داود (٣٠٤٦) نسائی (١٧١/٤) ابن ماجة (١٨٤٥) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح ' دارمی (١٣٢/٢) أحمد (٣٧٨/١) طیالسی (٣٠٣/١) أبو یعلی (٥١١٠)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجة (١٤٩٦) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح ' الصحیحة (٢٣٨٣) صحیح الجامع الصغیر (٦٨٠٧) ابن ماجة (١٨٤٦)]

(۳) [السیل الجرار (٣٣/٢)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٢٩٥/٥)]

کیا ہے اور مذہب میں مشہور قول یہی ہے کہ یہ واجب نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی نکاح چھوڑنے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے سے خائف ہو (تو ایسی صورت میں یہ واجب ہوتا ہے)۔(۱)

(ابن حزمؒ) ہم بستری پر قادر ہر شخص پر واجب ہے کہ اگر وہ شادی کی طاقت رکھتا ہے تو شادی کر لے اور اگر کوئی قیدی (لونڈی) خریدنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے خرید لے' یہ اس کے لیے ضروری ہے اور اگر وہ ان دونوں کاموں سے عاجز ہو تو بکثرت روزے رکھے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) ایسا نوجوان جو شادی کی ذمہ داریوں اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ فوراً نکاح کرائے' یہی سنت ہے۔(۳)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس نکاح کی طاقت ہو اسے ضرور نکاح کرانا چاہیے۔ پہلی حدیث میں نکاح کے لیے قوت باء کا ذکر کیا گیا ہے۔ قوتِ باء کے متعلق اہل علم کی مختلف آراء ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

(خطابیؒ) قوتِ باء سے مراد نکاح ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٦)

(نوویؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد جماع ہے۔(۷)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

(ابن حجرؒ) اس سے جماع اور نکاح کی ضروریات دونوں کی استطاعت وقدرت مراد لی جا سکتی ہے۔(۹)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۹/۳٤٠)]

(۲) [المحلی بالآثار (۹/۳)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/٦)]

(٤) [معالم السنن (۳/۱۷۸)]

(٥) [الدراری المضية (۲/٥٠)]

(٦) [الروضة الندية (۲/۸)]

(۷) [شرح مسلم (٥/۱۸۸)]

(۸) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲/۱۳٤)]

(۹) [فتح الباری (۱۰/۱۳٦)]

جس میں نکاح کے اخراجات کی طاقت نہ ہو وہ کیا کرے؟

ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ کسی قسم کے گناہ میں ملوث ہونے سے بچے اور پاک دامن رہنے کی کوشش کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾ [النور: ٣٣]

''جو لوگ اپنا نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے انہیں پاک دامن رہنا چاہیے حتی کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔''

نیز ایسے حضرات کو بکثرت روزے رکھنے چاہئیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ ﴾

''جس میں نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''(۱)

(شوکانیؒ) جو شخص فقیر ہو اور شادی کے اخراجات کی طاقت نہ رکھتا ہو' اس کے لیے اس عمدہ سنت (نکاح) کو چھوڑنے کی رخصت ہے۔(۲)

(عبد العظیم بدوی) جو شخص نکاح میں رغبت رکھتا ہو لیکن اس (کے اخراجات) سے عاجز ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں۔(۳)

جس صاحبِ استطاعت کو بدکاری میں پڑنے کا اندیشہ ہو اس پر نکاح فرض ہے

کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ زنا اور اس کا باعث بننے والی تمام اشیا حرام ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ﴾ [الإسراء: ٣٢] ''زنا کے قریب نہ جاؤ۔''

اسی طرح حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔(٤)

علاوہ ازیں زنا کی حرمت پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔(٥)

چونکہ حرام سے اجتناب واجب ہے اور جب یہ اجتناب صرف نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہو تو نکاح بھی واجب ہو گا جیسا کہ یہ اصول ہے کہ ((مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ)) ''جو عمل کسی واجب کی

---

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (٦٨٠٧)]

(۲) [السيل الجرار (٢٣٣/٢)]

(۳) [الوجيز في فقه السنة (ص / ٢٧٧)]

(٤) [مسلم (١٠٧' ١٨٩٧)]

(٥) [موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي (٣٢٠/١)]

تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔" لہٰذا وہ تمام دلائل جن سے وجوبِ نکاح پر استدلال کیا جاتا ہے انہیں اس پر محمول کیا جائے گا اور ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ [النساء : ٣]

"ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔"

(2) ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ [النور : ٣٢]

"تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو۔"

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں اور شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔"(١)

(شوکانیؒ) اگر اپنے نفس کو گناہ سے بچانا صرف نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہو تو یہ واجب ہے۔(٢)

(ابن عربیؒ) جب کوئی شخص دین یا دنیا یا ان دونوں میں ہلاکت (یعنی کسی بڑے گناہ یا نقصان) سے خائف ہو تو اس پر نکاح ضروری (یعنی واجب) ہے اور اگر وہ کسی چیز سے بھی خائف نہ ہو اور حالت معمول پر ہو تو امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ نکاح مباح ہے' جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا کہنا ہے کہ نکاح مستحب ہے۔(٣)

(سید سابقؒ) نکاح اس پر واجب ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو' اس کا نفس اس کا شوق رکھتا ہو اور اسے زنا و بدکاری میں ملوث ہو جانے کا خدشہ بھی ہو۔

مزید رقمطراز ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری موت میں صرف 10 دن باقی رہ جائیں اور مجھے علم ہو جائے کہ ان ایام کے آخر میں میں فوت ہو جاؤں گا اور ان ایام میں میرے پاس نکاح کی طاقت بھی ہو تو میں فتنہ میں مبتلا ہونے کے خدشے سے نکاح کر لوں گا۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) نکاح سنت ہے اور صاحبِ استطاعت کے لیے اس کی ترغیب دی گئی ہے...... البتہ بعض لوگوں کے حق میں یہ فرض ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے نفس پر کسی برائی میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہوں

---

(١) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٤٩٦) كتاب النكاح : باب ما جآء في النكاح' ابن ماجة (١٨٤٦)]

(٢) [السيل الجرار (٢٣١/٢)]

(٣) [تفسير أحكام القرآن لابن العربي (ص/ ٢٧٨)]

(٤) [فقه السنة (١٠٢/١)]

اور نکاح کے خرچ کی طاقت بھی رکھتے ہوں۔(۱)

(عبد العظیم بدوی) نکاح سنتِ مؤکدہ ہے لیکن اس صاحبِ استطاعت پر واجب ہے جو اپنے نفس پر زنا وبدکاری میں ملوث ہو جانے سے خائف ہو۔(۲)

جو قوتِ جماع سے محروم ہو اس پر نکاح حرام ہے

یعنی جو جماع و ہم بستری کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اس پر نکاح حرام ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس کا مقصد یقیناً عورت کو اذیت و ضرر پہنچانا ہی ہے اور قرآن میں ہے کہ ﴿ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ”اور انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے مت روکے رکھو۔“ اور ایک دوسرے مقام میں ہے کہ ﴿ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] ”عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔“

علاوہ ازیں بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حسنِ معاشرت اختیار نہ کر سکے تب بھی وہ نکاح نہ کرائے کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ۱۹] ”اور عورتوں سے حسنِ معاشرت اختیار کرو۔“

(ابن قدامہؒ) نکاح کے معاملے میں لوگ تین قسم کے ہیں' ایک وہ کہ اگر وہ نکاح چھوڑ دے تو اپنے نفس پر کسی گناہ میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہے تو ایسے شخص پر نکاح واجب ہے۔ دوسرا وہ جس کے لیے نکاح مستحب ہے' وہ ایسا شخص ہے جس میں شہوت تو ہو لیکن وہ کسی گناہ میں مبتلا ہونے سے مامون ہو تو ایسے شخص کے لیے دیگر نفلی عبادات میں مشغول ہونے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ نکاح کر لے۔ تیسرا وہ شخص جس میں شہوت ہی نہ ہو یا تو اس لیے کہ اس میں شہوت تخلیق ہی نہیں کی گئی جیسے عنین (جو پیدائشی طور پر ہی قوتِ جماع نہ رکھتا ہو) یا پھر بڑھاپے یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کی شہوت ختم ہو چکی ہو۔ ایسے شخص کے متعلق دو آراء ہیں' ایک یہ کہ اس کے لیے نکاح مستحب ہے ان تمام دلائل کے عموم کی وجہ سے (جن میں ترغیبِ نکاح کا ذکر ہے) جنہیں ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں اور دوسری یہ کہ ایسے شخص کے لیے تنہائی اختیار کرنا افضل ہے کیونکہ وہ مصالحِ نکاح کو انجام نہیں دے سکتا' اپنی بیوی کو کسی اور سے شادی کرنے سے رکاوٹ بنتا ہے' اسے ضرر و نقصان پہنچاتا ہے اور اسے صرف اپنے لیے ہی روکے رکھتا ہے۔(۳)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۷/۱۸)]

(۲) [الوجيز في فقه السنة (ص / ۲۷۷)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (۳۴۳/۹)]

(سید سابقؒ) ایسے شخص کے لیے نکاح حرام ہے جو نہ نکاح کی طاقت رکھتا ہو اور نہ ہی اسے نکاح کا شوق ہو اور مزید برآں وہ ہم بستری اور خرچ میں بھی عاجز ہو۔

مزید فرماتے ہیں کہ اسی طرح عورت پر بھی واجب ہے کہ اگر وہ خاوند کے حقوق ادا نہیں کر سکتی یا اس میں کوئی ایسی وجہ ہے جو اس کے لیے استمتاع سے رکاوٹ ہے یعنی وہ پاگل ہے' جزامی یا برص والی ہے یا اس کی فرج میں کوئی بیماری ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے معاملے کی وضاحت کرے دھوکہ نہ دے' جیسے سودا بیچنے والے پر واجب ہے کہ اپنے سودے کا عیب واضح کرے۔ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے میں عیب پائے تو اسے رَد کا حق حاصل ہے۔(۱)

صاحبِ استطاعت کا عورتوں سے یکسر قطع تعلق ہو جانا جائز نہیں

(1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ التَّبَتُّلِ' وَقَرَأَ قَتَادَةُ : وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً [الرعد : ٣٨] ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی ''اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولادیں بھی عطا کیں۔''(۲)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ رَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (یعنی عورتوں سے الگ زندگی گزارنے) سے منع فرمادیا تھا اگر آپ ﷺ اسے اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔''(۳)

---

(۱) [فقه السنة (۱۰۶/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۴۹۹) كتاب النكاح : باب النهي عن التبتل' ابن ماجة (۱۸۴۹) ترمذی (۱۰۸۲) كتاب النكاح : باب ما جاء في النهي عن التبتل]

(۳) [بخاری (۵۰۷۳) كتاب النكاح : باب ما يكره من التبتل والخصاء' مسلم (۱۴۰۲) كتاب النكاح : باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه ووجد مونة' أحمد (۱۷۵/۱) ترمذی (۱۰۸۳) كتاب النكاح : باب ما جاء في النهي عن التبتل' نسائی (۵۸/۶) ابن ماجة (۱۸۴۸) كتاب النكاح : باب النهي عن التبتل' دارمی (۱۳۳/۲) ابن الجارود (۶۷۴) ابن حبان (۴۰۲۷)]

(نوویؒ) یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ وہ (سائل صحابہ) اپنے اجتہاد کی وجہ سے یہ گمان رکھتے تھے کہ خصی ہو جانا جائز ہے لیکن ان کا یہ گمان (شریعت کے) موافق نہیں تھا۔ لہٰذا بلاشبہ انسانوں کے لیے خصی ہو جانا حرام ہے خواہ کوئی چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۲)

(بغویؒ) اسی طرح ہر ایسے جانور کو خصی کرنا بھی حرام ہے جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔ البتہ وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے انہیں خصی کرنا بچپن میں جائز ہے جبکہ بڑی عمر میں حرام ہے۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) مویشیوں کو خصی کرنا مطلق طور پر ناجائز ہے خواہ وہ چھوٹی عمر کے ہوں یا بڑی عمر کے' ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو۔(٤)

(شوکانیؒ) گزشتہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا حرام ہے۔(٥)

(ابن تیمیہؒ) بیوی بچوں سے اعراض برتنا اللہ اور اس کے رسول کے پسندیدہ کاموں میں سے نہیں اور نہ ہی یہ عمل انبیاء و رسل کے دین کا حصہ ہے۔(٦)

(شیخ سلیم ہلالی) عورتوں سے قطع تعلقی اور خصی ہونا حرام ہے۔(۷)

ارکانِ نکاح

(شیخ صالح بن فوزان) رقمطراز ہیں کہ ارکانِ نکاح یہ ہیں:

1. زوجین کا وجود اور ان کا اُن تمام موانع سے خالی ہونا جن کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔
2. حصولِ ایجاب' اور وہ ولی یا اس کے قائم مقام کسی شخص کی طرف سے صادر ہونے والا یہ جملہ ہے کہ میں نے فلاں لڑکی سے تیرا نکاح کر دیا یا میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۹۱/۵) فتح الباری (۲۱/۹)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء (۳٤/۱۸)]

(۳) [أيضا]

(٤) [تحفة الأحوذی (۲۰٥/٤)]

(٥) [أيضا]

(٦) [كما فی توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲۱۸/٥)]

(۷) [موسوعة المناهی الشرعية (٦/۳)]

❸ حصولِ قبول، اور وہ شوہر یا اس کے قائم مقام کسی شخص کی طرف سے صادر ہونے والا یہ جملہ ہے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا۔(۱)

شرائطِ نکاح

❶ **ولی کی اجازت:**

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ ﴾ ”ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔“(۲)

❷ **دو عادل گواہوں کی موجودگی:**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَىْ عَدْلٍ ﴾

”ولی (کی اجازت) اور دو دیانتدار گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“(۳)

(شیخ صالح بن فوزان) نکاح کی شرائط یہ ہیں:

❶ زوجین میں سے ہر ایک کی تعیین، پس (صرف) یہ کہنا کافی نہیں ہو گا کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جبکہ اس کی متعدد بیٹیاں ہوں۔

❷ زوجین میں سے ہر ایک کا دوسرے سے راضی ہونا۔

❸ عورت کا نکاح ولی کرائے۔

❹ عقدِ نکاح پر گواہ موجود ہوں۔(٤)

وقتِ نکاح

بالعموم نکاح کا وقت بلوغت ہی ہے۔ جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر رخصتی میں مزید دو چار سال تک انتظار کر لیا جائے تو یہ معاشرتی تقاضے نبھانے کے لیے مفید اور زوجین کے لیے بھرپور زندگی گزارنے کے لیے مناسب ہے۔ تاہم نکاح یا منگنی پہلے کر دینا اس لیے مناسب ہے تاکہ

---

(۱) [الملخص الفقهي (۲/۲٦٤-۲٦٥)]

(۲) [**صحيح**: صحيح ابو داود (۱۸۳٦) كتاب النكاح: باب في الولي، ابو داود (۲۰۸۵)]

(۳) [**صحيح**: صحيح الجامع الصغير (۷۵۵۷)]

(٤) [الملخص الفقهي (۲/۲٦٥-۲٦٦)]

دونوں کے لیے اپنی خواہشات اور محبت کا ایک مرکز بن جائے۔

علاماتِ بلوغت کے متعلق مختلف احادیث ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ ﴾

''احتلام کے بعد یتیم نہیں ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ ﴾

''انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غزوۂ اُحد کے موقع پر (جنگ میں شرکت کے لیے) پیش کیا۔ اس وقت وہ 14 سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (جنگ میں شرکت کی) اجازت نہ دی۔ لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر جب انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ اس وقت وہ 15 سال کے تھے۔'' (۲)

(نوویؒ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلوغت کی حد 15 سال کی عمر ہے۔ امام شافعیؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابن وہبؒ اور امام احمدؒ وغیرہ سب کا یہی مذہب ہے کہ عمر کے 15 سال مکمل ہونے پر انسان مکلّف ہو جاتا ہے 'اگرچہ اسے احتلام نہ ہوا ہو۔ اس پر وجوبِ عبادات وغیرہ کے تمام احکامات جاری ہو جائیں گے۔ (۳)

(3) حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كُنْتُ مِنْ سَبْيِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ فَمَنْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ ﴾

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲٤۹۷) كتاب الوصايا : باب ما جاء متى ينقطع اليتم ' ابو داود (۲۸۷۳) بيهقى (۳۲۰/۷) طيالسى (۱٦٦۷)]

(۲) [بخارى (٤۰۹۷) كتاب المغازى : باب غزوه الخندق وهى الأحزاب ' مسلم (۱۸٦۸) كتاب الامارة : باب بيان سن البلوغ ' ابو داود (٤٤۰٦) كتاب الحدود : باب فى الغلام يصيب الحد ' ترمذى (۱۷۱۱) كتاب الجهاد : باب ما جاء فى حد بلوغ الرجل ومتى يفرض له ' ابن ماجة (۲٥٤۳) كتاب الحدود : باب من لا يجب عليه الحد ' احمد (۱۷/۲)]

(۳) [شرح مسلم للنووى (٤۹۷/٦)]

”میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھتے کہ جس کے (زیر ناف) بال اُگے ہوتے اسے قتل کر دیا جاتا اور جس کے بال نہ اُگے ہوتے اسے قتل نہ کیا جاتا اور میں ان میں تھا جن کے بال ابھی نہیں اُگے تھے۔“(۱)

مذکورہ بالا احادیث سے بلوغت کی مندرجہ ذیل علامات ثابت ہوتی ہیں:

1. احتلام
2. 15 سال کی عمر
3. زیر ناف بال اُگنا

یاد رہے کہ عورتوں کے لیے ان علامات کے ساتھ ساتھ ایک علامت ایام ماہواری کی ابتدا بھی ہے۔

(شوکانیؒ) اس پر اجماع ہے کہ احتلام مع انزال بلوغت کی علامت ہے۔(۲)

(ابو حنیفہؒ) لڑکا 18 سال کی عمر میں اور لڑکی 17 سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے۔(۳)

(جمہور) لڑکا اور لڑکی دونوں 15 برس کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔(٤)

جمہور فقہا کا کہنا ہے کہ زیر ناف بال اُگنا بھی بلوغت کی علامت ہے۔(٥)

☐ یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ بلوغت کا وقت نکاح کے لیے اس لیے موزوں ہے کیونکہ یہی وہ وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شرعی احکامات کے عملاً نفاذ کے لیے معیار بنایا ہے اور اسی عمر میں عموماً لڑکے اور لڑکی میں جنسی شعور و جذبہ بیدار ہونا شروع ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر بلوغت سے قبل ہی نکاح کی ضرورت محسوس کی جائے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ قرآن میں مطلقہ عورتوں کی عدت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٧٠٤) كتاب الحدود : باب فى الغلام يصيب حدا ' ابو داود (٤٤٠٤) ترمذى (١٥٨٤) كتاب السير : باب ما جاء فى النزول على الحكم ' نسائى (١٥٥/٦) ابن ماجة (٢٥٤١) كتاب الحدود : باب من لا يجب عليه الحد ' عبدالرزاق (١٨٧٤٢) احمد (٣١٠/٤) ابن حبان (١٤٩٩)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٣٧/٣)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم (٢٤٧/٣) الحاوى (٣٤٢/٦) الهداية (٢٨٤/٣) الاختيار (٩٥/٢) المغنى (٥٩٨/٦) كشاف القناع (٤٤٤/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٣٧/٣)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: حلية العلماء (٥٣٣/٤) روضة الطالبين (٤١٢/٣) بدائع الصنائع (٧١/٧) شرح فتح القدير (٢٠٢/٨) المغنى (٥٩٧/٦) الإنصاف (٣٢٠/٥)]

﴿ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٤]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں 'اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا وضع ہونا ہے۔“

اس آیت میں محل شاہد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ﴾ ”اور جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی عدت طلاق بیان فرمائی ہے جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا اور ان سے مراد یقیناً چھوٹی عمر کی بچیاں ہے جن کا سن بلوغت سے قبل ہی نکاح کر دیا گیا اور پھر انہیں طلاق دے دی گئی۔

(ابن العربیؒ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ”اور جنہیں ابھی حیض نہیں آیا“ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے چھوٹے (نابالغ) بچوں کی شادی کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ مقرر فرمائی ہے جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا اور عورت پر عدت صرف نکاح کے بعد ہی لاگو ہوتی ہے لہٰذا اس سے یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ کیا میرے لیے 12 سال کی عمر میں نکاح کرنا جائز ہے؟ تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ آپ کے لیے 12 سال کی عمر میں نکاح کرنا جائز ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس سے روکنے والی (شریعت میں) کوئی رکاوٹ نہیں۔(۲)

مالدار آدمی کو پہلے نکاح کرنا چاہیے یا حج

(سید سابقؒ) اگر انسان کو نکاح کی ضرورت ہو اور نکاح نہ کرنے سے گناہ میں ملوث ہو جانے کا خطرہ ہو تو اسے حج سے پہلے نکاح کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اسے ایسا کوئی خدشہ نہ ہو تو نکاح سے پہلے حج کر لے۔ یہی حکم باقی فروض کفایہ یعنی علم اور جہاد کا ہے کہ اگر وہ بدکاری میں مبتلا ہونے سے خائف نہ ہو تو نکاح سے پہلے یہ کام کر سکتا ہے۔(۳)

---

(۱) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (ص / ۲۰۹)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۵/۱۸)]

(۳) [فقه السنة (۱۰۷/۲)]

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل افضل ہے 'فریضہ حج کی ادائیگی یا ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا یا نکاح کرنا ایسے شخص کے لیے جو کنوارہ ہو؟ تو مجلس نے یہ جواب دیا کہ 'اگر آپ اپنے نفس پر زنا میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہیں تو فریضہ حج اور عمرہ کی ادائیگی سے پہلے نکاح کر لیجئے اور اگر آپ اپنے نفس پر ایسی کسی چیز سے خائف نہیں ہیں تو شادی سے پہلے فریضہ حج اور عمرہ ادا کر لیجئے۔(۱)

مالدار پہلے اپنے والدین کو حج کرائے یا اپنا نکاح کرے

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے پاس جو مال موجود ہے اس کے ساتھ آپ کا اپنا نکاح کرنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ آپ اس مال کے ساتھ اپنے والدین کو حج کرائیں۔ کیونکہ شادی نظر کے جھکاؤ اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے۔" پس رسول اللہ ﷺ نے جب انسان میں طاقت موجود ہو شادی میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ پہلے اپنے نفس سے ابتدا کریں پھر اہل و عیال پر خرچ کریں۔

رہی بات آپ کے والدین کی تو اگر ان کے پاس حج کے لیے مال نہیں ہے تو ان پر حج واجب نہیں کیونکہ وہ دونوں اس کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور اگر آپ کے والدین اپنے مال سے فریضہ حج کی ادائیگی کی استطاعت سے پہلے ہی فوت ہو جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی درست ہے کہ جب آپ کے لیے میسر ہو تو ان کی طرف سے خود حج کر لیں یا اپنے مال سے کسی دوسرے کو ان کی طرف سے حج کرنے کے لیے مقرر کر دیں۔(۲)

اگر کسی کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح کرنا چاہے

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ جب کسی آدمی کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ اس کی بہن سے شادی کرنا چاہے تو کیا اس پر (دوسری شادی سے پہلے پہلی) بیوی کی عدت گزارنا ضروری ہے؟ تو مجلس افتاء نے فتویٰ دیا کہ جس شخص کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے ذمہ اس کی عدت کے بقدر انتظار کرنا لازم نہیں کیونکہ اسے اس کی ضرورت ہی نہیں۔

ایک دوسرے سائل نے دریافت کیا کہ اگر کسی آدمی کی بیوی فوت ہو جائے تو کیا اس کے لیے بیوی کی

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۱۳)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۱۲)]

وفات کے ایک ماہ بعد یا اس سے کم یا اس سے زیادہ مدت میں شادی کر لینا جائز ہے' جبکہ اس مسئلے میں بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے لیے اس وقت تک شادی کرنا جائز نہیں جب تک اس عورت کی عدت تین ماہ تک نہ پہنچ جائے' تو کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ مجلسِ افتاء نے اس کا جواب یوں دیا کہ جب کسی آدمی کی بیوی فوت ہو جائے تو اس کے لیے جب چاہے (دوسری) شادی کرنا جائز ہے۔(۱)

اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے یا اسے طلاق دے دے

- اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے' خواہ اس نے اس سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو' تو وہ اس کی وفات کے بعد 4 ماہ 10 دن عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو کیونکہ اگر وہ حاملہ ہے تو وہ حمل وضع ہونے کے فوراً بعد نکاح کر سکتی ہے۔
- اگر عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے تو اگر اسے حیض آتا ہے تو وہ 3 مرتبہ ایام حیض گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکے گی اور اگر اسے حیض نہیں آتا تو وہ 3 ماہ کا عرصہ گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم ایسی مطلقہ عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل کے فوراً بعد دوسرے نکاح کا استحقاق رکھتی ہے۔
- اگر عورت کو اس کے شوہر نے تیسری طلاق دے دی' پھر وہ کسی اور سے اسی کے ساتھ گزر بسر کے ارادے سے نکاح کر لے لیکن پھر کسی باہمی اختلاف کی وجہ سے وہ دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے دے تو اگر وہ چاہے تو پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔
- اگر شوہر کی وفات یا شوہر کی طرف سے طلاق کے بعد پھر عورت کسی دوسرے آدمی سے یا پہلے شوہر سے ہی نکاح کی خواہش مند ہو تو اسے روکنا جائز نہیں۔
- اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے تو وہ 4 سال تک انتظار کرے پھر شوہر کی وفات کی عدت یعنی 4 ماہ اور 10 دن تک عدتِ سوگ منا کر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لے۔

مذکورہ بالا تمام مسائل کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [البقرة: ٢٣٤]

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۱۱ ـ ۲۸)]

”تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں' وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں' پھر جب مدت ختم کر لیں تو جو اچھائی کے ساتھ وہ اپنے لیے کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے خبردار ہے۔“

(2) ﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوَءٍ ...... الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ...... فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ ﴾ [البقرة: ۲۲۸'۲۲۹'۲۳۰]

”طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں...... یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں' پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے...... پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے' پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔“

(3) ﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ' وَ أُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق: ٤]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں' اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا وضع ہونا ہے۔“

(4) ﴿ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْاْ بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [البقرة: ۲۳۲]

”اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔“

(5) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهًا وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلاَّ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾ [النساء: ۱۹]

”اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو' انہیں اس لیے روک

نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے' اس میں سے کچھ لے لو' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔"

(6) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لاپتہ آدمی کی بیوی 4 سال تک انتظار کرے' پھر شوہر کے فوت ہونے کی عدت گزارے یعنی 4 ماہ اور 10 دن اور اس کے بعد اگر چاہے تو شادی کر لے۔"(۱)

بے نماز سے نکاح کا حکم

ایسا بے نماز جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے وہ کافر ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

﴿ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ﴾

"کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔"(۲)

ایک دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

﴿ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ الصَّلَاةُ فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾

"بندے اور کفر و ایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کیا۔"(۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

﴿ لَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ ﴾ "نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔"(٤)

نیز متعدد اہل علم کا واضح الفاظ میں یہ فتویٰ موجود ہے کہ بے نماز کافر ہے جیسا کہ ان میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

---

(۱) [سنن سعيد بن منصور (۴۰۰/۱) مؤطا : كتاب الطلاق : باب عدة التي تفقد زوجها ' بيهقي في السنن الكبرى (٤٤٥/٧) عبد الرزاق (٨٨/٧)]

(۲) [مسلم (٨٢) كتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' أحمد (٣٧٠/٣) دارمي (٢٨٠/١) أبو داود (٤٦٧٨) كتاب الصلاة : باب في رد الارجاء ' ترمذي (٢٦١٨) ابن ماجة (١٠٧٨) الحلية لأبي نعيم (٢٥٦/٨) بيهقي (٣٦٦/٣)]

(۳) [صحیح : شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي (٨٢٢/٤)] اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام منذری نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[الترغيب والترهيب (٣٧٩/١)]

(٤) [مؤطا (٧٤) كتاب الطهارة : باب العمل فيمن غلبه الدم من جرح أو رعاف]

(نوویؒ) اگر کوئی شخص نماز چھوڑ دے اس کے اور کفر کے درمیان کوئی حائل باقی نہیں رہ جاتا۔(۱)

(شنقیطیؒ) بے نماز کافر ہے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ایسے لوگ اور کافر برابر ہیں۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) جو شخص نماز چھوڑ دے پھر اس چھوڑنے پر مصرو قائم رہے اور پھر ایسی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو وہ کافر فوت ہوا ہے۔(٤)

(ابن قیمؒ) انہوں نے ایسے لوگوں پر اظہار تعجب کیا ہے کہ جو وجوب نماز کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اسے چھوڑنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔(٥)

(شیخ عثیمینؒ) بے نماز کافر ہے۔(٦)

لہٰذا جب یہ بات ثابت ہے کہ بے نماز کافر ہے تو وہ خواہ مرد ہو یا عورت اس سے نکاح جائز نہیں۔ البتہ اگر نکاح سے پہلے وہ توبہ کر لے اور نماز کی پابندی کا عہد کرے اور پھر عملاً ایسا ہی کرے' جو محض شادی کے لیے نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے حکم پر عمل کی غرض سے ہو تو پھر اس سے نکاح جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مجلس افتاء) کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کرے جو نماز نہ پڑھتی ہو' ہاں اگر وہ نکاح سے پہلے صحیح توبہ کر لے اور نماز کی پابندی کرے (تو پھر اس سے نکاح درست ہے)۔(۷)

رمضان میں نکاح کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ ماہِ رمضان میں شادی کرنے کا دینی حکم کیا ہے کیا یہ مکروہ ہے جیسا کہ یہ بات مشہور ہے؟ تو مجلس افتاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ماہِ رمضان میں شادی مکروہ نہیں کیونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو۔(۸)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (١٧٨/٤)]

(۲) [أضواء البيان (٣١١/٤)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٤٠٧/٧)]

(٤) [الصارم المسلول (٥٥٤) مجموع الفتاوى (٩٧/٢٠)]

(٥) [كتاب الصلاة (ص/٦٢)]

(٦) [رسالة : حكم تارك الصلاة]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٣٠٣/١٨)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤٢/١٨)]

جس لڑکی کا والد بینک میں ملازم ہو اس سے نکاح کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) اگر وہ عورت جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں بذات خود صالح اور دین پر قائم ہو تو پھر آپ کو یہ چیز کچھ نقصان نہیں دے گی کہ اس کا والد بینک کا تنخواہ دار ہے اور یہ چیز آپ کو اس سے نکاح کرنے سے بھی نہیں روکے گی۔ مزید بر آں آپ اس کے والد کو یہ کام چھوڑنے کی نصیحت بھی کر سکتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ذریعے ہدایت دے دے۔(۱)

بغیر کسی عذر کے ساری زندگی نکاح نہ کرنے والے کا حکم

ایسا انسان دائرۂ اسلام سے تو خارج نہیں ہوگا کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے قرآن وسنت میں نکاح کے واضح حکم کی مخالفت کی وجہ سے وہ گناہگار ضرور ہوگا۔ لہٰذا اگر اسے ایسی عمر میں اپنے اس گناہ کا احساس ہو جائے کہ جس میں وہ نکاح کر سکتا ہو تو اسے توبہ کر کے فوراً نکاح کر لینا چاہیے اور اگر نکاح کی عمر گزر چکی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی توبہ ضرور کرنی چاہیے۔

لونڈی سے فائدہ اٹھانے کے لیے نکاح کی ضرورت نہیں

جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ حنین کے روز ایک لشکر مقام اوطاس کی جانب بھیجا۔ اس نے جنگ کے بعد اہل اوطاس پر غلبہ پالیا اور ان کی عورتوں کو قید کر لیا۔ آپ ﷺ کے کچھ صحابہ نے ان عورتوں سے ہم بستری کو گناہ سمجھا کیونکہ ابھی ان کے مشرک خاوند موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی کہ "اور وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو شادی شدہ ہیں الا کہ جو تمہاری مملوک ہو جائیں" یعنی وہ عورتیں جو تمہاری لونڈیاں بن جائیں وہ تمہارے لیے حلال ہیں (تم ان سے ہم بستری کر سکتے ہو' ہاں صرف ایک شرط ہے کہ) ان کی عدت (حائضہ کے لیے ایک ماہ اور حاملہ کے لیے وضع حمل) پوری ہو چکی ہو۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ استبرائے رحم (یعنی وضع حمل یا ایک حیض عدت) کے بعد قیدی عورتوں (یعنی لونڈیوں) سے ہم بستری جائز ہے' خواہ ان کے شوہر بھی موجود ہوں۔(۳)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۴۵)]

(۲) [مسلم (۱۴۵۶) كتاب النكاح : باب جواز وطء المسبية ' ابو داود (۲۱۵۵) ترمذی (۱۱۳۲)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۴/۳۱۱)]

باب المحرمات — حرام رشتوں کا بیان

حرام رشتے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَائُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ، اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَ مَقْتًا وَ سَاءَ سَبِيْلًا ، حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ وَ أَخَوَاتُكُمْ وَ عَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَ بَنَاتُ الْأُخْتِ وَ أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ أُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَ رَبَائِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ، وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ، وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ، كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ، وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَالِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾ [البقرة : ٢٢ - ٢٤]

”ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا ہے‘ یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے اور بڑی بری راہ ہے۔ حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں‘ تمہاری لڑکیاں‘ تمہاری بہنیں‘ تمہاری پھوپھیاں‘ تمہاری خالائیں‘ بھائی کی لڑکیاں‘ بہن کی لڑکیاں‘ تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے‘ تمہاری دودھ شریک بہنیں‘ تمہاری ساس‘ تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں‘ تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو‘ ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں‘ تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں‘ تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا‘ ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اور شوہر والی عورتیں الا کہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو‘ برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔“

(ابن قدامہؒ) امت نے ان تمام رشتوں کی حرمت پر اجماع کیا ہے جن کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نص بیان فرما دی ہے۔(۱)

---

(۱) [المغنی (۹/۵۱۳)]

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اگر ان میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ حرام رشتوں کی دو قسمیں ہیں:

❶ ایسے رشتے جو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔

❷ ایسے رشتے جو وقتی و عارضی طور پر حرام ہیں۔

❶ ہمیشہ کے لیے حرام رشتے

ہمیشہ کے لیے حرام رشتوں کے تین اسباب ہیں:

① نسب' یعنی خونی رشتے کے باعث

② مصاہرت' یعنی شادی کے باعث

③ رضاعت' یعنی دودھ پینے کے باعث

① نسب کی وجہ سے حرام رشتے

نسب کی وجہ سے سات رشتے حرام ہیں جن کی قدرے تفصیل حسب ذیل ہے:

1- " أمهات " (مائیں)۔ ان میں ماؤں کی مائیں (نانیاں) ان کی دادیاں اور باپ کی مائیں (دادیاں' پردادیاں اور ان سے آگے تک) سب شامل ہیں۔

2- " بنات " (بیٹیاں)۔ ان میں پوتیاں' نواسیاں اور پوتیوں اور نواسیوں کی بیٹیاں (نیچے تک) شامل ہیں۔ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی' بیٹی میں شامل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اسے بیٹی شمار کرتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اسے بیٹی شمار نہیں کرتے پس جیسے یہ لڑکی ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ أَوْلَادِكُمْ﴾ میں داخل نہیں اور بالاجماع وارث نہیں اسی طرح وہ اس آیت میں بھی داخل نہیں۔ (واللہ اعلم)(۱)

3- " أخوات " (بہنیں)۔ عینی ہوں یا اخیافی یا علاتی سب اس میں شامل ہیں۔

4- " عمات " (پھوپھیاں)۔ اس میں باپ کی سب مذکر اصول یعنی نانا' دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

5- " خالات " (خالائیں)۔ ان میں ماں کی سب مؤنث اصول (یعنی نانی' دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

---

(۱) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۲۸۸/٦) حلیة العلماء (۳۷۹/٦) نهایة المحتاج (۲٦٦/٦) بدایة المجتهد (۲۸/۲) حواشی التحفة (۲۹۹/۷) الشرقاوی علی التحریر (۲۱۰/۲)]

6- " بنت الأخ " (بھتیجیاں)۔ان میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بالوسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی وفرعی) شامل ہیں۔

7- " بنت الأخت " (بھانجیاں)۔ان میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی و فرعی) شامل ہیں۔یہ سات نسبی رشتے ہیں جو حرام ہیں۔

② شادی کی وجہ سے حرام رشتے

شادی کی وجہ سے چار رشتے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں:

1- "بیوی کی ماں" یعنی ساس، اس میں بیوی کی نانی، دادی بھی داخل ہے نیز اگر کسی عورت سے نکاح کے بعد بغیر مباشرت و ہم بستری کے ہی اسے طلاق دے دی جائے تب بھی اس کی ماں سے نکاح حرام ہوگا۔البتہ اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا۔

2- " ربیبہ " سے مراد وہ لڑکی ہے جو بیوی کے پہلے خاوند سے ہو۔اس کی حرمت مشروط ہے یعنی اگر اس کی ماں سے مباشرت کرلی گئی ہو تو اس سے نکاح حرام ہے بصورت دیگر حلال ہے اور " فِي حُجُورِكُمْ " کی قید غالب احوال کی وجہ سے ہی لگائی گئی ہے۔

3- "صلبی بیٹوں کی بیویاں" بیٹوں میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں۔مزید برآں اس سے معلوم ہوا کہ لے پالک بیٹیوں کی بیویوں سے نکاح حرام نہیں۔

4- "باپ کی بیوی" محض باپ کے شادی کر لینے سے وہ عورت بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔

③ رضاعت کی وجہ سے حرام رشتے

رضاعت یعنی دودھ پلانے کی وجہ سے چونکہ دودھ پلانے والی بچے کی ماں ٹھہرتی ہے اس لیے رضاعی ماں کی طرف سے بھی وہی سات رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو حقیقی ماں کی طرف سے حرام ہوتے ہیں۔

رضاعت کی وجہ سے حرام ہونے والے ان سات رشتوں کا بیان حسب ذیل ہے:

1- "دودھ پلانے والی عورت" کیونکہ دودھ پلانے کی وجہ سے وہ دودھ پینے والے کی ماں تصور ہوگی۔

2- "دودھ پلانے والی کی ماں" کیونکہ وہ اس کی نانی ہوگی۔

3- "دودھ پلانے والی کے شوہر کی ماں" کیونکہ وہ اس کی دادی ہوگی۔

4- "ماں کی بہن" کیونکہ وہ دودھ پینے والے کی خالہ ہوگی۔

5- "اس کے خاوند کی بہن" جو دودھ والا ہو' کیونکہ وہ اس کی پھوپھی ہو گی۔

6- "اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں" کیونکہ وہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔

7- "بہن" خواہ سگی ہو یا ماں یا باپ میں سے کسی ایک کی طرف سے۔(۱)

حرمت میں رضاعت بھی نسب کی طرح ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ ﴾

"جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔"(۲)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ﴾

"اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔"(۳)

(ابن قدامہؒ) ہر وہ عورت جو نسب کی وجہ سے حرام کی گئی ہے اسی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے اور وہ یہ ہیں: مائیں' بیٹیاں' بہنیں' پھوپھیاں' خالائیں' بھتیجیاں اور بھانجیاں (واضح رہے کہ ان میں بھی وہی تفصیل ہے جو نسبی محرمات کے بیان میں پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں)۔(٤)

(نوویؒ) دودھ پینے والے اور پلانے والی کے درمیان رضاعت کی حرمت کے ثبوت پر امت نے اجماع کیا ہے۔ بلاشبہ وہ اس عورت کا بیٹا بن جائے گا اور اس پر اس عورت سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گا۔(٥)

رضاعت کی وجہ سے اثباتِ حرمت کی دو شرطیں

① دو سال کی عمر سے پہلے دودھ پلایا گیا ہو' جیسا کہ قرآن میں دودھ پلانے کی مدت یوں مذکور ہے:

---

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۱/٤٤٤ـ٤٥٦) فقه السنة (۱٤٨/٢)]

(۲) [بخاری (٥٠٩٩) کتاب النکاح : باب قول الله تعالیٰ : وأمهاتکم اللاتی أرضعنکم ' موطا (٦٠١/٢) مسلم (١٤٤٤) کتاب الرضاع : باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ' نسائی (١٠٢/٦) دارمی (١٥٥/٢) عبدالرزاق (٤٧٦/٧) أبو یعلی (٣٣٨/٧) بیهقی (١٥٩/٧)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (٢٨٤/٦) ترمذی (١١٤٦) کتاب الرضاع : باب ما جآء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ' أحمد (١٣١/١)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٥١٩/٩)]

(٥) [شرح مسلم (٢٧٤/٥)]

﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ [البقرة : ٢٣٣] "مکمل دو سال۔"

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ ﴾

"صرف اُس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جس سے بچے کی انتڑیوں میں پھیلاؤ پیدا ہو جبکہ یہ رضاعت دودھ پلانے کی مدت میں ہو۔"(۱)

(ترمذیؒ) اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر علماء میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ حرمت صرف تب ثابت ہوتی ہے جب دو سال کے اندر اندر دودھ پلایا گیا ہو اور جو دودھ دو سال کی عمر کے بعد پلایا جائے اس سے کچھ بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔(۲)

② پانچ مرتبہ الگ الگ دودھ پلایا گیا ہو' جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾

"قرآن کریم میں یہ حکم نازل کیا گیا کہ دس مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو گی لیکن پھر اس حکم کو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا (اور پھر پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے ہی حرمت ثابت ہوتی حتی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ان کی قرآن کریم میں تلاوت کی جاتی تھی۔"(۳)

(احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے (ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے:

﴿ حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ [الأحقاف : ١٥] نیز ان کے نزدیک دودھ کم پلایا ہو (خواہ ایک ہی مرتبہ) یا زیادہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن میں عموم ہے:

﴿ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ٢٣] "اور وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں

---

(۱) [صحيح : صحيح ترمذى ' ترمذى (١١٥٢) كتاب الرضاع : باب ما جاء ما ذكر أن الرضاعة لا تحرم الا فى الصغر ' تحفة الأشراف (١٣/٦٠)]

(۲) [أيضا]

(۳) [مسلم (١٤٥٢) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات ' ابو داود (٢٠٦٢) كتاب النكاح : باب هل يحرم ما دون خمس رضعات ' ترمذى (١١٥٠) كتاب الرضاع : باب ما جاء لا تحرم المصة ولا المصتان ' ابن ماجه (١٩٤٢) كتاب النكاح : باب لا تحرم المصة ولا المصتان ' نسائى (٦/١٠٠)]

دودھ پلایا۔"(۱)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔(۲)

❷ عارضی طور پر حرام رشتے

ہمارے علم کے مطابق عارضی طور پر حرام رشتے 10 ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① دو رضاعی یا نسبی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا۔

② پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا۔

③ کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا۔

④ کسی دوسرے کی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرنا۔

⑤ جسے خود تیسری طلاق دی ہو اس سے نکاح کرنا۔

⑥ زانیہ وبدکار عورت یا مرد سے پاکدامن کا نکاح کرنا۔

⑦ کافر ومشرک مرد یا عورت سے نکاح کرنا۔

⑧ چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا۔

⑨ محرم کا نکاح۔

⑩ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت کے باوجود لونڈی سے نکاح کرنا۔

① دو رضاعی یا نسبی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا

(1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ [النساء : ۲۳]

"(حرام ہے) تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا' ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔"

(2) حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ ﴾

"میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں

---

(۱) [نیل الأوطار (٤١٨/٤) تفسير اللباب في علوم الكتاب (٢٩٠/٦) الأم (٢٩/٥) المبسوط (١٣٥/٥) بداية المجتهد (٣٦/٢)]

(۲) [المغني لابن قدامة (٣١٩/١١)]

ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ان دونوں میں سے جسے چاہے طلاق دے دے۔"(۱)

(شوکانی ؒ) عقدِ نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنے کی ممانعت پر امت کا اجماع ہے۔(۲)

(حافظ ابن حجر ؒ) فرماتے ہیں کہ دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا بالا جماع حرام ہے خواہ وہ سگی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا رضاعی بہنیں ہوں۔ جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں وہ اسلام کے باغی اور شریعت کی نظر میں سخت ترین مجرم ہیں۔(۳)

(ابن رُشد ؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ عقدِ نکاح میں دو بہنوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔(٤)

(قرطبی ؒ) آیت میں لفظ ﴿ أُخْتَانِ ﴾ "دو بہنیں" سب کو شامل ہے خواہ نکاح کے ذریعے دو بہنوں کو جمع کیا جائے یا ملکیت (یعنی لونڈی) بنا کر۔ نیز اُمت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی وجہ سے دو بہنوں کو نکاح کے ایک عقد میں جمع کرنا ممنوع ہے۔(٥)

❏ (شافعی ؒ، مالک ؒ، احمد ؒ) اگر کوئی آدمی مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں جو اس کے ساتھ ہی مسلمان ہو جائیں تو اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ ان دونوں میں سے جسے چاہے رکھ لے خواہ جسے وہ رکھ رہا ہے اس سے نکاح پہلے ہوا ہو یا دوسری سے۔

(ابو حنیفہ ؒ) اگر اس نے ان دونوں بیویوں سے اکٹھے نکاح کیا ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھے اور اگر ایک کے بعد دوسری سے نکاح کیا ہو تو پھر اسے اختیار ہے کہ پہلی کو رکھ لے اور دوسری کو چھوڑ دے۔

(شوکانی ؒ) پہلے علما کا قول ظاہر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے (فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے) ایسی کوئی تفصیل طلب نہیں فرمائی تھی اور (مزید) آپ ﷺ نے مطلق طور پر فرمایا تھا کہ ان میں سے جسے چاہے رکھ لے۔(٦)

❏ یاد رہے کہ اگر ایک بہن کی وفات ہو جائے تو پھر اس کی دوسری بہن سے نکاح جائز ہے' اسی طرح اگر

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹٤۰) کتاب الطلاق : باب فی من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع ' ابو داود (۲۲٤۳) ترمذی (۱۱۳۰) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل يسلم وعنده أختان ' ابن ماجه (۱۹٥۱) کتاب النکاح : باب الرجل يسلم وعنده أختان ' احمد (۲۳۲/٤)]

(۲) [تفسیر فتح القدير (٥۷۳/۱)]

(۳) [فتح الباری (تحت الحدیث / ٥۱۰۷)]

(٤) [بداية المجتهد (۷۰/۲)]

(٥) [تفسير قرطبی (۱۱۲/٥)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۳۰۷/٤) نیل الأوطار (۱۸۲/٦)]

ایک بہن کو رجعی طلاق دے دی ہو تو اس کے عدت گزار لینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے اور اگر بائنہ (یعنی تیسری) طلاق دی ہو تو اس کے عدت گزار لینے تک انتظار کرنا ضروری نہیں۔

(سید سابق") علما کا اجماع ہے کہ آدمی اگر اپنی بیوی کو رجعی طلاق دے دے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے یا اس کے علاوہ کسی چوتھی سے نکاح کرے کیونکہ ابھی رشتہ زوجیت قائم ہے اور اسے کسی وقت بھی رجوع کا حق حاصل ہے۔

اختلاف اس بائنہ طلاق میں ہے جس کے بعد وہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، امام مجاہد"، امام نخعی"، امام سفیان ثوری"، احناف اور امام احمد" کا کہنا ہے کہ عدت گزرنے تک اس کی بہن سے یا کسی اور چوتھی عورت سے نکاح جائز نہیں کیونکہ عدت گزرنے سے پہلے حکماً نکاح باقی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر نفقہ واجب ہے۔

امام ابن منذر" فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں امام مالک" کا بھی یہی قول ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے کہ وہ (عدت کے دوران ہی) اس کی بہن یا اس کے سوا چوتھی سے نکاح کر سکتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب"، امام حسن" اور امام شافعی" کا کہنا ہے کہ طلاق بائنہ سے چونکہ عقد ختم ہو گیا اس لیے اب دو محرمات میں جمع ہے ہی نہیں۔(۱)

② پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا﴾

"رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا جس کی پھوپھی یا خالہ اس کے نکاح میں ہو۔"(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [فقه السنة (۱۵۹/۲۔۱٦۰)]

(۲) [بخاری (۵۱۰۸) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ' مسلم (۱٤۰۸) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح ' ابو داود (۲۰٦٦) کتاب النکاح : باب ما یکره أن یجمع بینهن من النساء ' ابن ماجه (۱۹۲۹) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ' نسائی (۳۲۸۹) وفی السنن الکبری (۵٤۱۹) ابن حبان (٤۱۱۳) شرح السنة للبغوی (۲۲۷۷) بیهقی (۱٦۵/۷) موطا (۱۱۲۹) کتاب النکاح : باب ما لا یجمع بینه من النساء]

﴿لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا﴾

"ایک مرد کے نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو جمع نہ کیا جائے۔"(۱)

(نوویؒ) یہ حدیث تمام علما کے مذاہب کی دلیل ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ پھوپھی اور خالہ حقیقی ہو یعنی باپ کی بہن اور ماں کی بہن یا مجازی یعنی باپ کے باپ کی بہن یا دادے کے باپ کی بہن اور اوپر تک یا ماں کی ماں کی بہن یا نانی کی ماں کی بہن اور اوپر تک۔ علماء کا اجماع ہے کہ ان سب کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

البتہ خوارج اور شیعہ کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ انہیں جمع کرنا جائز ہے۔ انہوں نے اللہ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے کہ "ان عورتوں کے علاوہ تمہارے لیے (دوسری عورتوں کو) حلال کیا گیا ہے۔" [النساء : ۲٤] جبکہ جمہور اہل علم نے ان احادیث کے ساتھ حجت پکڑی ہے اور ان کے ذریعے آیت کی تخصیص کی ہے اور صحیح مؤقف جس پر جمہور اُصولیین ہیں یہ ہے کہ خبر واحد کے ساتھ عموم قرآن کی تخصیص جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے اس چیز کی وضاحت کرنے والے ہیں جو کتاب اللہ سے ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔(۲)

(شافعیؒ) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔(۳)

(ابن عبد البرؒ) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔(٤)

(ابن حزمؒ، ابن منذرؒ) انہوں نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(٥)

(ترمذیؒ) عام اہل علم اسی پر ہیں اور ہمیں ان کے درمیان اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(٦)

(شوکانیؒ، امیر صنعانیؒ) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۵۱۰۹) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ' مسلم (۱٤۰۸) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح ' أحمد (۲/٤٦٥) سعید بن منصور (۱/۲۰۹) مسند شافعی (۲/۱۸) عبدالرزاق (۱۰۷۵۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۵/۳۰۹)]

(۳) [معرفة السنن والآثار للبیهقی (۱۰/۱۰٦)]

(٤) [التمهید (۱۸/۲۷۷)]

(٥) [کما فی فتح الباری (۱۰/۲۰۲) الإجماع لابن المنذر (ص/۹٥)]

(٦) [جامع ترمذی (بعد الحدیث/ ۱۱۲٦)]

(۷) [نیل الأوطار (٤/۲۲۸) سبل السلام (۳/۱۳۲۹)]

(قرطبیؒ، صدیق حسن خانؒ) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔(۱)

③ کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ [البقرة : ٢٤]

”(حرام ہیں) شوہر والی عورتیں الا کہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں۔“

یعنی کسی کی منکوحہ عورت سے بھی نکاح حرام ہے لیکن اگر وہ لونڈی ہو تو پھر اس سے مباشرت جائز ہے جبکہ استبرائے رحم ہو چکا ہو یا حاملہ ہے تو وضع حمل ہو چکا ہو جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسَ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ " وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ " أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ﴾

”جنگ حنین کے روز رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر (مقام) اوطاس کی جانب بھیجا۔ وہ دشمن سے ملے، ان سے جنگ کی، ان پر غالب آگئے اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا تو نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ نے ان سے مجامعت کو گناہ سمجھا اس لئے کہ ان کے مشرک خاوند موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ”اور وہ عورتیں جو شادی شدہ ہیں (تم پر حرام ہیں) مگر جو تمہاری مملوک ہو جائیں۔“ یعنی تمہارے لیے وہ عورتیں حلال ہیں جب ان کی عدت پوری ہو جائے۔“(۲)

عدت سے مراد یہ ہے کہ اگر لونڈی حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ہم بستری کر سکتا ہے اور اگر اسے حیض آتا ہے تو استبرائے رحم کے لیے ایک حیض گزر جانے کے بعد ہم بستری جائز ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) کسی دوسرے آدمی سے عورت کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک پہلا شوہر

---

(۱) [الروضة الندية (٥٠/٢)]

(۲) [مسلم (١٤٥٦) كتاب النكاح : باب جواز وطء المسبية بعد الاستبراء وان كان لها زوج انفسخ نكاحها بالسبي ' ابو داود (٢١٥٥) كتاب النكاح : باب في وطء السبايا ' ترمذى (١١٣٢) كتاب النكاح : باب ما جاء في الرجل يسبى الأمة ولها زوج ' نسائى (٣٣٣٣) وفى السنن الكبرى (١١٠٩٦)]

اسے طلاق نہ دے دے اور پھر اس کی عدت نہ پوری ہو جائے۔(۱)

④ کسی دوسرے کی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاء أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلاَّ أَن تَقُولُواْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا وَلاَ تَعْزِمُواْ عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىَ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [البقرة : ٢٣٥]

"تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارۃً، کنایۃً ان عورتوں سے نکاح کی بابت کہو' یا اپنے دل میں پوشیدہ ارادہ کرو' اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے' لیکن تم ان سے پوشیدہ وعدے نہ کر لو' ہاں یہ اور بات ہے کہ تم بھلی بات بولا کرو اور جب تک عدت ختم نہ ہو جائے عقد نکاح پختہ نہ کرو' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی باتوں کا بھی علم ہے' تم اس سے خوف کھاتے رہا کرو اور یہ بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بخشش اور علم والا ہے۔"

(حافظ صلاح الدین یوسف) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ بیوہ یا وہ عورت' جس کو تین طلاقیں مل چکی ہوں' یعنی طلاق بائنہ' ان کی بابت کہا جا رہا ہے کہ عدت کے دوران ان سے اشارے کنائے میں تو تم نکاح کا پیغام دے سکتے ہو (مثلا میرا شادی کا ارادہ ہے' یا میں کسی نیک خاتون کی تلاش میں ہوں' وغیرہ) لیکن ان سے کوئی خفیہ وعدہ مت لو اور نہ مدت گزرنے سے قبل عقدِ نکاح پختہ کرو۔ لیکن وہ عورت جس کو خاوند نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں' اس کو عدت کے اندر اشارے کنائے میں بھی نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں' کیونکہ جب تک عدت نہیں گزر جاتی' اس پر (پہلے) خاوند کا ہی حق ہے' ممکن ہے خاوند رجوع ہی کر لے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جاہل لوگ عدت کے اندر ہی نکاح کر لیتے ہیں' اس کی بابت حکم یہ ہے کہ اگر ان کے درمیان ہم بستری نہیں ہوئی ہے تو فوراً ان کے درمیان تفریق کرا دی جائے اور اگر ہم بستری ہو گئی ہے تب بھی تفریق تو ضروری ہے' تاہم دوبارہ ان کے درمیان (عدت گزرنے کے بعد) نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ ان کے درمیان اب کبھی باہم نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک دوسرے کے لیے ابدی طور پر حرام ہیں' لیکن جمہور علماء ان کے درمیان نکاح

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲٤٩/۱۸)]

کے جواز کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن رُشدؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ عدت میں نکاح جائز نہیں خواہ عدتِ حیض ہو یا عدتِ حمل ہو یا عدتِ اشہر ہو (یعنی مہینوں کی عدت مراد ہے تین ماہ)۔(۲)

(ابن حزمؒ) کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عدت گزارنے والی عورت کو پیغامِ نکاح دے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی۔(۳)

(ابن عربیؒ) اللہ تعالیٰ نے عدت میں نکاح حرام کیا ہے اور بیوی پر انتظار واجب قرار دیا ہے۔(٤)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) عدت پوری ہونے سے پہلے عقد نکاح جائز نہیں۔(٥)

⑤ جسے خود تیسری طلاق دی ہو اس سے نکاح کرنا

جس عورت کو خود تیسری طلاق دی ہو اس سے نکاح جائز نہیں۔ہاں اگر وہ کسی دوسرے آدمی سے صحیح نکاح کرے اور پھر وہ اس سے ہم بستری کے بعد اسے از خود طلاق دے تو پھر وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی اور وہ اس کے ساتھ نکاح کر سکے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ﴾ [البقرة : ٢٣٠]

”پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔“

اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿جَاءَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ ﴾

---

(١) [تفسير أحسن البيان (ص / ٩٩)]

(٢) [بداية المجتهد (٧٩/٢)]

(٣) [المحلى بالآثار (٦٨/٩)]

(٤) [تفسير أحكام القرآن لابن العربي (ص / ٢٤٥)]

(٥) [تيسير الكريم الرحمن (١٢١/١)]

"حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی۔ پھر مجھے انہوں نے طلاق دے دی اور قطعی طلاق دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ لیکن ان کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے (یعنی اس میں قوت و حرکت نہیں ہے)۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ 'کیا تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے؟ لیکن تو اس وقت تک ان سے اب شادی نہیں کر سکتی جب تک تو عبدالرحمٰن بن زبیر کا مزانہ چکھ لے اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لے (یعنی دونوں باہم جماع کر لو)۔" (۱)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب (مطلقہ ثلاثہ) عورت پہلے شوہر کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے پھر وہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ دخول و جماع بھی کر لے تو پہلے شوہر پر اس عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسرا شوہر اسے (خود) طلاق دے دے یا فوت ہو جائے۔ پھر یقیناً وہ عورت اس (پہلے شوہر کے لیے) حلال ہو گی۔ (۲)

(سید سابق ؒ) جس عورت کو تیسری طلاق دی گئی ہے وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک وہ کسی اور سے صحیح نکاح نہ کر لے۔ (۳)

(قرطبی ؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٤)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی ؒ) کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے سے مراد ہے ایسا نکاح جو صحیح ہو اور پھر وہ اس سے ہم بستری بھی کرے کیونکہ شرعی نکاح صرف صحیح نکاح ہی ہوتا ہے اور اس میں عقد اور ہم بستری دونوں چیزیں شامل ہوتی ہیں اور اس پر اتفاق ہے۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرا نکاح رغبت کے ساتھ کیا گیا ہو اور اگر اس نکاح سے محض عورت کو

---

(۱) [بخاری (۲٦۳۹) کتاب الشهادات : باب شهادة المختبی ' مسلم (۱٤۳۳) کتاب النکاح : باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیره ' ابو داود (۲۳۰۹) کتاب الطلاق : باب المبتوتة لا یرجع الیها زوجها حتی تنکح زوجا ' ابن ماجه (۱۹۳۲) کتاب النکاح : باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا فتتزوج ' ترمذی (۱۱۱۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فیمن یطلق امرأته ثلاثا فیتزوجها آخر ' موطا (۵۳۱/۲) احمد (۳٤/٦) دارمی (۱٦۲/۲) حمیدی (۲۲٦) عبد الرزاق (۱۱۱۳۱) طبری (٤۸۸۹) أبو یعلی (٤٤۲۳) ابن الجارود (٦۸۳) بیهقی (۳۷٤/۷)]

(۲) [تفسیر فتح القدیر (۳۱۵/۱)]

(۳) [فقه السنة (۱٦۱/۲)]

(٤) [تفسیر قرطبی (۱٤۰/۳)]

پہلے شوہر کے لیے حلال کرنا مقصود ہوا تو یہ نکاح نہیں ہے اور نہ ہی یہ عورت کو (پہلے شوہر کے لیے) حلال کرے گا۔(۱)

(شیخ عبدالرزاق مہدی) عورت کے پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کی تین شرائط ہیں:

1- عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے۔

2- نکاح صحیح ہو کیونکہ اگر نکاح فاسد ہوا تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

3- دوسرا شوہر اس سے شرمگاہ میں جماع کرے کیونکہ اگر اس نے شرمگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً دبر (یعنی پشت) میں جماع کر لیا تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔(۲)

(حافظ صلاح الدین یوسف) مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس طلاق سے مراد تیسری طلاق ہے۔ یعنی تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح۔ البتہ یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر لے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے' یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد زوج اول سے اس کا نکاح جائز ہوگا۔ لیکن اس کے لیے ہمارے ملک میں جو حلالہ کا طریقہ رائج ہے' یہ لعنتی فعل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حلالہ کی غرض سے کیا گیا نکاح' نکاح نہیں ہے' زناکاری ہے۔ اس نکاح سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔(۳)

⑥ پاکدامن کا کسی زانیہ و بدکار عورت یا مرد سے نکاح کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۳]

"زانی مرد صرف زانی یا مشرک عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانی عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے اور یہ (نکاح) مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ

---

(۱) [تيسير الكريم الرحمن (۱۱۸/۱)]

(۲) [التعليق على تفسير أحكام القرآن لابن العربي (ص / ۲۳۰)]

(۳) [تفسير أحسن البيان (ص / ۹۵)]

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [المائدة : ٥]

”تمام پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لیے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں)۔“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے صرف پاکدامن عورتیں ہی حلال کی ہیں۔

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ مَرْثَدَ بْنَ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ كَانَ يَحْمِلُ الْأَسَارَى بِمَكَّةَ وَكَانَ بِمَكَّةَ بَغِيٌّ يُقَالُ لَهَا عَنَاقُ وَكَانَتْ صَدِيقَتَهُ قَالَ جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْكِحُ عَنَاقَ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي فَنَزَلَتْ "وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ" فَدَعَانِي فَقَرَأَهَا عَلَيَّ وَقَالَ لَا تَنْكِحْهَا ﴾

”حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ مکہ سے قیدی اٹھا کر لایا کرتے تھے اور مکہ میں ایک بدکار عورت تھی جسے ”عناق“ کہا جاتا تھا اور وہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کی دوست تھی۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کیا میں عناق سے نکاح کر لوں؟ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ خاموش رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی ”زانیہ عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے۔“ تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا' تو اس سے نکاح مت کر۔“ (١)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَجْلُودُ إِلَّا مِثْلَهُ ﴾

”ایسا زانی جسے کوڑے لگے ہوں صرف اپنے جیسے زانی سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔“ (٢)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) مومنوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی بدکار مرد یا کسی بدکار عورت سے نکاح کریں۔ (پہلی آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ) یہ آیت واضح دلیل ہے کہ زانیہ عورت سے نکاح حرام ہے حتی کہ وہ توبہ کر لے اور اسی طرح بدکار مرد سے نکاح حرام ہے حتی کہ وہ توبہ کر لے۔ (٣)

---

(١) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (١٨٠٦) كتاب النكاح : باب في قوله تعالىٰ : الزاني لا ينكح إلا زانية ' ابو داود (٢٠٥١) ترمذى (٣١٧٧) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة النور ' نسائى (٦٦/٦)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٠٧) كتاب النكاح : باب في قوله تعالىٰ : الزاني لا ينكح إلا زانية ' ابو داود (٢٠٥٢) أحمد (٣٢٤/٢)]

(٣) [تيسير الكريم الرحمن (٧٦٥/٢)]

(شوکانیؒ) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ کسی آدمی کے لیے ایسی عورت سے نکاح جائز نہیں جس سے زنا ظاہر ہو اور اسی طرح کسی عورت کے لیے ایسے مرد سے نکاح جائز نہیں جس سے زنا ظاہر ہو اور اس پر قرآن کریم کی وہ آیت بھی دلالت کرتی ہے جس کے آخر میں مذکور ہے کہ ﴿ وَحُرِّمَ ذَالِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ "اور یہ (نکاح) مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔" پس بلاشبہ یہ الفاظ حرمت میں واضح ہیں۔(۱)

(سید سابقؒ) آدمی کے لیے کسی بدکار عورت سے نکاح حلال نہیں اور نہ ہی کسی عورت کے لیے کسی بدکار مرد سے نکاح حلال ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ شادی اور زنا میں بہت بڑا فرق ہے۔ شادی معاشرے کی تشکیل اور اس کے وجود کی جڑ ہے اور یہ فطری قانون ہے جس پر جہان چل رہا ہے اور یہ وہ طریقۂ کائنات ہے جو زندگی کی قدر و قیمت مقرر کرتا ہے' یہی حقیقی شفقت اور صحیح محبت ہے۔ نیز یہ زندگی اور جہان کی تعمیر اور خاندانی بنیاد کی شراکت میں تعاون ہے۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان کو زانیہ کے دامن میں پھینک دے اور نہ ہی یہ چاہتا ہے کہ ایک مسلمان عورت کو ایک زانی کے ہاتھ میں چھوڑ دے پھر وہ اس کی کم تر روح کے تحت اس کے بیمار نفس کی شریکۂ حیات بنی رہے اور یہ مختلف جراثیم والا اور مختلف امراض سے بھرا نفس اس کے ساتھ زندگی گزارے...... زانی اپنی دنیا میں بھی کیسے خوش بخت رہ سکتے ہیں جبکہ وہ خطرناک امراض کا سرچشمہ ہیں۔ جو امراض انہیں بہت پریشان رکھتے ہیں اور ان کے تمام اعضاء میں اکثر کمزوری پیدا کر دیتے ہیں۔ شاید کہ "زہری" اور "سیلان الرحم" وہی جنسی امراض ہیں جو خود ہی زانیوں کو اپنے سے پھیلنے والا شر بنا دیتے ہیں' جنہیں دنیا سے مٹانا اور زمین کو ان سے پاک کرنا ضروری ہے۔ وہ زمین انسانیت کے لیے کیسے موزوں ہو سکتی ہے جس میں ایسے زانی ہوں جو اپنے نفسانی امراض کو اپنی نسلوں کی طرف منتقل کرتے ہیں اور ان امراض کے ساتھ ساتھ وہ "زہری" جیسی موروثی مرض بھی منتقل کرتے ہیں اور وہ خاندان کیسے خوش بخت ہو سکتا ہے جو ایسے بدصورت و بدسیرت بچے جنم دیتا ہے جن کا سبب وہ بیماریاں ہوتی ہیں جو تناسلی اعضاء تک پہنچتی ہیں۔(۲)

---

(۱) [كما في فقه السنة (۱٦٣/۲)]

(۲) [فقه السنة (۱٦۲/۲)]

(شیخ سلیم ہلالی) پاکدامن مرد پر زانیہ عورت سے اور اسی طرح پاکدامنہ عورت پر زانی مرد سے نکاح حرام ہے۔(۱)

☐ جس روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ﴿إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ﴾ "میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ نہیں روکتی۔" پھر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کا اس سے نکاح برقرار رکھا۔"(۲)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورت بدکار تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورت محض کسی چھونے والے کے ہاتھ کو روکتی نہیں تھی یعنی غیرت و حمیت میں کمال درجے کی نہیں تھی۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی ﷺ نے ایک پاک دامن مرد کا نکاح ایک بدکار عورت سے قائم رکھا۔ تاہم اس سے اتنا مفہوم ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے کسی کا ہاتھ نہ روکنے پر طلاق کا مشورہ دے دیا تو اگر عورت زانیہ ہو تو بالاولیٰ اسے طلاق دے دینی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

☐ یاد رہے کہ اگر بدکار مرد یا عورت سچی توبہ کر لے تو پھر اس سے پاکدامن مرد یا عورت کا نکاح درست ہے کیونکہ سچی توبہ کر لینے سے گزشتہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ‎ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ‎ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [الفرقان: ٦٨-٧٠]

"اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ حق کے سوا اسے قتل نہیں کرتے' نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے روز قیامت دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں' ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے' اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔"

---

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۳۷/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۰۴) كتاب النكاح : باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء' ابو داود (۲۰۴۹)]

(سید سابق ؒ) اگر زانی مرد یا عورت توبہ کر لے تو پھر اس سے نکاح درست ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اگر زانی مرد اور عورت میں سے ہر ایک شادی سے پہلے استغفار کے ذریعے' ندامت اور گناہ سے رکنے کے ذریعے توبہ کرے اور ان میں سے ہر ایک نئے سرے سے پاکیزہ زندگی گزارے' جو زندگی گناہ سے مبرا اور میل سے پاک ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی توبہ قبول کرے گا اور اپنی رحمت سے ان دونوں کو اپنے نیک بندوں میں شامل کرے گا۔(۱)

⑦ کافر و مشرک مرد یا عورت سے نکاح کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلاَ تَنكِحُواْ الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلاَ تُنكِحُواْ الْمُشِرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُواْ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُوْلَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللّهُ يَدْعُوَ إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ [البقرہ : ۲۲۱]

"اور تم شرک کرنے والی عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں' ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے' گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ تم شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے' گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے' وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرما رہا ہے' تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ [الممتحنة : ۱۰]

"کافر عورت کی عصمت (عقدِ نکاح) کو اپنے قبضہ میں مت رکھو۔"

(ابن رُشدؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لیے بت پرست عورت سے نکاح جائز نہیں۔(۲)

(سید سابق ؒ) اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ مسلمان کے لیے بت پرست عورت سے شادی کرنا حلال نہیں اور نہ وہ کسی زندیقہ سے شادی کر سکتا ہے' نہ اسلام سے مرتد ہونے والی سے' نہ گائے کی پجاری سے' نہ

---

(۱) [فقه السنة (۱۶۲/۲ ـ ۱۶٤)]

(۲) [بداية المجتهد (۷٤/۲)]

وحدۃ الوجود کی قائل سے' جو ملحدوں جیسے مذہب رکھتی ہو اس سے بھی نکاح جائز نہیں۔(۱)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) پہلی آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ عام ہے اس میں تمام مشرکہ عورتیں شامل ہیں' تاہم آیتِ مائدہ نے اہل کتاب کی عورتوں (سے نکاح) کے جواز کے بارے میں اس آیت کی تخصیص کر دی ہے۔ البتہ یہ آیت عام ہے کہ "تم مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتیں مت دو۔" اس میں کوئی تخصیص نہیں (یعنی کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک سے کسی صورت میں بھی جائز نہیں خواہ کوئی مرد اہل کتاب سے ہی کیوں نہ ہو)۔

نیز آیت میں اہل شرک سے نکاح نہ کرنے کی جو علت بیان کی گئی ہے (کہ وہ آگ کی طرف بلاتے ہیں) اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہر مشرک و بدعتی سے میل جول رکھنا ممنوع ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) کسی مسلمان عورت کا کافر کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔(۳)

- (شوکانیؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے کہ مشرکین کی قیدی عورتوں سے ہم بستری حلال ہے اور اس مسئلے میں کسی مخالف کا اختلاف نہیں۔(٤)
- یاد رہے کہ اگر کوئی کافر و مشرک مرد یا عورت مسلمان ہو جائے تو پھر اس سے بالاتفاق نکاح جائز ہے۔

⑧ چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْ﴾[النساء : ٣]

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو' دو دو' تین تین' چار چار سے' لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی' یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔"

---

(۱) [فقه السنة (۱٦٧/٢)]

(۲) [تيسير الكريم الرحمن (۱۱۳/۱)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲٦٥/۱۸)]

(٤) [السيل الجرار (۲٤٤/۲) مزید دیکھئے: موسوعة الاجماع فى الفقه الاسلامى (۱٥٤/۱)]

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَسْلَمَ غَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا ﴾

”حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا' ان میں سے چار کو رکھ لو (اور باقی عورتوں کو چھوڑ دو)۔“(۱)

(ابن رُشدؒ) جمہور اہل علم کا اتفاق ہے کہ پانچویں (عورت سے نکاح) جائز نہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔(۳)

☐ ہاں اگر چار بیویوں میں سے کوئی فوت ہو جائے یا ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے دے تو اس کی عدت گزرنے کے بعد کسی اور عورت سے نکاح جائز ہے۔

⑨ محرم کا نکاح

محرم شخص کے لیے نکاح کرنا' نکاح کرانا اور نکاح کا پیغام بھیجنا' سب ناجائز و ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ ﴾

”محرم شخص نہ نکاح کرے' نہ نکاح کرائے اور نہ ہی نکاح کا پیغام بھیجے۔“(٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ﴾

---

(۱) [صحیح : ارواء الغلیل (۱۸۸۳) صحیح ابن ماجه (۱۹۵۳) ابن ماجه ' کتاب النکاح : باب الرجل یسلم وعنده أکثر من أربع نسوة ' ترمذی (۱۱۲۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة ' ابن حبان (۱۳۷۷) احمد (۱۳/۲) بیهقی (۱۸۱/۷) دارقطنی (۲٦۹/۳) حاکم (۱۹۳/۲)]

(۲) [بدایة المجتهد (٦۸/۲)]

(۳) [السیل الجرار (۲٤٦/۲)]

(٤) [مسلم (۱٤۰۹) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح المحرم وکراهة خطبته ' موطا (۳٤۸/۱) ابو داود (۱۸٤۱) کتاب المناسك : باب المحرم یتزوج ' ترمذی (۸٤۰) کتاب الحج : باب ما جاء فی کراهیة تزوج المحرم ' ابن ماجة (۱۹٦٦) کتاب النکاح : باب المحرم یتزوج ' نسائی (۱۹۲/۵) ابن الجارود (٤٤٤) شرح معانی الآثار (۲٦۸/۲) دارقطنی (۲٦۷/۲) بیهقی (٦٥/٥) مسند شافعی (۳۱٦/۱) أحمد (٦۹/۱) دارمی (۱٤۱/۲) طیالسی (۱۰۳۰)]

”نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔“ (۱)

وہ محض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہم ہے جیسا کہ سعید بن میسبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وہم ہو گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حالتِ احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔“ (۲)

مزید برآں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ حَلَالَانِ بِسَرِفَ ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت ہم دونوں سرف مقام پر حلال (یعنی حالت احرام میں نہیں) تھے۔“ (۳)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، لیثؒ، اوزاعیؒ) حالتِ احرام میں شادی کرنا یا کروانا حرام ہے۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

(احناف) محرم کے لیے اسی طرح شادی کرانا بھی جائز ہے جیسے اس کے لیے جماع کی غرض سے کوئی لونڈی خرید لینا جائز ہے۔ (٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف برحق ہے جیسا کہ گزشتہ صحیح احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

(شوکانیؒ) حق بات یہ ہے کہ محرم کے لیے نکاح کرنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرانا' حرام ہے۔ (٥)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۸۳۷) کتاب الحج : باب تزویج المحرم ' مسلم (۱٤۱۰) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح المحرم و کراهة خطبته ' ابو داود (۱۸٤٤) کتاب المناسك : باب المحرم یتزوج ' ترمذی (۸٤۲) کتاب الحج : باب ما جاء فی الرخصة فی ذلك ' نسائی (۱۹۱/۵) ابن ماجة (۱۹٦۵) کتاب النکاح : باب المحرم یتزوج]

(۲) [صحیح مقطوع : صحیح ابو داود (۱٦۲۸) کتاب المناسك : باب المحرم یتزوج ' ابو داود (۱۸٤۵)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱٦۲٦) کتاب المناسك : باب المحرم یتزوج ' ابو داود (۱۸٤۳) ترمذی (۸٤۵) کتاب الحج : باب ما جاء فی الرخصة فی ذلك ' ابن ماجة (۱۹٦٤) کتاب النکاح : باب المحرم یتزوج ' دارقطنی (۲٦۲/۳) ابن حبان (٤٤۳/۹) بیهقی (٦٦/۵) طحاوی (۲۷۰/۲) أحمد (۳۳۲/٦)]

(٤) [شرح المهذب (۲۹٦/۷) حلیة العلماء (۲۹۳/۳) الهدایة (۱۹۳/۱) الحجة علی أهل المدینة (۲۰۹/۲) المغنی لابن قدامة (۱٦۲/۵) هدایة السالك (٦۲۰/۲) فتح الباری (۵۲۸/٤) نیل الأوطار (۳۵۸/۳) بدایة المجتهد لابن رشد (۷۷/۲)]

(٥) [نیل الأوطار (۳۵۸/۳)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٦۸۰/۳)]

(سید سابق) محرم شخص پر اپنا نکاح کرنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرانا حرام ہے۔(۱)
(شیخ حسین بن عودہ) دورانِ احرام اپنا نکاح کرنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرانا ممنوع ہے۔(۲)

⑩ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت کے باوجود لونڈی سے نکاح کرنا

اگر آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت موجود ہو تو پھر لونڈی سے نکاح جائز نہیں۔ لیکن اگر آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف بھی ہو تو پھر لونڈی سے نکاح جائز ہے لیکن [illegible]

(سید سابق) اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ غلام کے لیے لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور آزاد عورت بھی غلام سے شادی کر سکتی ہے جب کہ وہ خود اور اس کے ولی اس پر راضی ہوں۔ نیز ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جس غلام کی وہ خود مالکہ ہے اس سے نکاح جائز نہیں کیونکہ جب وہ اپنے خاوند کی مالک ہو گی تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اختلاف آزاد مرد کے لونڈی سے نکاح کرنے میں ہے۔ چنانچہ جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح دو شرطوں سے ہی جائز ہے:

1- جب آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو۔

2- جب زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلاً أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ...... ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [النساء : ۲۵]

''اور تم میں سے جس کسی کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی پوری وسعت و طاقت نہ ہو تو وہ مسلمان لونڈیوں سے جن کے تم مالک ہو (اپنا نکاح کر لے)...... لونڈیوں سے نکاح کا یہ حکم تم میں سے ان لوگوں کے لیے ہے جنہیں گناہ اور تکلیف کا اندیشہ ہو اور تمہارا ضبط کرنا بہت بہتر ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔''

---

(۱) [فقه السنة (۱۶۱/۲)]
(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۳۱/۴)]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ تنہائی پر صبر کرنا لونڈی کے نکاح سے بہتر ہے کیونکہ یہ اولاد کی غلامی کا موجب ہے اُس سے نفس گھٹیا ہو جاتا ہے اور گھٹیا کاموں سے عمدہ اخلاق پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ آزاد عورت سے طاقت رکھنے کے باوجود بھی وہ غلام عورت سے شادی کر سکتا ہے (حالانکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ مؤقف قرآن کے ظاہر کے بھی خلاف ہے)۔ لیکن اگر اس کے نکاح میں آزاد عورت ہو تو پھر نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے نکاح میں پہلے سے ہی آزاد عورت ہے تو اس کی موجودگی میں لونڈی سے شادی اس لیے نہیں کر سکتا تاکہ آزاد عورت کے وقار کی حفاظت ہو سکے۔(۱)

(قرطبیؒ) فرماتے ہیں کہ آزاد مسلمان کے لیے کسی غیر مسلم لونڈی کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور اسی طرح کسی مسلمان لونڈی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں' ہاں اگر وہ دو شرطیں موجود ہوں جن کا ذکر منصوص ہے تو پھر جائز ہے۔(۲)

(شعبیؒ، مسروقؒ) لونڈی سے نکاح مردار' خون اور خنزیر کے مرتبہ میں ہے جو کہ صرف اضطراری حالت میں ہی حلال ہے۔(۳)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) "جو طاقت نہ رکھتا ہو" سے مراد وہ مہر ہے جو آزاد مومنہ عورتوں سے نکاح کے لیے ضروری ہوتا ہے اور "وہ اپنے نفس پر گناہ میں مبتلا ہونے سے خائف ہو" سے مراد ہے زنا اور بڑی مشقت۔ پس ایسے شخص کے لیے مومنہ لونڈیوں سے نکاح جائز ہے۔(٤)

- جس روایت میں ہے کہ

﴿ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ ﴾

"جو یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزگی کی حالت میں ملے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔"

وہ ضعیف ہے۔(٥)

---

(۱) [فقه السنة (۲/۱٦۱۔۱٦۲)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۵/۱۳۲)]

(۳) [أحکام القرآن للجصاص (۳/۱۰۹۔۱۱۰)]

(٤) [تیسیر الکریم الرحمن (۱/۲۰۱)]

(٥) [ضعیف : السلسلة الضعیفة (۱٤۱۷) ابن ماجه (۱۸٦۲) کتاب النکاح : باب تزویج الحرائر]

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کا حکم

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ:

1- وہ پاکدامنہ ہوں۔

2- اور ان سے نکاح کرنے میں ایمان کے برباد ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [المائدة : ٥]

”تمام چیزیں آج تمہارے لیے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے' اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو' اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ اعلانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو' جو ایمان کے ساتھ کفر کرتا ہے اس کے اعمال ضائع ہیں اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

واضح رہے کہ اہل کتاب کی اسی عورت سے شادی کی رخصت ہے جو حقیقی کتابیہ ہو یعنی وہ اللہ تعالیٰ، رسولوں' فرشتوں' آسمانی کتابوں اور یوم آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہو' ان چیزوں کی منکر نہ ہو اور مشرکہ وکافرہ نہ ہو۔ نیز اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کے لیے پاک دامنہ کی قید لگائی گئی ہے یعنی اگر اہل کتاب کی عورت پاک دامن نہیں تو اس سے نکاح جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اس آیت کے آخری الفاظ ”جو ایمان کے ساتھ کفر کرے اس کے عمل برباد ہو گئے“ سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی خاتون سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے تو یہ بے حد خسارے کا سودا ہے کیونکہ ایمان بچانا فرض ہے جبکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا محض مباح' لہٰذا ایک جائز کام کے لیے دوسرے فرض کو خطرے میں ڈال دینا کہاں کی دانش مندی ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ محض اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی رخصت دی گئی ہے' اپنی مسلمان بہنیں یا بیٹیاں ان کے مردوں کے نکاح میں دینا قطعاً جائز نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل کتاب کی آزاد خواتین حلال ہیں۔ اہل کتاب سے مراد اہل تورات (یہودی) اور اہل انجیل (عیسائی) ہیں۔ علاوہ ازیں مجوسی اہل کتاب نہیں لہٰذا ان کی خواتین سے نکاح بھی جائز نہیں' اور ان کے علاوہ دیگر تمام کفار بھی انہی کے حکم میں ہیں۔(۱)

(حافظ صلاح الدین یوسف) اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت کے ساتھ ایک تو پاکدامن کی قید ہے' جو آج کل اکثر اہل کتاب کی عورتوں میں مفقود ہے۔ دوسرے' اس کے بعد فرمایا گیا ہے ''جو ایمان کے ساتھ کفر کرے' اس کے عمل برباد ہو گئے۔'' اس سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ ہو تو بہت ہی خسارہ کا سودا ہو گا اور آج کل اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح میں ایمان کو جو شدید خطرات لاحق ہوتے ہیں' محتاجِ وضاحت نہیں۔ درآں حالیکہ ایمان کو بچانا فرض ہے۔ ایک جائز کام کے لیے فرض کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ اس لیے اس کا جواز بھی اس وقت تک ناقابل عمل رہے گا' جب تک مذکورہ دونوں چیزیں مفقود نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں آج کل کے اہل کتاب ویسے بھی اپنے دین سے بالکل ہی بے گانہ بلکہ بیزار اور باغی ہیں۔ اس حالت میں کیا وہ واقعی اہل کتاب میں شمار بھی ہو سکتے ہیں؟ (واللہ اعلم)۔(۲)

(سید سابقؒ) اگرچہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ اس بات کا خدشہ ہے کہ یہ اس کی طرف جھک جائے اور وہ اسے دین کے متعلق فتنے میں ڈال دے یا وہ اس کے ہم دینوں کو دوست بنا لے۔ اگر وہ عورت حربیہ (دار الحرب میں رہنے والی یعنی جنگی دشمن) ہے تو کراہت شدید ہو گی کیونکہ اس طرح وہ ان کی تعداد کو زیادہ کرے گا۔ بعض علماء کی تو یہ رائے ہے کہ حربیہ سے شادی حرام ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اسلام نے ان سے صرف اس لیے شادی جائز رکھی ہے تاکہ اہل کتاب اور اسلام کے درمیان رکاوٹیں دور ہو جائیں کیونکہ یہ ایک معاشرت' مخالطت اور باہم خاندانوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا ہے۔ اسلام کو پڑھنے پڑھانے اور اس کی بنیادی چیزوں اور مثالی احکام کی معرفت میں یہ مواقع غنیمت ہیں۔ یہ مسلمانوں اور اہل کتاب وغیرہ کے قرب کا عملی انداز اور انہیں دین حق اور ہدایت کی دعوت دینے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ جو ان سے شادی کرے اس کے یہی لائق ہے کہ اسی کو مقصد بنائے اور اسی کو اپنا ہدف منتخب کرے۔

---

(۱) [المغني (۹/۵۴۵۔۵۴۸)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (ص / ۲۸۶)]

مشرکہ اور کتابیہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشرکہ کا کوئی ایسا دین نہیں ہے کہ جو اُس پر خیانت کو حرام اور امانت کو واجب کرے' اسے خیر کا حکم دے' شر سے منع کرے۔ یقیناً وہ اپنے خاوند کی خیانت کرے گی اور اپنے بچوں کا عقیدہ خراب کرے گی۔ لیکن جو عورت کتابیہ ہے اس میں اور ایک مومن میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ وہ عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہے' اسی کی عبادت کرتی ہے' انبیاء پر' آخرت کی زندگی پر اور جو اس میں جزا ہے اس پر ایمان رکھتی ہے اور وہ خیر کو واجب کرنے والا اور شر کی حرمت والا دین رکھتی ہے۔ ان میں نمایاں فرق حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا ہی ہے اور جو عام نبوت کا ایمان رکھتا ہے' اسے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے صرف یہی رکاوٹ ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات سے آشنا نہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) مسلمان کے لیے اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۳)

- واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی جس روایت میں ہے کہ وہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار نہیں دیتے تھے' ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے اور ان سے صرف اس کی کراہت ہی ثابت ہے جیسا کہ شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو ثابت کیا ہے۔(٤)

- (ابن قدامہؒ) یاد رہے کہ اہل کتاب سے مراد صرف اہل تورات اور اہل انجیل ہیں۔ مجوسی اہل کتاب نہیں اور نہ ہی ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔(٥)

لعان والی عورت سے نکاح کا حکم

(سید سابقؒ) آدمی کے لیے اس عورت سے نکاح حلال نہیں جس سے اس نے لعان (لعان کا بیان انشاء اللہ آئندہ "طلاق کی کتاب" میں آئے گا۔ راقم) کیا ہو۔ وہ لعان کے بعد اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ

---

(۱) [فقه السنة (۲/۱٦۸)]

(۲) [المحلى بالآثار (۹/۱۲)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۲۷٥)]

(٤) [التعليق على تفسير أحكام القرآن لابن العربي (ص / ۱۹۱)]

(٥) [ملخصا' المغنى لابن قدامة (۹/٥٤٦ـ٥٤٧)]

شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ' وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ' وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ' وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ [النور: ٦-٩]

"اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہیں ہوتے تو ان میں سے ایک کا گواہی دینا ہے' چار گواہیاں اللہ کے نام کی کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ عورت سے عذاب ہٹتا ہے اگر وہ گواہی دے' اللہ کے نام کی چار گواہیاں کہ بے شک وہ (اس کا شوہر) جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں کہ اس پر اللہ کا غضب ہے اگر مرد سچوں میں سے ہے۔" (۱)

(شیخ صالح بن فوزان) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۲)

زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے لڑکے سے نکاح

(شیخ ابن بازؒ) اگر وہ مسلمان ہو تو نکاح صحیح ہے کیونکہ اس پر اس کی ماں کے گناہ اور اس شخص کے گناہ کا کوئی وبال نہیں جس نے اس کی ماں سے زنا کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ "کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔" اس لیے اس پر ان دونوں کے عمل کی وجہ سے کوئی عار نہیں جبکہ وہ اللہ کے دین پر قائم ہو اور پسندیدہ اخلاق سے متصف ہو۔(۳)

منہ بولے رشتے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ' وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴾ [الأحزاب: ٣٧]

---

(۱) [فقه السنة (٢/١٦٦)]

(۲) [الملخص الفقهی (٢/٢٦٩)]

(۳) [فتاوی اسلامیة (٣/١٦٦)]

"کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا' (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔ اور (یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے' پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں' اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ منہ بولے رشتے سے حقیقی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ زید رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے اور حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے جبکہ منہ بولے بیٹے (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کی بیوی سے اللہ تعالیٰ نے خود آپ کا نکاح کرایا اور یہ واضح کر دیا کہ منہ بولا رشتہ شریعت کی نظر میں حقیقی رشتے کی مانند نہیں۔

(حافظ صلاح الدین یوسف) یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جو اگرچہ اصلاً عرب تھے' لیکن کسی نے انہیں بچپن میں زبردستی پکڑ کر بطورِ غلام بیچ دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا' جس پر انہیں اور ان کے بھائی کو خاندانی وجاہت کی بناء پر تامل ہوا' کہ زید رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام ہیں اور ہمارا تعلق ایک اُونچے خاندان سے ہے' جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنا اختیار بروئے کار لائے۔ بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سر تسلیم خم کر دے۔ چنانچہ یہ آیت سننے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا وغیرہ نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا اور ان کا باہم نکاح ہو گیا۔

لیکن چونکہ ان کے مزاج میں فرق تھا' بیوی کے مزاج میں خاندانی نسب و شرف رچا ہوا تھا' جب کہ زید رضی اللہ عنہ، کے دامن پر غلامی کا داغ تھا' ان کی آپس میں اَن بن رہتی تھی جس کا تذکرہ حضرت زید رضی اللہ عنہ، نبی

کریم ﷺ سے کرتے رہتے تھے اور طلاق کا عندیہ بھی ظاہر کرتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ ان کو طلاق دینے سے روکتے اور نباہ کرنے کی تلقین فرماتے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پیش گوئی سے بھی آگاہ فرمادیا تھا کہ زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے طلاق واقع ہو کر رہے گی اور اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا جائے گا تاکہ جاہلیت کی اس رسم تبنیت پر ایک کاری ضرب لگا کر یہ واضح کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا' احکامِ شرعیہ میں حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہے اور اس کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے۔ اس آیت میں انہی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اللہ کا انعام یہ تھا کہ انہیں قبول اسلام کی توفیق دی اور غلامی سے نجات دلائی' نبی کریم ﷺ کا ان پر احسان یہ تھا کہ ان کی دینی تربیت کی۔ ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا قرار دیا اور اپنی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی سے ان کا نکاح کرا دیا۔ دل میں چھپانے والی بات یہی تھی کہ جو آپ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کی بابت بذریعہ وحی بتلائی گئی تھی' آپ ﷺ اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ جب اللہ کو آپ کے ذریعے سے اس رسم کا خاتمہ کرانا تھا تو پھر لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ ﷺ کا یہ خوف اگرچہ فطری تھا' اس کے باوجود آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی گئی۔ ظاہر کرنے سے مراد یہی ہے کہ یہ نکاح ہو گا' جس سے یہ بات سب کے ہی علم میں آجائے گی۔(۱)

(ابن العربیؒ) صرف گناہ اپنے صلبی بیٹوں یا رضاعی بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح) میں ہے (جبکہ منہ بولے بیٹوں) کی بیویوں سے نکاح میں کوئی گناہ نہیں)۔(۲)

---

(۱) [تفسیر أحسن البیان (ص / ۱۱۸۰۔۱۱۸۱)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (۴۳۸/۳)]

باب الانکحة الفاسدة — فاسد نکاحوں کا بیان

فاسد نکاح تین قسم کے ہیں:

① نکاحِ متعہ ② نکاحِ حلالہ ③ نکاحِ شغار

ان تینوں نکاحوں کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

نکاحِ متعہ کا مفہوم

کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک (مقررہ معاوضے کے بدلے) نکاح کر لینے کو "متعہ" کہتے ہیں مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کسی اور مدت تک۔(۱)

پہلے یہ نکاح مباح تھا

(1) جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ" ﴾

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں اس لیے ہم نے عرض کیا کہ ہم اپنے آپ کو خصی کیوں نہ کر لیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے روک دیا اور پھر ہمیں یہ رخصت دی کہ ہم کسی عورت سے کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے نکاح کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی "اے ایمان والو! اپنے اوپر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔"(۲)

(2) ابو جمرہؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ إِنَّمَا ذَلِكَ فِي

---

(۱) [التعليقات الرضية للألباني (۲/٦٤/۲)]

(۲) [بخاري (٤٦١٥) كتاب التفسير : باب قوله تعالىٰ : يايها الذين آمنوا لا تحرمو طيبات ما أحل الله لكم ' مسلم (١٤٠٤) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ ثم أبيح ثم نسخ ' ابن ابی شيبة (٢٩٢/٤) طحاوی (٢٤/٣) ابن حبان (٤١٤١) بيهقی (٧٩/٧)]

الْحَالِ الشَّدِيدِ وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ أَوْ نَحْوَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : نَعَمْ ﴾
"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہو گی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا"ہاں۔" (۱)

اب یہ نکاح منسوخ ہو چکا ہے

(1) جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ ﴾
"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے وقت نکاح متعہ اور گھریلوں گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا۔" (۲)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا ﴾
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس کے موقع پر تین روز کے لیے نکاحِ متعہ کی اجازت دی پھر اس سے روک دیا۔" (۳)

(3) حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ "وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ "﴾
"اے لوگو! بے شک میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی' اب اسے اللہ تعالیٰ نے تاروز قیامت حرام کر دیا ہے لہٰذا جس کے پاس ان عورتوں میں سے کوئی ہو' وہ اس کا راستہ چھوڑ دے۔" (٤)

---

(١) [بخاری (٥١١٦) كتاب النكاح : باب نهي رسول الله عن نكاح المتعة أخيرا]

(٢) [بخاری (٥١١٥) كتاب النكاح : باب نهي رسول الله عن نكاح المتعة أخيرا ' مسلم (١٤٠٧) موطا (٥٤٢/٢) نسائی (١٢٥/٦) ترمذی (١١٢١) ابن ماجة (١٩٦١) دارمی (١٤٠/٢) حمیدی (٢٢/١)]

(٣) [مسلم (١٤٠٥) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ' أحمد (٥٥/٤) دارقطنی (٢٥٨/٣) بيهقي (٢٠٤/٧) ابن أبي شيبة (٢٩٢/٤)]

(٤) [مسلم (١٤٠٦) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ' ابو داود (٢٠٧٢) كتاب النكاح : باب في نكاح المتعة ' نسائی (١٢٦/٦) ابن ماجة (١٩٢٢) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع ' حمیدی (٨٤٦) أحمد (٤٠٤/٣)]

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ کہا:

﴿ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ حَرَّمَهَا وَاللّٰهِ ! لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَحَلَّهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! (اب) مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاحِ متعہ کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا الا کہ وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لائے جو یہ شہادت دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو حرام کرنے کے بعد (پھر) حلال کر دیا تھا۔"(۱)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ایسی روایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح متعہ کی حلت منسوخ ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) رخصت کے بعد چھ مختلف مقامات پر نکاح متعہ کا منسوخ ہو جانا مروی ہے۔

① خیبر میں ② عمرۃ القضاء میں ③ فتح مکہ کے سال

④ اوطاس کے سال ⑤ غزوہ تبوک میں ⑥ حجۃ الوداع میں(۳)

(نوویؒ) درست بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ حرام ہوا اور دو ہی مرتبہ جائز ہوا۔ چنانچہ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر اسے غزوۂ خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا۔ پھر اسے فتح مکہ کے موقع پر جائز کیا گیا اور عامِ

(خطابیؒ) متعہ کی حرمت مسلمانوں میں اجماع کی طرح ہے الا کہ بعض شیعہ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں۔(۵)

(جمہور سلف وخلف) نکاح متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔(۶)

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۵۹۸) کتاب النکاح : باب النهی عن نکاح المتعة ' ابن ماجة (۱۹۶۳) حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۱۵٤/۳)]

(۲) [بخاری (۵۱۱۹) کتاب النکاح]

(۳) [فتح الباری (۱۷۳/۹)]

(٤) [شرح مسلم (۱۸۱/۹)]

(۵) [معالم السنن (۱۹۰/۳)]

(٦) [فتح الباری (۱۷۳/۹)]

(قاضی عیاضؒ) اس کی حرمت پر علماء نے اجماع کیا ہے الا کہ روافض (یعنی شیعہ حضرات) اسے جائز کہتے ہیں۔(۱)

(ابن رُشدؒ) جن نکاحوں کے بارے میں صریحاً ممانعت وارد ہوئی ہے وہ چار ہیں:

① نکاحِ شغار ② نکاحِ متعہ ③ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح ④ نکاحِ حلالہ(۲)

(ابن حزمؒ) نکاحِ متعہ جائز نہیں۔(۳)

(مرغینانی حنفیؒ) نکاحِ متعہ باطل ہے۔(٤)

(شیخ البانیؒ) فرماتے ہیں 'حدیث صریح نص ہے کہ نکاح متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے لٰہذا کوئی بھی اس کے جواز کے متعلق بعض اکابر علماء کے فتووں سے دھوکہ مت کھائے...... جیسا کہ شیعہ کا مذہب ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) نکاح متعہ حرام ہے اور اگر واقع ہو جائے تو باطل ہے۔(٦)

حلالہ کا مفہوم

حلالہ ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے محض طلاق کی نیت سے ہی نکاح و مباشرت کرتا ہے تاکہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔اس غرض سے نکاح کرنے والے کو "محلل" (حلالہ کرنے والا) اور جس کے لیے عورت کو حلال کیا جارہا ہو اسے "محلل لہ" (یعنی پہلا شوہر) کہتے ہیں۔

حلالہ کرانا حرام ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"(۷)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۷۹/۹)]

(۲) [بداية المجتهد (۹٦/۲)]

(۳) [المحلی بالآثار (۱۲۷/۹)]

(٤) [نصب الراية مع الهداية (۲۲۹/۳)]

(٥) [نظم الفرائد (۱٥/۲)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤٤۰/۱۸)]

(۷) [**صحيح** : صحيح ترمذی (۸۹٤) كتاب النكاح : باب ما جآء فی المحلل والمحلل له ' ترمذی (۱۱۲۰) نسائی (۱٤۹/٦) دارمی (۱٥۸/۲) بيهقی (۲۰۸/۷) أحمد (٤٤۸/۱)]

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ "هُوَ الْمُحَلِّلُ ' لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ "﴾

"کیا میں تمہیں ادھار کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (۱)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث حلالہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ لعنت صرف حرام کے مرتکب پر ہی ہوتی ہے۔ ہر حرام ممنوع ہوتا ہے اور ہر ممنوع کام عقد کے فاسد ہونے کا متقاضی ہے۔(۲)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں لوگ حلالے کو بدکاری شمار کرتے تھے۔(۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

﴿ كِلَاهُمَا زَانٍ ﴾ "دونوں بدکار ہیں۔" (٤)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے پاس حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں لائے گئے تو میں دونوں کو رجم کر دوں گا۔" (٥)

(شوکانیؒ) مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حلالہ کرانا حرام ہے کیونکہ لعنت صرف کسی بڑے گناہ کے ارتکاب پر ہی ہوتی ہے۔

(جمہور) حلالہ حرام ہے۔

(احناف) حلالہ جائز ہے (حتی کہ ان کی بعض کتب میں ایسے شخص کو اجر کا مستحق بھی کہا گیا ہے)۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) حلالے کے نکاح کے بطلان پر امت کا اتفاق ہے۔(۷)

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۵۷۲) کتاب النکاح : باب المحلل والمحلل له ' إرواء الغليل (۳۰۹/٦) ابن ماجة (۱۹۳٦) دارقطنی (۲۵۱/۳) حاکم (۱۹۹/۲) بیهقی (۲۰۸/۷)]

(۲) [سبل السلام (۱۳۳٦/۳)]

(۳) [حاکم (۱۹۹/۲) طبرانی أوسط کما فی المجمع (۲٦۷/٤) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔]

(٤) [ابن ابی شیبة (۲۹٤/٤) شیخ صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی الروضة الندیة (۳۸/۲)]

(٥) [ابن ابی شیبة (۲۹٤/٤) عبدالرزاق (۳٤۸/٦)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۲۸۱/٤) نیل الأوطار (۲۱۸/٤)]

(۷) [فتاوی النساء لابن تیمیة (ص/۲٤۲)]

(ابن قیمؒ) حلالہ کرنے والے کا نکاح کسی دین میں کبھی بھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ایک صحابی نے بھی ایسا کیا اور نہ ان میں سے کسی نے اس کا فتویٰ ہی دیا ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) حلالہ حرام ہے۔(۲)

نکاحِ شغار کا مفہوم

شغار کا لفظی معنی یہ ہے کہ "کتے کا ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرنا۔"(۳)

اصطلاحی طور پر نکاحِ شغار کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کے ساتھ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرنا کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کرے۔

نکاحِ شغار حرام ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ﴾

"نکاحِ شغار اسلام میں نہیں۔"(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا ہے۔ اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی دوسرے آدمی سے اس شرط پر بیاہ دے کہ وہ اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے اور دونوں کا کوئی مہر مقرر نہ ہو۔(٥)

---

(۱) [أعلام الموقعين (۳/٤۱-٤۳)]

(۲) [تحفة الأحوذی (٤/۲۸۰)]

(۳) [المنجد (ص/٤۳٦)]

(٤) [مسلم (۱٤۱٥) كتاب النكاح : باب تحريم نكاح الشغار وبطلانه]

(٥) [بخاری (٥۱۱۲) كتاب النكاح : باب الشغار ' مسلم (۱٤۱٥) كتاب النكاح : باب تحريم نكاح الشغار وبطلانه ' مؤطا (۲/٥۳٥) أحمد (۲/٦۲) ابو داود (۲۰۷٤) كتاب النكاح : باب في الشغار ' ترمذی (۱۱۲٤) كتاب النكاح : باب ما جاء في النهي عن نكاح الشغار ' دارمی (۲/۱۳٦) نسائی (٦/۱۱۰) ابن ماجة (۱۸۸۳) كتاب النكاح : باب النهي عن الشغار ' عبدالرزاق (٦/۱۸٤) أبو يعلى (٥۷۹٥) بيهقی (۷/۹۹)]

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں شغار کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ

﴿وَالشِّغَارُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ وَأُزَوِّجُكَ ابْنَتِي أَوْ زَوِّجْنِي أُخْتَكَ وَأُزَوِّجُكَ أُخْتِي﴾

”کوئی آدمی کہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دیتا ہوں یا (کہے کہ) اپنی بہن کی شادی مجھ سے کر وا ور میں اپنی بہن کی شادی تم سے کر دیتا ہوں۔“ (۱)

یاد رہے کہ ہر ایسا نکاح شغار ہے جس میں ایک عورت کے بدلے دوسری عورت کے نکاح کی شرط ہو خواہ اس میں حق مہر ادا کیا جائے یا نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمٰن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور عبدالرحمٰن نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ ان دونوں نے اس کا حق مہر بھی مقرر کیا تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان نے مروان بن حکم کی طرف ایک مکتوب کے ذریعے ان دونوں کے درمیان جدائی کا حکم بھیج دیا اور راوی کہتا ہے کہ اس کے مکتوب میں یہ بھی تھا ﴿هَذَا الشِّغَارُ الَّذِيْ نَهَى عَنْهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ﴾ ”یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا (حالانکہ اس میں حق مہر بھی ادا کیا گیا تھا)۔“ (۲)

(ابن عبدالبرؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں۔ (۳)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) یہ نکاح باطل ہے۔

(ابو حنیفہؒ) مہر مثل ادا کر دیا جائے تو یہ نکاح درست ہے (یہ قول گزشتہ صریح حدیث کے خلاف ہے)۔ (٤)

(ابن تیمیہؒ) نکاح شغار مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ حرام ہے۔ (٥)

(شوکانیؒ) احادیث میں موجود نہی و نفی کا ظاہر یہی ہے کہ نکاح شغار حرام اور باطل ہے۔ (٦)

---

(۱) [أحمد (۲/٤۳۹) مسلم (۱٤۱٦) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح الشغار وبطلانه ' نسائی (٦/۱۱۲) ابن ماجة (۱۸۸٤) کتاب النکاح : باب النهی عن الشغار ' بیهقی (۷/۲۰۰)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۲٦) کتاب النکاح : باب فی الشغار ' ابو داود (۲۰۷٥) أحمد (٤/۹٤) بیهقی (۷/۲۰۰)]

(۳) [فتح الباری (۹/۱٦۳)]

(٤) [فتح الباری (۱۰/۲۰٤) نیل الأوطار (٤/۲۲۱) الأم للشافعی (٥/۱۷٤) بدائع الصنائع (۳/۱٤۳۰) المدونة (۲/۱٥۲)]

(٥) [فتاوی النساء (ص/۲۸۰)]

(٦) [نیل الأوطار (٤/۲۲۱)]

(شیخ عبداللہ بسام) نکاحِ شغار کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے' اختلاف اس کے باطل ہونے میں ہے۔(۱)

(شیخ ابن بازؒ) کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی یا اپنی بہن یا کسی بھی عورت کو جو اس کے زیر ولایت ہو اس شرط پر بیاہ دے کہ دوسرا شخص یا اس کا بیٹا اپنی بیٹی یا اپنی بہن یا کسی بھی عورت کو جو اس کے زیر ولایت ہو بیاہ دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام شغار رکھا ہے اور بعض لوگوں نے اس کا نام نکاح بدل رکھا ہے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس میں مہر کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے نکاح سے منع کیا اور اسے شغار کا نام دیا اور اپنے الفاظ میں اس کی تفسیر یوں کی کہ "کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن دوسرے کو اس شرط پر بیاہ دے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کو اس سے بیاہ دے گا۔" آپ ﷺ نے مہر کا ذکر نہیں کیا جو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ نہی دونوں صورتوں میں ایسے سب نکاحوں کو عام ہے اور علماء کے دو اقوال میں سے صحیح تر قول یہی ہے اور مسند اور سنن ابوداود میں سند جید کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امیر مدینہ نے آپ کو دو آدمیوں کے بارے میں لکھا کہ انہوں نے نکاحِ شغار کیا ہے اور دونوں نکاحوں میں مہر کا نام بھی لیا ہے۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر مدینہ کو جواب لکھا اور اسے حکم دیا کہ ان دونوں نکاحوں میں جدائی کر دی جائے اور کہا کہ یہی وہ شغار ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا تھا اور اس لیے بھی کہ یہ شرط ان کے ولیوں کی طرف سے عورتوں پر ظلم کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ انہیں ایسی بات پر مجبور کرتے ہیں جو عورتوں کو ناپسند ہوتی ہے۔ انہوں نے ان عورتوں کو فروختنی کا مال بنا رکھا ہے۔ اپنی رغبت اور اپنی مصلحتوں کے مطابق جیسے چاہتے ہیں ان میں تصرف کرتے ہیں اور لوگ فی الواقع ایسا کچھ ہی کرتے ہیں مگر جسے اللہ چاہے (تو بچا لے)۔

البتہ جو شغار کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے کہ نکاح شغار یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی اس شرط پر دوسرے کو بیاہ دے کہ وہ اپنی بیٹی اسے بیاہ دے گا اور ان دونوں کا مہر نہ ہو تو یہ نافعؒ کا کلام ہے' نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں اور نبی کریم ﷺ کی شغار سے متعلق تفسیر بہر حال نافع کی تفسیر پر مقدم ہے اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔(۲)

(شیخ عثیمینؒ) نکاح شغار باطل اور حرام ہے' نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۳)

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۷۵/۵)]

(۲) [فتاوی ابن باز' مترجم (۱۶۸/۱)]

(۳) [فتاوی منار الاسلام (۵۳۲/۲)]

(شیخ سلیم ہلالی) نکاحِ شغار باطل ہے لہٰذا دونوں میں تفریق کرائی جائے گی۔(۱)

□ واضح رہے کہ ایک صورت مستثنیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرے اور ایسی کوئی شرط نہ لگائے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ اسے دے گا لیکن پھر بعد میں وہ خود اس پہلے شخص کو اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ دینے کے لیے آمادہ ہو جائے تو یہ "شغار" نہیں ہے کیونکہ اس میں پہلے سے ہی بدلے میں رشتہ لینے کی شرط نہیں لگائی گئی تھی۔ لہٰذا یہ نکاح جائز ہے' نیز کتاب و سنت میں اس کی کہیں ممانعت بھی موجود نہیں۔

اگر کوئی حرام نکاح کر بیٹھے؟

اگر کوئی شخص کسی بھی حرام نکاح کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا یہ نکاح شریعت کی نظر میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا' وہ ایسے ہی ہے جیسے اس کا نکاح ہوا ہی نہیں' اس لیے ان دونوں کے درمیان فوراً جدائی ڈال دینی چاہیے۔ تاہم اگر کوئی شخص لاعلمی میں حرام نکاح کر بیٹھے مثلاً کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ ان دونوں کو بچپن میں کسی ایک عورت نے دودھ پلایا تھا تو اگر بعد میں علم ہو جائے تو فوراً ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے اور اگر تاحیات اس بات کا علم ہی نہ ہو سکے تو امید ہے کہ انشاء اللہ' اللہ تعالیٰ اس حرام نکاح پر ان کا مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ یہ دونوں لاعلمی کی وجہ سے معذور تھے۔

ایسے نکاح کا حکم جس میں مرد کی نیت میں عورت کو طلاق دینا ہو

(سید سابق ؒ) اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور اس میں وقت کی شرط تو نہیں لگائی لیکن اس کی نیت میں ہے کہ ایک مدت کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا یا جس شہر میں وہ ٹھہرا ہوا ہے اس میں اس کی ضرورت پوری ہونے پر اسے طلاق دے گا تو اس کا نکاح صحیح ہے۔

تاہم امام اوزاعی ؒ نے اس کی مخالفت کی ہے اور اسے بھی نکاحِ متعہ ہی شمار کیا ہے۔ علامہ رشید رضا مصری نے "تفسیر المنار" میں اس مسئلے پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمایا' علمائے سلف و خلف کی اس کے متعلق جو شدت ہے وہ تقاضا کرتی ہے کہ جیسے متعہ ممنوع ہے اسی طرح طلاق کی نیت سے نکاح بھی منع ہو۔

گو کہ فقہا کہتے ہیں اگر نکاح ہو گیا تو صحیح ہو گا جب کہ خاوند کی نیت میں کچھ وقت ہو لیکن صیغۂ عقد میں

---

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۲۷/۳)]

شرط نہ لگائے' مگر اس کو چھپانا دھوکہ شمار ہو گا اور یہ تو اس نکاح سے بھی زیادہ باطل ہونے کے لائق ہے جس میں وقت کی شرط بھی ہوتی ہے اور خاوند' بیوی اور ولی کی رضا بھی ہوتی ہے' اُس میں تو صرف یہی خرابی ہے کہ انسانی روابط میں سے عظیم رابطے کو کھیل بنا لیا جاتا ہے اور بد کردار مردوں اور عورتوں کی خواہشات کی چراگاہوں میں نقل مکانی کو ترجیح دی جاتی ہے' اس میں اور بھی برائیاں لازم آتی ہیں! لیکن جس میں وقت کی شرط نہ ہو اس میں انہی خرابیوں کے ساتھ ساتھ دوسری خرابیاں بھی ہیں کہ دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور اعتماد اُٹھ جاتا ہے حتی کہ حقیقی شادی کرنے والے سچے لوگوں سے بھی بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔ نکاحِ حقیقی کے مقاصد میں سے ہے کہ خاوند اور بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کو پاکدامن رکھنا' اس کے لیے مخلص ہونا اور امت کے گھروں میں سے ایک نیک گھرانے کی بنیاد کے لیے ایک دوسرے کی معاونت کرنا۔(۱)

(شیخ عبدالعظیم بدوی) رقمطراز ہیں کہ جو موقف شیخ رشید رضا نے اپنایا ہے اس کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے کہ نافع" فرماتے ہیں:

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ' فَتَزَوَّجَهَا أَخٌ لَهُ مِنْ غَيْرِ مُؤَامَرَةٍ مِنْهُ ' لِيُحِلَّهَا لِأَخِيهِ ' هَلْ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ ؟ قَالَ : لَا ' إِلَّا نِكَاحَ رَغْبَةٍ ' كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سِفَاحًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ﴾

"ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں' پھر اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کیے بغیر اس عورت سے اس غرض سے نکاح کر لیا تاکہ وہ اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے تو کیا وہ پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نہیں' بلکہ صرف اسی نکاح سے حلال ہو گی جو رغبت (بسانے کی نیت) سے کیا گیا ہو اور ہم اس عمل کو عہدِ رسالت میں بدکاری شمار کرتے تھے۔"(۲)

(شیخ ابن عثیمین") کسی نے دریافت کیا کہ' ایک شخص حکومتی نمائندے کے طور پر ملک سے باہر جانا چاہتا ہے' وہ شرم گاہ کے تحفظ (بے حیائی سے بچنے) کی خاطر بیرونِ ملک معینہ مدت تک شادی کرنا چاہتا ہے' اس

---

(۱) [فقه السنة (۱۲٦/۲)]

(۲) [الوجيز في فقه السنة والكتاب العزيز (ص / ۲۹۹) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے لیے دیکھئے: مستدرك حاكم (۱۹۹/۲) طبرانی اوسط (۲۳٦۷۔مجمع البحرين) بيهقي (۲۰۸/۷) امام ہیثمی" فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔[مجمع الزوائد (۲۷۰/٤)]

عرصے کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا' لیکن وہ عورت کو اس کے متعلق آگاہ نہیں کرتا کہ وہ اسے طلاق دے گا۔ اس کے اس فعل کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

طلاق کی نیت سے نکاح کرنا دو حالتوں سے خالی نہیں' یا تو وہ نکاح کے وقت شرط لگائے کہ وہ لڑکی سے ایک ماہ' ایک سال یا تعلیم مکمل ہونے تک شادی کرے گا۔ یہ نکاح متعہ ہے اور حرام ہے۔ یا پھر بوقت نکاح اس بات کو مخفی رکھے اور بطور نکاح کی شرط کے اس کا تذکرہ نہ کرے تو حنابلہ کے مشہور مذہب کی رو سے یہ بھی حرام ہے اور نکاح فاسد ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ "مخفی بھی مشروط کی طرح ہی ہے" کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى﴾ [بخاری (۱)]

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' ہر آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔"

نیز اس لیے بھی کہ اگر کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے اس بنا پر نکاح کرے کہ وہ اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے کی خاطر طلاق دے دے گا (یعنی حلالہ کرے) تو یہ نکاح فاسد ہو گا اگرچہ یہ نکاح بغیر کسی شرط کے تھا' کیونکہ نیت والا مشروط کی طرح ہے۔ جس طرح حلالہ کی نیت نکاح کو فسخ کر دیتی ہے' اسی طرح متعہ کی نیت بھی نکاح کو فسخ کر دیتی ہے' یہ حنابلہ کا قول ہے۔

اس مسئلے میں اہل علم کی دوسری رائے یہ ہے کہ طلاق کی نیت سے نکاح کرنا جائز ہے' مثلاً ان اجنبی مسافروں کے لیے جو حصول تعلیم وغیرہ کے لیے باہر جاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایسا نکاح اس لیے جائز ہے کہ اس نے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی۔ اس نکاح اور نکاح متعہ میں فرق یہ ہے کہ نکاح متعہ کی صورت میں معینہ عرصہ پورا ہونے پر فریقین میں از خود جدائی ہو جاتی ہے' خاوند چاہے یا نہ چاہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' جبکہ ایسے نکاح میں ممکن ہے کہ خاوند بیوی میں دلچسپی کا اظہار کرے تو وہ اس کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔

میرے نزدیک ایسا نکاح صحیح ہے' متعہ نہیں۔ اس لیے کہ اس پر متعہ کی تعریف صادق نہیں آتی لیکن یہ نکاح اس اعتبار سے حرام ہے کہ اس میں بیوی اور اس کے خاندان کو دھوکہ دیا جاتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے دھوکہ دہی کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر اس عورت یا اس کے خاندان کو اس بات کا علم ہو جائے یہ شخص بس ایک مدت تک اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے کبھی آمادہ نہ ہوں گے۔ بعینہ یہ شخص بھی یہ نہیں

چاہے گا کہ کوئی شخص اس کی بیٹی سے شادی کرے اور پھر مطلب پورا ہونے کے بعد اسے طلاق دے دے۔ آخر یہ شخص دوسروں سے وہ سلوک کرنا چاہتا ہے جسے وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتا؟ یہ رویہ ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ﴾ [بخاری (۱۳)]

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ اس کام کو ایسے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں' وہ یہ کہ بعض لوگ صرف شادی رچانے کے لیے ہی بیرون ملک جاتے ہیں' پھر جس عورت کے ساتھ انہوں نے ایک معینہ مدت تک شادی کی ہوتی ہے اس عرصے تک اس کے ساتھ رہتے ہیں اور پھر واپس لوٹ آتے ہیں۔ یہ رویہ بھی سخت ممنوع ہے' چونکہ اس میں سنگین قسم کا دھوکہ اور فراڈ ہے لہٰذا ایسے غیر پسندیدہ اعمال کا سدِ باب کرنا ضروری ہے' خاص طور پر ایسے حالات میں کہ لوگ جاہل ہیں اور اکثر لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشات حدود اللہ کو پامال کرنے سے نہیں روکتیں۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) طلاق کی نیت سے نکاح کرنا ایسا نکاح ہے جس میں وقت مقرر ہے اور جس نکاح میں وقت مقرر ہو وہ باطل ہے کیونکہ وہ متعہ ہے اور متعہ بالاجماع حرام ہے۔ صحیح نکاح یہ ہے کہ انسان رشتۂ ازدواج کو ہمیشہ قائم رکھنے کی نیت سے نکاح کرے' پھر اگر عورت اس کے ساتھ صحیح رہے تو ٹھیک ورنہ اسے طلاق دے دے۔(۲)

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۱۹۰)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۴۴۹)]

باب خیر الرجال والنساء — بہترین مردوں اور عورتوں کا بیان

بہترین عورتیں

بیوی کے انتخاب میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اس امت کے مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ و آزمائش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ﴾

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر (نقصان دہ) کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (۱)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ ﴾

''دنیا اور عورتوں سے بچ کر رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔'' (۲)

لہٰذا جس شخص کا بھی نکاح کا ارادہ ہو اسے چاہیے کہ نیک وصالح بیوی کا انتخاب کرے کیونکہ اسی میں اس کی دنیوی و اُخروی فلاح ہے۔ کتاب و سنت میں جن صفات کی حامل بیوی کے انتخاب کی ترغیب دلائی گئی ہے ان کا مختصر بیان حسب ذیل ہے:

❁ محبت کرنے والی:

حدیث میں محبت کرنے والی عورت سے نکاح کی ترغیب میں '' وَدُوْداً '' کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتی ہو یعنی ایسی محبوب و پسندیدہ عورت جو عمدہ اور بہترین اوصاف و خصائل' عادات و اطوار' حُسن خلق کی مالک اور اپنے شوہر سے پیار کرنے والی ہو۔ ایسی عورت کے چناؤ کا سبب یہ بھی ہے کہ میاں بیوی کی باہمی محبت سے ہی گھریلو زندگی خوشگوار گزر سکتی ہے اور یہ تب ہی

---

(۱) [بخاری (۵۰۹۶) کتاب النکاح : باب ما یتقی من الشوم ' مسلم (۲۷۴۰) کتاب الرقاق : باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء ' ترمذی (۲۷۸۰) کتاب الأدب : باب ما جاء فی تحذیر فتنة النساء ' ابن ماجه (۳۹۹۸) کتاب الفتن : باب فتنة النساء ' نسائی فی السنن الکبری (۹۲۷۰/۵) ابن حبان (۵۹۶۷) طبرانی کبیر (۴۱۵) عبد الرزاق (۲۰۶۰۸) شرح السنة للبغوی (۲۲۴۲) بیهقی (۹۱/۷)]

(۲) [مسلم (۲۷۴۲) کتاب الرقاق : باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء ' احمد (۱۱۱۶۹) نسائی فی السنن الکبری (۹۲۶۹/۵) ابن حبان (۳۲۲۱)]

ممکن ہے جب عورت اپنے شوہر کو پسند کرتی ہو اور اس کے علاوہ دوسروں میں رغبت نہ رکھتی ہو۔

❁ بچے جننے والی:

بچے جننے والی عورت سے نکاح کے متعلق حدیث میں " وَلُوْدًا " کا لفظ ہے یعنی ایسی عورت جو بچے زیادہ جنتی ہو۔ یہ چیز عورت کے خاندان کی حالت سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ ایسی خواتین اختیار کرنے کا سبب آپ ﷺ نے خود ہی بیان فرمادیا ہے' میں روز قیامت اپنی اُمت کی کثرت کے باعث دیگر امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں' جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے واضح ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ أَفَأَتَزَوَّجُهَا قَالَ لَا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ ﴾

"ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک خوبصورت حسب و نسب والی عورت کو پایا ہے مگر وہ بچے نہیں جنتی کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا (اور یہی سوال دہرایا مگر) آپ ﷺ نے پھر اسے روک دیا۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' میں (روز قیامت) تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں' اس لیے تم بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے ہی نکاح کرو۔"(۱)

❁ کنواری:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۱۷۸٤) آداب الزفاف (ص / ۱۳۲۔۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) كتاب النكاح : باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء ' أحمد (۱۵۸/۳) الحلية لأبي نعيم (۲۱۹/٤) طبراني أوسط كما في المجمع (۲۲۳۵) ابن حبان (٤۰۲۸) بيهقي (۸۱/۷)]

ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ "أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ" قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ......﴾

"میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا' جابر! میں نے عرض کیا' جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا' کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا ہے' چلتا ہی نہیں' اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہانکنے لگے) اور فرمایا کہ اب سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ اب تو یہ حال تھا کہ مجھے اسے رسول اللہ ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جابر تو نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ' بیوہ سے۔ فرمایا کہ تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی (یعنی لطف اندوز ہوتی)۔ میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں (اور میری والدہ فوت ہو چکی ہے) اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں' جو انہیں جمع رکھے' ان کے کنگھا کرے اور ان کی نگرانی کرے۔"(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَهَلَّا جَارِيَةً ......وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ ﴾

"کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے اور وہ تمہارے ساتھ ہنسی کرتی۔"(۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ کنواری لڑکیوں سے نکاح مستحب ہے الا کہ بیوہ عورت سے نکاح کی ضرورت درپیش ہو جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی۔(۳)

(2) ارشاد نبوی ہے کہ

﴿عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ﴾

"کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ شیریں زبان ہوتی ہیں اور ان سے اولاد زیادہ ہوتی ہے اور وہ

---

(۱) [بخاری (۲۰۹۷) کتاب البیوع : باب شراء الدواب والحمیر ' مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۵۰۵) ترمذی (۱۱۰۰) نسائی (۶۵/۶) أحمد (۳۰۸/۳) حمیدی (۱۲۲۷)]

(۲) [بخاری (۵۳۶۷) کتاب النفقات : باب عون المرأة زوجها فی ولده ' مسلم (۷۱۵)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۷۸/۴)]

قلیل عطیہ پر خوش ہو جاتی ہیں۔“ (۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کنواری لڑکی سے شادی کرنا مستحب ہے الا کہ کوئی ایسی حاجت ہو جو شوہر دیدہ سے نکاح کی متقاضی ہو تو پھر اس سے بھی نکاح درست ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ضرورت درپیش تھی۔(۲)

(طیبیؒ) (کنواری لڑکی سے شادی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ شوہر کو) مکمل اُلفت و محبت حاصل ہو کیونکہ شوہر دیدہ عورت بعض اوقات اپنے دل میں پہلے شوہر کی محبت ہی بسائے ہوئے ہوتی ہے جس وجہ سے اس کی محبت کامل نہیں ہوتی' جبکہ اس کے برخلاف کنواری کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔(۳)

✿ خوبصورت:

خوبصورت اس لیے کیونکہ اغلباً انسانی طبیعت اس میں رغبت رکھتی ہے اور یہ عورت سے محبت واُلفت میں اضافے کا باعث ہے نیز انسان کی اگر اپنی بیوی خوبصورت ہو تو وہ دیگر خوبرو خواتین کو دیکھ کر دلبرداشتہ نہیں ہوتا بلکہ مطمئن رہتا ہے۔ اس بات کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو ہی پسند کرتا ہے۔“(٤)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے' جب وہ اسے کسی کام کا حکم دے تو

---

(۱) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۲۹۳۹) السلسلة الصحيحة (٦۲۳) ابن ماجه (۱۸٦۱) كتاب النكاح : باب تزويج الأبكار ' بيهقى (۸۱/۷)]

(۲) [تحفة الأحوذى (۲۳۳/٤)]

(۳) [أيضا]

(٤) [مسلم (۹۱) كتاب الايمان : باب تحريم الكبر وبيانه ' ابو داود (٤۰۹۱) كتاب اللباس : باب ما جاء فى الكبر ' ترمذى (۱۹۹۹) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى الكبر ' ابن ماجه (٤۱۷۳) طبرانى كبير (۱۰۰۲٦/۱۰) احمد (۳۷۸۹)]

وہ اس کی اطاعت کرے' اس کی جان اور مال کے حوالے سے اس کا شوہر جس چیز کو بھی ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔"(۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قبولِ اسلام کے بعد مسلمان آدمی کے لیے سب سے بہترین فائدہ یہ ہے کہ اسے ایسی خوبصورت بیوی حاصل ہو جائے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور اس کی غیر موجودگی میں مال اور عزت کی حفاظت کرے۔"(۲)

❁ حسب نسب والی:

اس سے مراد ایسی عورت ہے جسے قریبی رشتہ داروں اور آباء واجداد کی وجہ سے شرف و بزرگی حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اونچے حسب نسب والی عورت سے شادی کرنا انسان کے لیے باعث شرف و عزت بھی ہوتا ہے۔

❁ دین پر کاربند:

یعنی شریعت کے احکام پر کاربند' گناہوں سے بچنے والی' اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں تگ ودو کرنے والی خاتون۔ ایسی عورت کو ترجیح اس لیے ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کم از کم جتنے دینی عمل کو عورت کی کامیابی کے لیے کافی قرار دیا ہے وہ ہے' نماز روزے کی پابندی' پاکدامنی اور شوہر کی اطاعت جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے:

﴿ إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ حَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَ أَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيلَ لَهَا ادْخُلِي مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ ﴾

"جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے' رمضان کے روزے رکھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے' اسے (روزِ قیامت) کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جا۔"(۳)

❁ اطاعت گزار:

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بہترین عورت کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

---

(۱) [حسن : ارواء الغليل (۱۷۸٦) صحيح الجامع الصغير (۳۲۹۸) السلسلة الصحيحة (۱۸۳۸) نسائي (۳۲۳۱) كتاب النكاح : باب أي النساء خير]

(۲) [سنن سعيد بن منصور (۱٤۱/۱)]

(۳) [حسن : هداية الرواة (۳۱۹۰)' (۳۰۰/۳) آداب الزفاف (ص / ۲۸٦) ابن حبان (٤۱٦۳)]

﴿ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ﴾
"جب اس کا شوہر اسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے۔"(۱)

❁ **اُخروی معاملات میں مددگار:**

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا "وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِينُ أَحَدَكُمْ عَلَى أَمْرِ الْآخِرَةِ" ﴾
"تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل' ذکر کرنے والی زبان اور اُمورِ آخرت پر مددگار مومنہ بیوی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"(۲)

❁ **مالدار:**

کیونکہ اس کا خاوند اس کے مال میں رغبت کی وجہ سے اس سے حسن سلوک سے پیش آئے گا اور ان کی اولاد بھی اپنی والدہ سے حاصل شدہ نفع کی بنا پر غنی ہوگی۔

❁ **خانگی معاملات کی ماہر:**

یاد رہے کہ دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ عورت کا خانگی معاملات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ ﴾
"عورتوں میں بہترین عورت قریش کی صالح عورت ہے جو اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال اسباب میں اس کی بہت عمدہ نگہبان و نگران ثابت ہوتی ہے۔"(۳)

واضح رہے کہ یہ تمام خوبیاں اور صفات میسر ہوں تو بہتر ہے ورنہ صرف دین دار خاتون کو ہی ترجیح دی جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا "فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ" تَرِبَتْ يَدَاكَ ﴾

---

(۱) [حسن: ارواء الغليل (۱۷۸۶)]
(۲) [صحيح: صحيح ابن ماجه (۱۵۰۵) كتاب النكاح: باب أفضل النساء' السلسلة الصحيحة (۲۱۷۶)]
(۳) [بخاری (۵۰۸۲) کتاب النكاح: باب إلى من ينكح وأى النساء خير' مسلم (۲۵۷)]

”عورت سے نکاح چار اسباب سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندان کی وجہ سے' اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر' اگر ایسا نہ کرے تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یعنی تو نادم و پشیماں ہو)۔“ (۱)

◎ جس روایت میں ہے کہ

”بہر صورت دین کی بنا پر ہی نکاح کرو اور دین دار سیاہ رنگ کی لونڈی بھی افضل ہے۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۲)

(سید سابق ؒ) بیوی خاوند کا سکون ہے' اس کی کھیتی ہے' اس کی شریکہ حیات ہے' اس کے گھر کی مالکہ اور اس کے بچوں کی ماں ہے' اس کے دل کی محبت اور راز و نیاز کی جگہ ہے' یہ خاندان کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے' یہ اولاد کو اچھا بنانے والی ہے' بچے اس سے بہت سی خوبیاں اور صفات حاصل کرتے ہیں' اس کی گود میں بچپن کے جذبات بنتے ہیں' اس کے احساسات پرورش پاتے ہیں' ماں سے وہ اپنی زبان اور تہذیب و عادات سیکھتے ہیں' اسی سے وہ اپنے دین سے متعارف ہوتے ہیں اور معاشرے کے میل جول کے عادی بنتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے نیک بیوی کے انتخاب کا اہتمام کیا ہے اور اسے بہترین فائدہ قرار دیا ہے کہ جس کا شوق و حرص رکھنا بھی مناسب ہے اور اچھی بات یہی ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرتی ہو' اچھی عادات پر کاربند ہو' خاوند کے حق کا بھی خیال رکھے اور بچوں کی تربیت بھی کرے۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جن کا انتخاب زوجہ میں خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو دنیا کی ظاہری خوبیاں ہیں ان سے اسلام نے منع کیا ہے اور ان سے بچنے کی تلقین کی

---

(۱) [بخاری (۵۰۹۰) کتاب النکاح : باب الإکفاء فی الدین ' مسلم (۱٤٦٦) کتاب الرضاع : باب استحباب نكاح ذات الدين ' أحمد (٤٢٨/٢) دارمی (١٣٣/٢) ابو داود (٢٠٤٧) كتاب النكاح : باب ما يؤمر به من تزويج ذات الدين ' ابن ماجة (١٨٥٨) كتاب النكاح : باب تزويج ذوات الدين ' أبو يعلى (٦٥٧٨) الحلية لأبي نعيم (٣٨٣/٨) دارقطنی (٣٠٢/٣)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٤٠٩) كتاب النكاح : باب تزويج ذوات الدين ' الضعيفة (١٠٦٠) ضعيف الجامع (٦٢١٦) ابن ماجه (١٨٥٩) عبد بن حميد (٣٢٨) بيهقى فى السنن الكبرى (٨٠/٧) اس روایت کی سند میں عبد الرحمٰن بن زیاد الافریقی راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف فی حفظہ کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ثقات سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور تدلیس کرتا ہے۔ [تقريب التهذيب (٤٣٠٩) العلل (٨٨/١) تاريخ الدوری (٣٤٧/٢) الضعفاء (٣٦١) الكامل (٣٧٩/٥) المجروحين (٥٠/٢)]

ہے۔ لیکن اس سے ممانعت تب ہے جب کہ یہ دنیا کی ظاہری خوبیاں خیر اور فضل وصلاح سے خالی ہوں۔ لیکن اکثر لوگ مالِ کثیر' فتنہ انگیز حسن' لمبا چوڑا مرتبہ اور گہرے نسب کی تلاش میں رہتے ہیں یا شرفِ آباء کو دیکھا جاتا ہے اور نہ اس کے کسی ذاتی کمال کو دیکھا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے حسن تربیت کو۔ جب ایسے حالات ہوں تو پھر شادی کا پھل کڑوا ہوتا ہے اور تکلیف دہ نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

ضروری یہ ہے کہ سب سے پہلے تو وافر دین ہو کیونکہ دین سوچ وفکر کی رہنمائی ہے' پھر ثانوی حیثیت میں وہ صفات ہوں گی جن کی انسان کو طبعاً خواہش اور میلانِ نفس ہوتا ہے۔ شادی کے اولین مقاصد میں سے عمدہ اولاد ہے۔ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ عورت اچھی اولاد والی ہو۔ اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس کو اس کی ہم مثل لڑکیوں' بہنوں' پھوپھیوں اور خالاؤں پر قیاس کیا جائے۔

یہ بھی مناسب ہے کہ لڑکی کنواری ہو کیونکہ وہ سادہ ہوتی ہے' اُسے پہلے مردوں سے تعلق نہیں ہوتا۔ یہی چیز اس کے نکاح کی پختگی میں مددگار ثابت ہو گی۔ یہاں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ خاوند اور بیوی میں عمر' کاروبار' تہذیب اور دیگر اجتماعی چیزوں میں سطح قریب قریب ہو۔ ان شعبوں میں باہم قریب قریب ہونا باہمی اُلفت اور دوام عشرت کے لیے مددگار ثابت ہو گا۔

جب ہم بیوی کے انتخاب میں ان اُمور کا خیال کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ ہم اپنے گھروں کو ایسا باغ بنائیں جس میں دل خوش رہے' خاوند سعادت مند ہو' نیک اولاد تیار ہو' جس سے اُمتیں پاکیزہ اور باعزت زندگی گزاریں۔(۱)

بہترین مرد

جیسے مرد پر ضروری ہے کہ نکاح کے لیے صالح عورت تلاش کرے اسی طرح عورت کے ولی پر بھی لازم ہے کہ اپنی بیٹی یا بہن کے لیے صالح اور بااخلاق مرد کا انتخاب کرے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ ﴾

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے

---

(۱) [ملخصا' فقه السنه (۲/ ۱۰۸)]

نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔'' (۱)

(سید سابقؒ) ولی کو چاہیے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی دیندار' باخلاق' صاحبِ شرف اور اچھی عادات والے شخص سے کرے۔ اگر وہ اس کے ساتھ زندگی گزارے گا تو اچھے طریقے سے اور اگر وہ اسے رخصت کرے گا تو احسان سے۔ امام غزالیؒ ''احیاء علوم الدین'' میں فرماتے ہیں کہ لڑکی کے متعلق احتیاط بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ وہ نکاح سے لونڈی بن جاتی ہے' پھر وہ اس سے خلاصی نہیں رکھتی' لیکن خاوند ہر حال میں حق طلاق رکھتا ہے۔ جب وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی ظالم' فاسق' بدعتی یا شراب کے عادی سے کر دے گا تو وہ اپنے دین میں مجرم ٹھہرے گا اور اللہ کی ناراضگی مول لے گا۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جو گناہوں پر اصرار کرتا ہو اس سے شادی کرنا مناسب نہیں۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اس کے لیے کسی ایسے نیک آدمی کا انتخاب کرے جس کا دین اور امانت پسندیدہ ہو۔ (۳)

دینداری کی ترجیح کا ایک مثالی واقعہ

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ہونے والی باکمال خواتین میں سے ایک ہیں۔ ان کے شوہر اسلام سے کنارہ کش رہے اور انہیں چھوڑ کر ملک شام روانہ ہو گئے اور پھر وہیں وفات پا گئے۔ پھر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ' جو ابھی کافر تھے' نے انہیں پیغامِ نکاح بھیجا مگر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے (ضرورتِ نکاح کے باوجود) انہیں یہ جواب بھیجا کہ

﴿وَاللّٰهِ مَا مِثْلُكَ يَا أَبَا طَلْحَةَ يُرَدُّ وَلَكِنَّكَ رَجُلٌ كَافِرٌ وَأَنَا امْرَأَةٌ مُسْلِمَةٌ وَلَا يَحِلُّ لِي أَنْ أَتَزَوَّجَكَ فَإِنْ تُسْلِمْ فَذَاكَ مَهْرِي وَمَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ فَأَسْلَمَ فَكَانَ ذٰلِكَ مَهْرَهَا قَالَ ثَابِتٌ فَمَا سَمِعْتُ بِامْرَأَةٍ قَطُّ كَانَتْ أَكْرَمَ مَهْرًا مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ الْإِسْلَامَ﴾

''اللہ کی قسم! اے ابو طلحہ! تمہارے جیسے شخص کا پیغامِ نکاح رد نہیں کیا جا سکتا' لیکن تم کافر شخص ہو اور میں ایک مسلمان عورت ہوں۔ میرے لیے تم سے شادی کرنا حلال نہیں۔ البتہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارا

---

(۱) [حسن : إرواء الغلل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه ' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

(۲) [ملخصا ' فقه السنة (۱۱۱/۲)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤٦/۱۸)]

قبولِ اسلام ہی میرا حق مہر ہو گا۔ اس کے علاوہ میں تم سے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کرتی۔ چنانچہ (بالآخر) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے (اور پھر اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح کر لیا) اور ان کا حق مہر یہی (قبولِ اسلام) ہی تھا۔ اس روایت کے راوی ثابتؒ بیان کرتے ہیں' میں نے کبھی کسی عورت کے متعلق نہیں سنا کہ اس کا مہر اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے مہر (اسلام) سے زیادہ معزز ہو۔"(۱)

نکاح میں کفائت کا حکم

کفائت کا مطلب ہے برابری اور ہمسری۔ مراد یہ ہے کہ شرعی نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کا کس کس چیز میں برابر ہونا ضروری ہے؟ اس مسئلے میں فقہا نے طویل اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا دین اور اخلاق میں برابر و کفو ہونا ہی کافی ہے اس کے علاوہ کسی چیز میں برابر ہونا ضروری نہیں۔ نیز جن روایات سے حسب نسب یا دیگر اشیا میں برابری کا حکم لگایا جاتا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں مذکورہ مسئلے کے لیے واضح دلیل موجود نہیں۔ مزید اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳]

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو' کنبے قبیلے بنا دیے ہیں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

(2) ﴿ فَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ [البقرة : ۲۲۱]

"مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔"

(3) ﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ﴾ [النور : ۳]

"زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے۔"

(4) ﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [النور : ۲۶]

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں۔ ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح نسائی ' نسائی (۳۳۴۱) کتاب النکاح : باب التزویج علی الاسلام]

بکواس (بہتان باز) کر رہے ہیں وہ ان سے بالکل بری ہیں' ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔"

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔"(۱)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ صرف دین و اخلاق میں ہی کفائت کا اعتبار کیا جائے گا۔

(مالکؒ) کفائت صرف دین کے ساتھ مختص ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) بالاتفاق دین میں کفائت کا اعتبار کیا جائے گا لہٰذا کسی مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح جائز نہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) دین میں کفائت بالاتفاق معتبر ہے۔(٤)

- مال میں کفائت ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (ایک تاجر و مالدار شخص) کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ (حبشی غلام) کے نکاح میں تھی۔(۵)
- اسی طرح حسب نسب میں بھی کفائت ضروری نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ غلام تھے) کا نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو ایک قریشی خاتون تھیں) سے کرا دیا تھا۔(٦)
- علاوہ ازیں اگرچہ چھوٹی عمر کی لڑکی کا نکاح بڑی عمر کے لڑکے کے ساتھ جائز تو ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی عمر ابھی نو سال تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 54 سال تھی۔" لیکن زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کی عمروں کا بھی لحاظ رکھا جائے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّهَا صَغِيرَةٌ﴾ "بلاشبہ یہ چھوٹی عمر کی ہے۔" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کا پیغام بھیجا تو

---

(۱) [حسن : إرواء الغلل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٤/٢٠٦)]

(۳) [فتح الباری (۱۰/۱٦٥)]

(٤) [السيل الجرار (٢/٣٠٠)]

(٥) [دارقطنی (٣/٣٠٢)]

(٦) [تفسير اللباب فی علوم الكتاب (١٥/٥٥٣)]

آپ ﷺ نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔" (۱)

حسب نسب پر فخر یا طعن کرنا جائز نہیں

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ ' الْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ ﴾

"تین کام جاہلیت کے ہیں: ① حسب پر فخر کرنا ② نسب میں طعن کرنا ③ اور نوحہ کرنا۔" (۲)

منحوس عورت سے بچنا

مراد یہ ہے کہ ایسی عورت جو بد اخلاق ہو' زبان دراز ہو' بد اندیش ہو' بے رحم ہو' وغیرہ وغیرہ (جیسا کہ یہ سب باتیں شادی سے پہلے تحقیق کے ذریعے معلوم کی جا سکتی ہیں) تو اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ایسی عورت سے شادی کرنے سے سکون وراحت کی بجائے انسان ہمیشہ کی پریشانی میں گرفتار ہو سکتا ہے' گھر میں ہر وقت لڑائی کا ماحول پیدا ہو سکتا ہے' جس سے ایک طرف تو زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے گی اور دوسری طرف دینی ودنیوی سرگرمیاں بھی متاثر ہوں گی۔ قرآن میں ایسی ہی بیوی کو انسان کی دشمن کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ﴾[التغابن : ۱٤]

"اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں' پس ان سے بچ کے رہنا۔"

اور حدیث میں ایسی عورت کو منحوس کہا گیا ہے:

﴿ الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ ﴾

"نحوست عورت میں' گھر میں اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے۔" (۳)

---

(۱) [صحیح : التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲/۱۵۱) نسائی (۲/۷۰)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۰۵۵)]

(۳) [بخاری (۵۰۹۳) کتاب النکاح : باب ما یتقی من شؤم المرأة]

باب الخطبة　　　منگنی کا بیان

"خِطبَة" عربی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے "منگنی کرنا۔" منگنی سے مراد ہے نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کے سرپرستوں کی طرف سے رشتہ طے کرنا اور نکاح کے لیے عہد و پیمان کرنا۔ یہ مباح و جائز ہے لیکن ضروری نہیں کیونکہ اگر اس کے بغیر فوراً نکاح ہی کر لیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔

کس عورت کو پیغام نکاح بھیجنا جائز ہے؟

(سید سابق) صرف اس عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا جاسکتا ہے جس میں دو شرطیں موجود ہوں:

① وہ ان شرعی موانع سے خالی ہو جن کی موجودگی میں اس سے نکاح جائز نہیں۔

② اس سے پہلے کسی نے اس عورت کو پیغامِ نکاح نہ بھیجا ہو۔

اگر کوئی شرعی رکاوٹ ہو مثلاً وہ عورت اس پر اسبابِ تحریم میں سے کسی سبب کے باعث حرام ہو' خواہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا وقتی طور پر یا کسی اور نے اسے پیغامِ نکاح بھیجا ہو تو ایسی عورت کو پیغامِ نکاح بھیجنا جائز نہیں۔(۱)

دورانِ عدت پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ﴾ [البقرة : ٢٣٥] کی تفسیر میں کہا ہے کہ کوئی شخص عدت گزارنے والی عورت سے کہے کہ میرا نکاح کا ارادہ ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آجائے۔(۲)

اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بیان کہ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (یعنی عدت میں بیٹھنے والی عورتوں سے) پیغامِ نکاح کے بارے میں کوئی بات اشارے سے کہو یا ارادہ اپنے دلوں میں ہی چھپا کے رکھو' اللہ کو تو علم ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دوران عدت عورت سے اگر اشارے کنائے سے نکاح کے متعلق بات کر لی

---

(۱) [فقه السنة (١١١/٢)]

(۲) [بخاری (٥١٢٤) کتاب النکاح]

جائے جس کی صورت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلادی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی واضح طور پر پیغامِ نکاح دیتا ہے تو وہ لازماً گناہگار ہو گا۔

(شوکانی ؒ) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر عدت گزارنے والی عورت کو صریحاً پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے۔ البتہ جو عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو اسے اشارے کنائے میں پیغامِ نکاح دینا جائز ہے' جو رجعی طلاق کی عدت گزار رہی ہو اسے اشارہ کرنا بھی حرام ہے اور جو طلاق بائنہ (یعنی تیسری طلاق) کی عدت گزار رہی ہو اسے اشارہ کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔(۱)

(شافعیؒ) کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاقِ رجعی کی عدت میں عورت سے پیغام نکاح کے متعلق اشارے سے بھی بات کرے۔(۲)

یاد رہے کہ جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے اور کنائے سے بات کی جاسکتی ہے اور جو عورت طلاقِ بتہ (یعنی تیسری طلاق) کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے کے ساتھ بات کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔(۳)

(سید سابق ؒ) عدت والی عورت کو پیغامِ نکاح دینا حرام ہے خواہ وہ عدتِ وفات میں ہو یا عدتِ طلاق میں اور طلاق بھی خواہ بائنہ ہو یا رجعیہ۔

تمام آراء و اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عدت والی عورتوں کو پیغامِ نکاح دینا حرام ہے اور طلاقِ بائنہ والی عورت اور عدتِ وفات والی عورت کو اشارہ کرنا جائز ہے جبکہ طلاقِ رجعی والی عورت کو اشارہ کرنا بھی حرام ہے۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) عدت والی عورت کو صریحاً پیغامِ نکاح بھیجنا حرام ہے۔(٥)

کسی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیجنا حرام ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [نيل الأوطار (١٨٣/٤)]

(۲) [أيضا]

(۳) [فتح البارى (١٧٩/٩) تفسير اللباب فى علوم الكتاب (٢٠٠/٤)]

(٤) [فقه السنة (١١٢/٢)]

(٥) [الملخص الفقهى (٢٦١/٢)]

﴿ وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ ﴾
”کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ بھیجے حتی کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔“(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ ﴾
”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح نہ دے تاوقتیکہ اس سے پہلے پیغامِ نکاح دینے والا خود چھوڑ دے یا پیغامِ نکاح دینے والا اجازت دے دے۔“(۲)

(جمہور، نوویؒ) ان احادیث میں ممانعت حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(سید سابقؒ) اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغامِ نکاح بھیج دینا حرام ہے کیونکہ اس میں پہلے پیغام بھیجنے والے پر زیادتی اور برا سلوک ہے۔ نیز اس طرح خاندانوں میں مخالفت پیدا ہوتی ہے۔(٥)

(شیخ عبداللہ بسام) کسی دوسرے کے پیغامِ نکاح پر عورت کو پیغامِ نکاح بھیجنا حرام ہے ...... لیکن اگر دوسرے پیغام بھیجنے والے کو (پہلے کا) علم ہی نہ ہو تو پھر جائز ہے کیونکہ وہ معذور ہے۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجے۔(٧)

(شیخ صالح بن فوزان) اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجنا حرام ہے۔(٨)

(شیخ سلیم ہلالی) اسی کے قائل ہیں۔(٩)

---

(۱) [بخاری (٥١٤٤) کتاب النكاح : باب لا يخطب على خطبة أخية حتى ينكح أو يدع ' نسائي (٧٣/٦) أحمد (٤٦٢/٢) حميدى (١٠٢٧) بيهقى (١٨٠/٧) شرح معانى الآثار (٤/٣)]

(۲) [بخاری (٥١٤٢) كتاب النكاح : باب لا يخطب على خطبة أخية حتى ينكح أو يدع ' أحمد (٤٢/٢) نسائى (٧٣/٦)]

(۳) [نيل الأوطار (٨٠/٤) فتح البارى (٢٥٠/١٠) شرح مسلم (٢١٤/٥)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٥٧٠/٩)]

(٥) [فقه السنة (١١٣/٢)]

(٦) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٥٢/٥)]

(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٥١/١٨)]

(٨) [الملخص الفقهى (٢٦٢/٢)]

(٩) [موسوعة المناهى الشرعية (١٤/٣)]

❑ (ابن تیمیہؒ) ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی آدمی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجنا حرام ہے۔ انہوں نے دوسرے کے نکاح کے صحیح ہونے میں دو اقوال پر اختلاف کیا ہے:

پہلا قول یہ ہے' جسے امام مالکؒ نے اختیار کیا ہے کہ (پہلے کے پیغام پر پیغام بھیج کر اگر دوسرے کا نکاح ہو جائے تو) دوسرے کا نکاح باطل ہے اور امام احمدؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرے شخص کا نکاح صحیح ہے' ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے' البتہ ان سب کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ایسا کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے اور اسے سزا دینا واجب ہے۔(۱)

❑ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر کہیں رشتے کی بات چل رہی ہو اور ابھی پختہ نہ ہوئی ہو تو کوئی اور بھی پیغامِ نکاح بھیج سکتا ہے۔ انہوں نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تمہاری عدت پوری ہو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوئی:

﴿ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ﴾

''تو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ابو جہم رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغامِ نکاح بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں رکھتا (یعنی عورتوں کو بہت مارتا ہے) اور معاویہ فقیر ہے' اس کے پاس کوئی مال نہیں (اس لیے) تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لو۔ (فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) میں نے اسے ناپسند کیا (مگر) آپ ﷺ نے پھر کہا کہ تم اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لو۔ لہٰذا میں نے اس سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر ڈال دی (حتی کہ) میں رشک کرتی تھی۔''(۲)

اس روایت میں محلِ استشہاد یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابو جہم رضی اللہ عنہ دونوں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح بھیج رکھا تھا مگر ابھی کسی کی بات بھی پختہ نہیں ہوئی تھی لہٰذا ثابت ہوا کہ رشتہ پکا ہونے سے پہلے

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۵۳/۵)]

(۲) [مسلم (۱۴۸۰) کتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها' موطا (۵۸۰/۲) ابو داود (۲۲۸۴) کتاب الطلاق : باب فی نفقة المبتوتة ' نسائی (۷۵/۶) بیهقی (۱۸۰/۷) ابن الجارود (۷۶۰) ابن حبان (۴۲۷۶۔ الاحسان) طحاوی فی شرح معانی الآثار (۶۵/۳)]

پہلے کوئی اور بھی پیغامِ نکاح بھیج سکتا ہے۔

امام شوکانی ؒ ان حضرات کے اس مؤقف کو مرجوح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان دونوں نے اکٹھے پیغام بھیجا ہو یا دوسرے کو پہلے کے پیغام کے متعلق علم ہی نہ ہوا ہو اور نبی کریم ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اشارہ کیا' (اس کی طرف سے) پیغامِ نکاح نہیں دیا اور اگر بالفرض یہ پیغامِ نکاح بھی ہو تو ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے یہ پیغام تب دیا ہو جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی ان دونوں (معاویہ، ابو جہم) سے بے رغبتی ظاہر ہوئی ہو۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ وہ احادیث 'جو پیغامِ نکاح پر پیغام دینے کی حرمت کا تقاضا کرتی ہیں' کے درمیان اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ابو جہم رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیغامِ نکاح کے باوجود اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کا مشورہ دینے کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اسے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیغامِ نکاح نہیں دیا تھا بلکہ محض مشورہ دیا تھا اور اس کے سامنے یہ واضح کیا تھا کہ معاویہ تو فقیر ہے اور ابو جہم عورتوں کو بہت مارتا ہے۔ اس معاملے میں فیصلہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اختیار میں تھا۔(۱)

کافر و بے دین کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجنے کا حکم

اگر پہلے پیغام بھیجنے والا کافر ہو تو اس کے پیغام پر اپنا پیغام بھیجنا جائز ہے کیونکہ حدیث میں اپنے "مسلمان بھائی" کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغام بھیجنے سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ کافر کسی مسلمان کا بھائی نہیں لہٰذا اس کے بھیجے ہوئے پیغام پر پیغام بھیجنا جائز ہوا۔ نیز یہ جواز اس لیے بھی ہے کہ کسی بھی مسلمان عورت کا نکاح کافر کے ساتھ جائز نہیں لہٰذا اسے کافر کے نکاح میں آنے سے بچانے کی کوشش ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(اوزاعیؒ، شافعیہ) کافر کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجنا جائز ہے۔

(شوکانیؒ) یہی بات ظاہر ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

☐ نیز اگر پہلے پیغامِ نکاح بھیجنے والا شخص مسلمان ہونے کے باوجود انتہائی گناہگار یا بے دین ہو تو اس کے

---

(۱) [نیل الأوطار (۱۸۱/٤) السیل الجرار (۲۳٤/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۸۱/٤) المغنی لابن قدامة (۵۷۰/۹)]

پیغام پر کسی دوسرے صالح شخص کا پیغامِ نکاح بھیجنا اس سے زیادہ بہتر ہے۔

لڑکی شوہر دیدہ ہو تو اس کی طرف پیغامِ نکاح بھیجا جا سکتا ہے

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد:

﴿ أَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَاطِبَ بْنَ أَبِي بَلْتَعَةَ يَخْطُبُنِي لَهُ ﴾

"نبی کریم ﷺ نے میری طرف حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا' وہ مجھے آپ ﷺ کے لیے پیغامِ نکاح دینے آئے تھے۔" (۱)

لڑکی اگر نابالغ ہو تو اس کے ولی کو پیغامِ نکاح بھیجا جائے گا

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ﴾

"نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔" (۲)

جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس سے شادی کے متعلق پوچھنا

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ 'کیا آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے اس سے شادی کے متعلق پوچھ لے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟

مجلس افتاء نے جواب دیا کہ 'اگر فی الواقع وہ اس عورت سے شادی کی رغبت رکھتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ تنہائی میں نہ پوچھے (بلکہ لڑکی کے کسی محرم رشتہ دار کی موجودگی میں پوچھے)۔ (۳)

لڑکی والے بھی رشتے کی پیش کش کر سکتے ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

---

(۱) [مسلم (۹۱۸) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة ' نسائی (۳۲۵۴) كتاب النكاح ' أحمد (۳۱۳/۶)]

(۲) [بخاری (۵۰۸۱) كتاب النكاح : باب تزويج الصغار من الكبار]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۵۱/۱۸)]

أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبِلْتُهَا ﴾

''جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا (اپنے شوہر) خنیس بن حذافہ سہمی کی وفات کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں' اور خنیس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ میں نے کچھ دنوں تک انتظار کیا۔ پھر مجھ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور میں نے کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی شادی حفصہ رضی اللہ عنہا سے کر دوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کی اس بے رخی سے مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ سے بھی زیادہ رنج ہوا۔ کچھ دنوں تک میں خاموش رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شادی کر دی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ مجھ پر پیش کیا تھا تو اس پر میرے خاموش رہنے سے تمہیں تکلیف ہوئی ہو گی کہ میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے کہا واقعی تکلیف تو ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے جو کچھ میرے سامنے رکھا تھا' اس کا جواب میں نے صرف اس وجہ سے نہیں دیا تھا کہ میرے علم میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیتے تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے آتا۔'' (۱)

---

(۱) [بخاری (۵۱۲۲) کتاب النکاح : باب عرض الانسان ابنته أو أخته علی أهل الخیر ' نسائی (۷۷/۶) صحیح نسائی (۳۰۴۷)]

رشتہ طے کرنے کے لیے کسی کو نمائندہ مقرر کرنا جائز ہے

زوجین میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ عقدِ نکاح کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کر لیں خواہ دونوں کا ایک ہی نمائندہ ہو۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ أَتَرْضَى أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانَةَ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ لِلْمَرْأَةِ أَتَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ فُلَانًا قَالَتْ نَعَمْ فَزَوَّجَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا' کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں عورت سے کرا دوں؟ اس نے کہا' ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے کہا' کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں مرد سے کرادوں؟ تو اس نے کہا' ہاں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی کرا دی۔" (۱)

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام اوزاعی' امام ربیعہ' امام ثوری' امام لیث اور امام ابو ثور رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(شافعیؒ) یہ عمل جائز نہیں۔(۲)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے کیونکہ گزشتہ حدیث اس کا ثبوت ہے۔

(ابن قدامہؒ) نکاح میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) فرماتے ہیں' فقہاء کا اتفاق ہے کہ ہر ایسا عقد جس کا انعقاد خود انسان کے لیے جائز ہے اس میں کسی دوسرے کو وکیل و نمائندہ مقرر کرنا بھی جائز ہے۔(٤)

منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا ؟ قَالَ لَا قَالَ فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا﴾

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۵۹) كتاب النكاح : باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات ' إرواء الغليل (۱۹۲٤) ابو داود (۲۱۱۷)]

(۲) [نيل الأوطار (٤/۲۱۰) الروضة الندية (۲/۳۲) البحر الزخار (۳/۲٥)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (۹/۳٦۳)]

(٤) [فقه السنة (۲/۱۹٤)]

"میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کو یہ خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی (کا ارادہ) کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا' نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' جاؤ اور اسے دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کوئی (بیماری) ہوتی ہے۔" (۱)

(2) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿خَطَبْتُ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا﴾

"میں نے عہد رسالت میں ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا' نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے دیکھ لو' اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں الفت پیدا ہو جائے۔" (۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ﴾

"تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔" (۳)

---

(۱) [مسلم (۱٤۲٤) کتاب النکاح : باب ندب النظر الی وجه المرأة وکفیها لمن یرید تزوجها ' نسائی (٦٩/٦) کتاب النکاح : باب اباحة النظر قبل التزویج ' شرح معانی الآثار (١٤/٣) کتاب النکاح : باب الرجل یرید تزوج المرأة هل یحل له النظر الیها ' دارقطنی (٢٥٣/٣) کتاب النکاح : باب المهر ' بیهقی (٨٤/٧) کتاب النکاح : باب نظر الرجل الی المرأة یرید أن یتزوجها ' احمد (٢٨٦/٢)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (١٥١١) کتاب النکاح : باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها ' ابن ماجة (١٨٦٥) أحمد (٢٤٤/٤) دارمی (١٣٤/٢) کتاب النکاح : باب الرخصة فی النظر للمرأة عند الخطبة ' ترمذی (١٠٨٧) کتاب النکاح : باب ما جاء فی النظر الی المخطوبة ' نسائی (١٤/٣) کتاب النکاح : باب اباحة النظر قبل التزویج ' عبدالرزاق (١٣٣٥) دارقطنی (٢٥٢/٣) ابن الجارود (٦٧٥) شرح معانی الآثار (١٤/٣) شرح السنة (١٤/٥)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (١٨٣٢) کتاب النکاح : باب فی الرجل ینظر إلی المرأة ' أحمد (٣٣٤/٣) ابو داود (٢٠٨٢) شرح معانی الآثار (١٤/٣) حاکم (١٦٥/٢) معرفة السنن والآثار للبیهقی (٢٢٤/٥) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح]

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا ﴾

"جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق (کوئی بات) ڈال دے تو پھر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ شخص اسے دیکھ لے۔"(۱)

(5) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأْسَهُ ﴾

"ایک خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرنے آئی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک نظر دیکھا پھر نظر اوپر نیچے کر کے ذرا غور سے دیکھا اور پھر اپنا سر نیچے کر لیا۔"(۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ آدمی کے ایسی عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جس سے وہ نکاح کا ارادہ رکھتا ہے۔(۳)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(نوویؒ) پہلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے (ایک نظر) دیکھ لینا بہتر ہے۔ یہی ہمارا' امام مالکؒ کا، امام ابو حنیفہؒ اور سارے کوفیوں کا، امام احمدؒ کا اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔(٥)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۵۱۰) کتاب النکاح : باب النظر إلی المرأة ' ابن ماجة (۱۸٦٤) ابن ابی شیبة (۲٥٦/٤) أحمد (۲۲٥/٤) شرح معانی الآثار (۱۳/۳) طبرانی کبیر (۲۲٤/۱۹)]

(۲) [مسلم (۱٤۲٥) کتاب النکاح : باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن وخاتم حدید وغیر ' بخاری (٥۱۳٥) کتاب النکاح : باب السلطان ولی لقول النبی زوجناکها ' ابو داود (۲۱۱۱) کتاب النکاح : باب فی التزویج علی العمل یعمل ' ترمذی (۱۱۱٤) کتاب النکاح : باب ' نسائی (۱۲۳/٦) ابن ماجة (۱۸۸۹) کتاب النکاح : باب صداق النساء ' موطا (٥۲٦/۲) دارمی (۱٤۲/۲) شرح معانی الآثار (۱٦/۳) دارقطنی (۲٤۷/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۸٥/٤)]

(٤) [أیضا]

(٥) [شرح مسلم للنووی (۲۲۷/٥)]

(ابن قدامہؒ) ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ انسان کے لیے ایسی عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے وہ نکاح کا ارادہ رکھتا ہے۔(۱)

(شیخ ابن بازؒ) منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے مگر خلوت کے بغیر۔(۲)

منگیتر کے جن مقامات کو دیکھا جا سکتا ہے

(جمہور، مالکؒ) صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھی جا سکتی ہیں' اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیونکہ چہرہ دیکھنے سے خوبصورتی اور بدصورتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ہتھیلیوں سے جسم کے ملائم ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(ابو حنیفہؒ) چہرے اور ہتھیلیوں کے ساتھ دونوں قدموں کو بھی دیکھ سکتا ہے۔

(داود ظاہریؒ) سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے۔

(اوزاعیؒ) صرف گوشت کے مقامات کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم کے درمیان عورت کا چہرہ دیکھنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ چہرہ ستر نہیں اور یہی محاسن کے جمع ہونے کا مقام اور دیکھنے کی جگہ ہے۔ نیز اس کے لیے اُس مقام کو دیکھنا جائز نہیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔

(سید سابقؒ) احادیث نے نظر کے مقام کی تعیین نہیں کی بلکہ مطلق رکھا ہے کہ اس مقام کو دیکھا جا سکتا ہے جسے دیکھنے سے مقصود حاصل ہو جائے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے عبدالرزاق[(١٦٣/٦)' (١٠٣٥٢)' (١٠٣٥٣)] اور سعید بن منصور[٥٢١] نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کی بیٹی اُم کلثوم کا پیغامِ نکاح بھیجا۔ انہوں نے اس کے چھوٹے ہونے کا ذکر کیا اور کہا میں اسے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اگر آپ کو پسند آ جائے تو وہ آپ کی بیوی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اس کی پنڈلی سے کپڑا اٹھایا تو وہ بولیں اگر آپ رضی اللہ عنہ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پھوڑ دیتی۔(۳)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (٤٨٩/٩)]

(۲) [فتاوی اسلامیة (١٢٨/٣)]

(۳) [نیل الأوطار (١٨٥/٤) فقه السنة (١١٤/٢) المغنی لابن قدامة (٤٩٠/٩)]

(نوویؒ) صرف عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ یہ دونوں اشیاء ستر نہیں اور اس لئے بھی کہ چہرے سے خوبصورتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ہتھیلیوں سے بدن کے ملائم ہونے یا ملائم نہ ہونے کا' یہی ہمارا اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔(۱)

منگیتر کو دیکھنے کے لیے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں

بلکہ چھپ کر بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔''

﴿فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا﴾

''پھر میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ میں اسے چھپ کر دیکھا کرتا تھا حتی کہ میں نے اس کے اُن اعضاء کو دیکھ ہی لیا جو اس سے نکاح کے لیے باعثِ رغبت تھے تو میں نے اس سے نکاح کر لیا۔''(۲)

(جمہور، مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ) عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی شرط نہیں بلکہ اس کی غفلت میں بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ البتہ امام مالکؒ نے اس عمل کو اس لیے ناپسند کیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اسے غفلت میں دیکھنے سے اس کی کسی ستر والی جگہ پر نظر پڑ جائے۔(۳)

(شوکانیؒ) احادیث کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو دیکھنا جائز ہے خواہ اس سے اجازت لی گئی ہو یا نہ لی گئی ہو۔(٤)

☐ عورت کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے متعلق سید سابقؒ رقمطراز ہیں کہ عورت کو دیکھنے سے تو اس کا حسن و جمال معلوم ہو جائے گا۔ البتہ اس کی باقی صفات پوچھنے پچھوانے سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ ہمسایوں اور محلہ داروں یا بعض پُر اعتماد لوگوں جیسے ماں' بہن وغیرہ کے ذریعے سے گفتگو کے متعلق پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک عورت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اس کی

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (٥/٢٢٧)]
(۲) [حسن : صحیح ابو داود (١٨٣٢) کتاب النکاح : باب فی الرجل ینظر إلی المرأة]
(۳) [شرح مسلم للنووی (٥/٢٢٧) تحفة الأحوذی (٤/٢١٣)]
(٤) [نیل الأوطار (٤/١٨٥)]

ایڑیاں دیکھنا' اس کی گردن کے کنارے دیکھنا' ایک روایت میں ہے کہ اس کے دانتوں کو سونگھنا۔(۱) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور احمد کے راوی ثقہ ہیں۔(۲)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں فرمایا ہے کہ عورت کے اخلاق و اوصاف اور جمال کے متعلق ایک دیکھنے والے اور سچے انسان سے دریافت کرنا چاہیے جو ظاہر و باطن سے باخبر ہو اور جو نہ تو خود اس کی طرف مائل ہو کہ تعریف میں مبالغہ کرے اور نہ ہی اس سے حسد کرتا ہو کہ کوئی کمی کرے۔(۳)

لڑکی کا لڑکے کو دیکھنا

(سید سابقؒ) دیکھنے کا حکم صرف مرد تک محدود نہیں بلکہ یہ اسی طرح عورت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ پس اس کے لیے بھی اپنے منگیتر کو (ایک نظر) دیکھ لینا جائز ہے کیونکہ عورت کو بھی مرد سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو کچھ مرد کو عورت سے اچھا لگتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اپنی بیٹیوں کی شادی بدصورت مرد سے مت کرو۔ (کیونکہ) عورتوں کو بھی مردوں سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو کچھ مردوں کو عورتوں سے اچھا لگتا ہے۔"(٤)

منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کا باہمی میل جول

منگنی عہدِ نکاح ہے عقدِ نکاح نہیں جس کے متعلق یقیناً یہ بھی امکان ہے کہ تکمیلی مراحل تک ہی نہ پہنچے اور جب تک عقدِ نکاح نہیں قرار پاتا لڑکا اپنی منگیتر کے لیے غیر محرم ہی رہے گا اور غیر محرم سے خلوت و تنہائی اختیار کرنا' یا میل جول بڑھانا' یا اکٹھے گھومنا پھرنا' یا اس کا کوئی قابل ستر عضو دیکھنا' سب حرام ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾

---

(۱) [احمد (۳/۲۳۱) حاکم (۲/۱٦٦) بیهقی (۷/۸۷)]

(۲) [مجمع الزوائد (٤/۲۷۹)]

(۳) [فقه السنة (۲/۱۱٤)]

(٤) [فقه السنة (۲/۱۱٤)]

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے جس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو کیونکہ (ایسی صورت میں) ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔“(۱)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ ﴾

”خبردار! جو آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔“(۲)

(3) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ ؟ قَالَ : الْحَمْوُ الْمَوْتُ ﴾

”عورتوں کے ساتھ تنہائی میں ملاقات سے باز رہو۔ایک انصاری نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دیور کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ موت ہے۔“(۳)

(4) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ﴾

”کوئی مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے۔ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ نہ لیٹے اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ

---

(۱) [صحيح : ارواء الغليل (۱۸۱۳) احمد (۳۳۹/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۵۴۶) ترمذی (۲۱۶۵) كتاب الفتن : باب ما جاء في لزوم الجماعة ' (۱۱۷۱) كتاب الرضاع : باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات ' المشكاة (۳۱۱۸) السلسلة الصحيحة (۴۳۰)]

(۳) [بخاری (۵۲۳۲) كتاب النكاح : باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم ' مسلم (۲۱۷۲) كتاب السلام: باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها ' ترمذی (۱۱۷۱) كتاب الرضاع : باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات ' احمد (۱۴۹/۴) دارمی (۲۷۸/۲) ابن حبان (۵۵۸۸) بيهقی (۹۰/۷)]

ایک کپڑے میں برہنہ نہ لیٹے۔" (۱)

(سید سابق") منگیتر کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے کیونکہ وہ نکاح تک اس کے لیے حرام ہے۔ محض ایک نظر دیکھ لینے کے سوا شریعت میں کچھ بھی جائز نہیں اور حرمت اپنی جگہ قائم ہے کیونکہ تنہائی میں ممنوعات کے ارتکاب کے خطرہ سے نہیں بچا جا سکتا۔ لیکن جس وقت محرم رشتہ دار موجود ہو تو پھر خلوت و تنہائی جائز ہے کیونکہ اس کی موجودگی ارتکابِ گناہ سے رکاوٹ ہو گی۔

اکثر لوگ اس معاملے میں سستی کرتے ہیں اور اپنی بیٹی یا کسی قریبی رشتہ دار کے لیے منگیتر کے ساتھ بغیر کسی کی نگرانی کے تنہائی اختیار کرنے کو جائز تصور کرتے ہیں کہ وہ اسے جہاں چاہے لے جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنے شرف کو ضائع کر دیتی ہے' پاک دامنی کو داغ دار کر دیتی ہے اور اپنے تقدس کو پامال کر دیتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھر یہ (رشتہ) نکاح کے تکمیلی مراحل تک نہیں پہنچ پاتا اور مزید نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی اور سے بھی نکاح نہیں ہو پاتا۔

اس کے برعکس ایک سخت مزاج گروہ ایسا بھی ہے جو منگیتر کو اپنی بیٹی دیکھنے ہی نہیں دیتے اور صرف یہی کہتے ہیں کہ اسے دیکھے بغیر ہی راضی ہو جاؤ یا یہ کہ سہاگ رات کو ہی اسے دیکھنا۔ یوں جب زوجین اچانک ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور غیر متوقع صورتحال نظر آتی ہے تو پھر بسا اوقات ایسی مخالفت و جدائی پیدا ہو جاتی ہے جس کا تصور بھی نہیں ہوتا۔

بعض لوگ صرف تصویر پر گزارا کرتے ہیں لیکن درحقیقت اس سے تسلی بخش رہنمائی نہیں ملتی۔ اس سے حقیقت کی باریک تصویر کشی بھی نہیں ہوتی۔

سب سے بہتر معاملہ وہ ہے جو اسلام لے کر آیا ہے۔ اس میں دونوں کے ایک دوسرے کو دیکھ لینے کے حق کا خیال بھی ہے اور تنہائی سے اجتناب بھی۔ جس سے شرافت کا خیال رہتا ہے اور عزت کو تحفظ ملتا ہے۔(۲)

---

(۱) [مسلم (۳۳۸) کتاب الحیض : باب تحریم النظر الی العورات ' ابو داود (۴۰۱۸) کتاب الحمام : باب ما جاء فی التعری ' ترمذی (۲۷۹۳) کتاب الأدب : باب فی کراهیة مباشرة الرجال الرجال والمرأة المرأة ' ابن ماجه (۶۶۱) کتاب الطهارة وسننها : باب النهی أن یری عورة أخیه ' احمد (۶۳/۳) طحاوی فی مشکل الآثار (۲۶۸/٤) أبو عوانة (۲۸۳/۱) ابن حبان (۵۵۷٤) أبو یعلی (۱۱۳۶) طبرانی (۵٤۳۸) بیهقی فی السنن الکبری (۹۸/۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل ینظر الی عورة الرجل]

(۲) [ملخصا ' فقه السنة (۱۱۵/۲)]

غیر محرم پر اگر اچانک نظر پڑ جائے

اگر کسی غیر محرم لڑکی پر اچانک نظر پڑ جائے تو اپنی نظر جھکا لینی چاہیے۔ایسے شخص پر کوئی گناہ نہیں ہوگا لیکن جو شخص دوبارہ نظر اُٹھا کر غیر محرم کو دیکھے گا تو یقیناً وہ گناہگار ہوگا جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي ﴾

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ (جب کسی غیر محرم عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو) میں اپنی نظر پھیر لوں۔"(۱)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ ﴾

"اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دوڑا کیونکہ پہلی نظر تو تیرے لئے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔"(۲)

منگیتر سے ٹیلی فون پر باتیں کرنا

نکاح سے پہلے منگیتر سے بلاوجہ ٹیلی فون پر لوچ دار انداز میں باتوں کا سلسلہ شروع کر دینے سے بھی گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ کسی فتنہ کا موجب بن سکتا ہے۔البتہ اگر کوئی ضروری کام ہو تو پھر بات کرنے میں ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَانِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ [الأحزاب : ۳۲]

---

(۱) [مسلم (۲۱۵۹) كتاب الاداب : باب نظر الفجاة ' ابو داود (۲۱٤۸) كتاب النكاح : باب ما يؤمر به من غض البصر ' ترمذی (۲۷۷٦) كتاب الأدب : باب ما جاء فی نظر الفجاة ' دارمی (۲۷۸/۲) ابن حبان (۵۵۷۱) طحاوی فی شرح معانی الآثار (۱۵/۳) طبرانی (۲٤۰۵) بيهقی (۸۹/۷)]

(۲) [حسن : جلباب المرأة المسلمة (ص / ۷۷) هداية الرواة (۳۰٤٦) ' (۲۵۲/۳) ابو داود (۲۱٤۹) كتاب النكاح : باب ما يؤمر به من غض البصر ' ترمذی (۲۷۷۷) كتاب الأدب : باب ما جاء فی نظر الفجاة]

”اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔“

مراد یہ ہے کہ چونکہ عورت جیسے خود فطرتی طور پر مردوں کے لیے جنسی کشش کا باعث ہے اسی طرح اس کی آواز بھی کشش رکھتی ہے۔ اس لیے اسے غیر مردوں سے ایسے نرم ولطیف لہجے میں کہ جس سے ان کے دل میں کسی قسم کا لالچ پیدا ہو' گفتگو کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ اپنے لہجے کو معروف طریقہ کلام کے ساتھ کچھ سخت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کسی کے دل میں برا خیال پیدا نہ ہو۔ تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ شب وروز نرم ودلکش لہجے میں منگیتر سے ٹیلی فون پر یا کسی اور ذریعے سے گفتگو کا انداز اپنایا جائے۔

منگیتر سے ہاتھ ملانا

منگیتر چونکہ نکاح تک غیر محرم ہے اور غیر محرم سے ہاتھ ملانا ممنوع ہے لہٰذا منگیتر سے ہاتھ ملانا بھی جائز نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے متعلق بیان کرتی ہیں:

﴿مَا مَسَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَخَذَ عَلَيْهَا فَأَعْطَتْهُ قَالَ اذْهَبِي فَقَدْ بَايَعْتُكِ﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا۔ البتہ آپ زبان سے عہد ومیثاق لیتے اور جب خواتین زبان سے (قبولِ اسلام اور دیگر شرائط کا) عہد کر لیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے' جاؤ بے شک میں نے تم سے بیعت کر لی۔“ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ جب تک شادی نہیں ہو جاتی وہ اپنی منگیتر کے ساتھ خلوت اختیار کرے' اس کے ساتھ مصافحہ کرے یا اس کے ساتھ کہیں (گھومنے پھرنے کے لیے) نکلے کیونکہ وہ ابھی اس کے لیے اجنبی (یعنی غیر محرم) ہے۔ (۲)

(شیخ سلیم ہلالی) (غیر محرم) عورتوں سے مصافحہ کرنا حرام ہے (اور چونکہ منگیتر بھی شادی سے قبل ابھی

---

(۱) [مسلم (۱۸۶۶) کتاب الامارة : باب کیفیة بیعة النساء' بخاری (۲۷۱۳) کتاب الشروط : باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام' ابو داود (۲۹۴۱) کتاب الخراج والامارة والفیء : باب ما جاء فی البیعة' ترمذی (۳۳۰۶) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الممتحنة' ابن ماجه (۲۸۷۵) کتاب الجهاد : باب بیعة النساء' نسائی فی السنن الکبری (۱۱۵۸۶) ابن حبان (۵۵۸۱) بیهقی (۱۴۸/۸)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۷۸/۱۸)]

غیر محرم ہی ہے اس لیے اس سے ہاتھ ملانا بھی حرام ہے)۔(۱)

منگنی توڑ دینا

منگنی نکاح کا عہد ہے جسے پورا کرنا ہی بہتر ہے۔ جیسا کہ کتاب و سنت میں ایفائے عہد کے متعلق متعدد احکامات موجود ہیں حتی کہ وعدہ خلافی کو نفاق کی علامات میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اگر منگنی ہو جائے تو پھر اسے کسی صورت ختم کیا ہی نہیں جا سکتا خواہ بعد میں لڑکے یا لڑکی کے کچھ ایسے عیوب ظاہر ہوں جن کے باوجود نکاح کرنے سے کسی ایک کی زندگی کے برباد ہو جانے کا خطرہ ہو۔ بلکہ ایسی صورت میں لازماً منگنی کو ختم کر دینا چاہیے۔

منگنی ختم ہو جانے کی صورت میں لڑکی پر کوئی عدت نہیں بلکہ عدت صرف نکاح کے بعد رشتہ ختم ہونے کی صورت میں ہے خواہ رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

منگنی کے موقع پر دیئے گئے تحائف واپس لینا

منگنی کے موقع پر دیئے گئے تحائف واپس لینا جائز نہیں کیونکہ ان کا حکم ہبہ وعطیہ کا ہے جسے دے کر واپس لینے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس کی قباحت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿ اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ ﴾

"عطیہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔"(۲)

---

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۵۹/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۵۴۲۶) ابن ماجه (۲۳۸۶) كتاب الهبات : باب الرجوع في الهبة ' نسائی (۲۶۱۵) كتاب الزكاة : باب شراء الصدقة ' ترمذی (۱۲۹۸) كتاب البيوع : باب ما جاء في الرجوع في الهبة ' المشكاة (۱۹۵۴)]

باب المهر　　حق مہر کا بیان

''حق مہر'' سے مراد وہ ہدیہ و تحفہ ہے جو شادی کے موقع پر شوہر اپنی منکوحہ کو نقدی رقم یا کسی بھی مال و متاع کی صورت میں حسبِ توفیق ادا کرتا ہے۔ اس کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔ البتہ اسے اتنی اجازت ہے کہ اگر فوری طور پر ادا نہیں کر سکتا تو کچھ دیر تک ادا کر دے۔ لیکن اگر عورت حق مہر کا کچھ حصہ یا مکمل حق مہر اسے معاف ہی کر دے تو یہ بھی جائز و درست ہے۔(۱)

شوہر پر حق مہر کی ادائیگی واجب ہے

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء: ٤]

''عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔''

(2) ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [النساء: ٢٤]

''جن عورتوں سے تم (شرعی نکاح کے بعد) فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقررہ مہر ادا کرو۔''

(3) ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ [الممتحنة: ١٠]

''ان عورتوں (جو کافر شوہروں کو چھوڑ کر آ گئیں) کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔''

(4) ﴿فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ [النساء: ٢٠]

''حق مہر (خواہ خزانہ ہو اس) میں سے کچھ واپس نہ لو۔''

(5) رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب بیویوں اور بیٹیوں کو مہر دیا۔(۲)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَعْطِهَا شَيْئًا قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ قَالَ أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟﴾

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: حاشية الدسوقي (٢٩٣/٢) كشاف القناع (١٢٨/٥) حاشية ابن عابدين (٣٢٩/٢)]

(۲) [المغني لابن قدامة (٩٨/١٠)]

"جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا' اسے کچھ دو۔ تو انہوں نے کہا' میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تیری حطمی زرع کہاں ہے؟۔" (۱)

(شوکانیؒ) ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مہر نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط یا اس کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) حق مہر کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) عقدِ نکاح میں شوہر پر مہر واجب ہے۔(٤)

(شیخ عثیمینؒ) مہر صرف عورت کا حق ہے' کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ اس سے کچھ بھی لے۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) مہر کی ادائیگی واجب ہے اور اس کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ مہر صرف عورت کی ملکیت ہے اس کے ولی کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔(٦)

☐ کتب فقہ میں حق مہر کے لیے نو نام استعمال کیے جاتے ہیں:

① صداق ② صدقہ ③ مہر ④ نحلہ ⑤ فریضہ

⑥ اجر ⑦ علائق ⑧ عقر ⑨ حباء (۷)

حق مہر کی مقدار مقرر نہیں

(1) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي قَلَ فَنظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَ صَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأْسَهُ فَلَمَّا

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۸٦٥) کتاب النکاح : باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها ' ابو داود (۲۱۲٥) نسائی (۳۳۷٥)]

(۲) [السیل الجرار (۲/۲۸۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۰/۹۷)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۹/۳٤)]

(٥) [فتاوی منار الاسلام (۲/٥۳۲)]

(٦) [الملخص الفقهی (۲/۲۸۲_۲۸٤)]

(۷) [المغنی لابن قدامة (۱۰/۹۷)]

رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا فَقَالَ وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ" فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ "فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ"﴾

"ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' پھر آپ نے اپنی نظر کو نیچا کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس (حق مہر کی ادائیگی کے لیے) کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں' اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تلاش کرو' اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ تہبند ہے۔ انہیں (یعنی اس عورت کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے گی تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بلوایا' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن

کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا' جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ "میں نے تمہاری اس سے قرآن کی ان سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔" (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر قرار دیا۔" (۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ صَدَاقُهُ ﷺ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا﴾

"آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر بارہ اوقیہ (یعنی 480 درہم) اور ایک نش (نصف اوقی یعنی 20 درہم) تھا (س طرح یہ کل 500 درہم ہوئے)۔" (۳)

(4) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا بطورِ مہر دیا۔ (٤)

(5) حضرت سعید بن مسیبؒ نے دو درہم (حق مہر) کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ (٥)

جس روایت میں ہے کہ

---

(۱) [بخاری (٥٠٨٧ ' ٥١٣٠) كتاب النكاح : باب تزويج المعسر ' مسلم (١٤٢٥) أحمد (٣٣٠/٥) ابو داود (٢١١١) ترمذی (١١١٤) نسائی (١١٣/٦) ابن ماجة (١٨٨٩) عبدالرزاق (٧٥٩٢) حمیدی (٩٢٨) ابن الجارود (٧١٦) ابن حبان (٤٠٩٣) طحاوی (١٦/٣) بیهقی (١٤٤/٧)]

(۲) [بخاری (٥٠٨٦) كتاب النكاح : باب من جعل عتق الأمة صداقها ' مسلم (١٣٦٥) كتاب النكاح : باب فضيلة اعتاقه أمة ثم يتزوجها ' ابو داود (٢٠٥٤) كتاب النكاح : باب فى الرجل يعتق أمته ثم يتزوجها ' ترمذي (١١١٥) كتاب النكاح : باب ما جاء فى الرجل يعتق الأمة ثم يتزوجها ' ابن ماجه (١٩٥٧) كتاب النكاح : باب الرجل يعتق أمته ثم يتزوجها ' نسائى (٣٣٤٢) وفى السنن الكبرى (٥٥٧٦/٣)]

(۳) [مسلم (١٤٢٦) كتاب النكاح : باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم من حديد وغير ذلك من قليل وكثير ' ابو داود (٢١٠٥) كتاب النكاح : باب الصداق ' نسائی (١١٦/٦) ابن ماجة (١٨٨٦) كتاب النكاح : باب صداق النساء ' أحمد (٩٣/٦)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٥٤) ابو داود (٢١٠٩) كتاب النكاح : باب قلة المهر]

(٥) [المغنى لابن قدامة (٩٩/١٠)]

"بنو فزارہ کی ایک عورت نے نعلین (جوتیوں) کے عوض نکاح کر لیا اور نبی ﷺ نے اسے جائز قرار دیا۔"

وہ ضعیف ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعین نہیں جیسا کہ کم از کم کے متعلق گزشتہ احادیث اور بالخصوص پہلی حدیث اور زیادہ سے زیادہ کے متعلق قرآن کی یہ آیت ﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ "اور تم نے ان عورتوں میں سے کسی کو خزانہ بھی (بطور مہر) دیا ہو تو اس سے (طلاق کے وقت) کچھ نہ لو۔" اور وہ حدیث شاہد ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

﴿أنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ ﴾

"وہ عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ وہ حبشہ کی سرزمین میں وفات پا گیا تو نجاشی (شاہ حبشہ) نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ﷺ سے کر دیا اور انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر دیا اور پھر انہیں شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف روانہ کر دیا۔"(۲)

(احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام حسنؒ، حضرت سعید بن مسیبؒ، امام ربیعہؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) کم از کم دس درہم یا اس کے برابر قیمت کے ساتھ مہر ادا کیا جائے گا۔(۳)

احناف وغیرہ کی دلیل یہ روایت ہے:

﴿ لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ ﴾ "دس درہموں سے کم حق مہر نہیں۔"(٤)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک تو حجاج بن ارطاۃ جو تدلیس کی وجہ سے مشہور ہے اور دوسرا مبشر بن عبید جو متروک ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے یہ وضاحت

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف ابن ماجة (٤١٣) كتاب النكاح : باب صداق النساء ' إرواء الغليل (١٩٦٦) ابن ماجة (١٨٨٨) ترمذی (١١١٣) أحمد (٤٤٥/٣)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود (١٨٥٣) كتاب النكاح : باب الصداق ' ابو داود (٢١٠٧) نسائی (٣٣٥٠) كتاب النكاح : باب القسط فى الأصدقة ']

(۳) [المغنی (٩٩/١٠) بدائع الصنائع (٢٧٥/٢) الأم (٢٢٣/٧) نيل الأوطار (٢٥٠/٤)]

(٤) [دارقطنی (٢٤٤/٣) بیهقی (١٣٣/٧) نصب الراية (١٩٦/٣)]

فرمائی ہے۔(۱)

نیز چونکہ یہ روایت خبر واحد ہے لہٰذا اگر یہ صحیح بھی ہو تب بھی احناف کے اپنے اصول و قواعد کے مطابق قرآن کے اطلاق ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ [النساء : ٢٤] کی تقیید نہیں کر سکتی۔(۲)

(شوکانیؒ، ابن قدامہؒ) انہوں نے امام شافعیؒ کے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٥)

(سید سابقؒ) شریعت نے مہر کی قلت و کثرت کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ لوگ امیری و غریبی اور وسعت و تنگی میں مختلف ہوتے ہیں۔ ہر علاقے کا اپنا طریقہ و رواج ہے' اس لیے مہر کی تعیین نہیں کی گئی تاکہ ہر کوئی اپنی طاقت کے مطابق مہر ادا کر دے۔(٦)

(شیخ صالح بن فوزان) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) ہمیں کتاب و سنت سے کسی ایسی دلیل کا علم نہیں ہوتا جو مہر کی حد بندی پر دلالت کرتی ہو۔(۸)

☐ واضح رہے کہ عوام الناس میں مشہور یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر ایک عورت کے قرآن کی اس آیت ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا﴾ کی وجہ سے اعتراض پر اپنے قول ﴿لا تُغَالُوا فِي صَدَقَاتِ النِّسَاءِ﴾ "عورتوں کے مہر بہت قیمتی مت بناؤ۔" سے رجوع کر لیا اور باقاعدہ منبر پر اس کا اعلان کیا' انتہائی ضعیف و منکر ہے۔(۹)

---

(۱) [نيل الأوطار (٢٥٠/٤)]

(۲) [البحر المحيط (٤٦٤/٣) البرهان (٤٢٦/١) الإحكام للآمدى (٣٠١/٢) منهاج العقول (١٦٦/٢) التحصيل من المحصول (٣٩٠/١)]

(۳) [أيضا]

(٤) [الروضة الندية (٧٥/٢)]

(٥) [تحفة الأحوذى (٢٦٢/٤)]

(٦) [فقه السنة (٢٠٥/٢)]

(۷) [الملخص الفقهى (٢٨٢/٢)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٩/١٩)]

(۹) [إرواء الغليل للألبانى (تحت الحديث/ ١٩٢٧) ' (٣٤٧/٦)]

□ نیز یہ بھی یاد رہے کہ بتیس (32) روپے حق مہر مقرر کرنا یا اسے شرعی مہر قرار دینا قطعاً جائز نہیں کیونکہ کتاب و سنت میں ایسی کوئی صحیح و صریح دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بتیس (32) روپے حق مہر ادا کرنا مسنون ہے۔ اس لیے کم یا زیادہ حسبِ توفیق جتنا بھی میسر ہو مہر مقرر کر لینا چاہیے۔

کم حق مہر دینا افضل ہے

(1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ ﴾

"بہترین حق مہر وہ ہے جسے ادا کرنا انتہائی آسان ہو۔"

ایک روایت میں ہے کہ

﴿ خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ ﴾

"بہترین نکاح وہ ہے جو (مہر کے لحاظ سے) آسان ہو۔" (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي عُيُونِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا قَالَ قَدْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا قَالَ عَلَى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ كَأَنَّمَا تَنْحِتُونَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هَذَا الْجَبَلِ مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيكَ وَلَكِنْ عَسَى أَنْ نَبْعَثَكَ فِي بَعْثٍ تُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَبَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي عَبْسٍ بَعَثَ ذَلِكَ الرَّجُلَ فِيهِمْ ﴾

"ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' تم نے اسے دیکھ بھی لیا تھا؟ اس لیے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب بھی ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کتنے مہر پر؟ اس نے عرض کیا کہ چار اوقیہ چاندی پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا' چار اوقیہ پر؟ گویا تم لوگ اس پہاڑ کے پہلو سے چاندی کھود لاتے ہو (یعنی جب ہی تو اتنا زیادہ مہر باندھتے ہو) اور ہمارے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے' مگر اب ہم تمہیں ایک لشکر کے ساتھ بھیج دیتے ہیں کہ اس میں تمہیں (غنیمت کا) حصہ ملے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر قبیلہ بنی عبس کی طرف آپ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۵۹) كتاب النكاح : باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات ' إرواء الغليل (۱۹۲٤) ابو داود (۲۱۱۷) السلسلة الصحيحة (۱۸٤۲) صحيح الجامع الصغير (۳۳۰۰)]

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا تو اس کے ساتھ اسے بھی بھیج دیا۔"(۱)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿أَلَا لَا تُغَالُوا بِصُدُقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ﴾

"عورتوں کا مہر بہت زیادہ قیمتی مت کرو کیونکہ یہ اگر دنیا میں عزت اور اللہ کے ہاں تقویٰ کا باعث ہوتا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تم میں سب سے زیادہ مستحق ہوتے۔"(۲)

(ابن قدامہؒ) بہتر یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ قیمتی نہ ہو۔(۳)

(سید سابقؒ) اسلام کی منشا یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لیے جس قدر زیادہ تعداد میں ممکن ہو سکے شادی کے مواقع میسر ہوں' تاکہ ہر کوئی پاکیزہ و حلال راستے سے فائدہ حاصل کر سکے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب اس کا ذریعہ اور طریقہ آسان ہو حتی کہ وہ فقراء لوگ بھی اس پر قدرت رکھ سکیں جن کے لیے زیادہ مال خرچ کرنا مشکل ہے' جو تعداد میں بکثرت موجود ہیں۔ لہٰذا اسلام نے بہت زیادہ مہر کو ناپسندیدہ قرار دیا اور بتایا کہ جس شادی میں جس قدر مہر کم ہو گا وہ اتنی ہی بابرکت ہو گی۔(٤)

(شیخ ابن بازؒ) مشروع بات یہ ہے کہ مہر میں تخفیف اور اس کی رقم تھوڑی ہو اور اس بارے میں بہت سی وارد احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے اور شادی کو آسان بنانا اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی عفت پر حریص ہونا چاہیے۔ اور لڑکیوں کے اولیاء کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے لیے اموال کی شرط لگائیں۔ کیونکہ اس معاملہ میں ان کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ حق اگر ہے تو وہ صرف عورت کا ہے۔ یا پھر خاص کر اس کے باپ کا۔ وہ ایسی شرط لگا سکتا ہے جس سے اس کی بیٹی کو تکلیف نہ ہو۔ تاہم وہ اس شادی میں تاخیر نہ کرے اور اگر وہ اس شرط کو بھی

---

(۱) [مسلم (١٤٢٤) كتاب النكاح : باب ندب النظر الى وجه المرأة وكفيها لمن يريد تزوجها ' احمد (٧٩٨٤) نسائى (٣٢٣٤) حميدى (١١٧٢) ابن حبان (٤٠٤١) دارقطنى (٢٥٣/٣) سعيد بن منصور (٥٢٣) بيهقى (٨٤/٧)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (١٩٢٧) ابو داود (٢١٠٦) نسائى (٣٣٤٩) ترمذى (١١١٤) ابن حبان (١٢٥٩۔ الموارد) دارمى (١٤١/٢) حاكم (١٧٥/٢) بيهقى (٢٣٤/٧)]

(۳) [المغنى (١٠١/١٠)]

(٤) [فقه السنة (٢٠٧/٢)]

چھوڑ دے تو یہ اس کے لیے بہتر اور افضل ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اور جب یہ (زیادتی مہر وغیرہ جیسی) تکالیف بڑی ہوں گی اور لوگ حق مہر کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی رغبت کریں گے۔ شادیاں کم ہوں گی' زنا عام ہوگا' نوجوان مرد اور عورتیں مجرد رہیں گے۔ الا یہ کہ جسے اللہ بچانا چاہے۔

لہٰذا ہر جگہ کے تمام مسلمانوں کو میری یہ نصیحت ہے کہ نکاح میں آسانی اور سہولت پیدا کریں اور اس معاملہ میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ لمبے چوڑے حق مہر کے مطالبہ سے پورا پورا پرہیز کریں۔ نیز ولیموں کے تکلفات سے بچتے ہوئے صرف شرعی ولیمہ پر اکتفا کریں جس میں زوجین زیادہ تکلف نہ کریں۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر مہر مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ چیز شوہر کو تنگی و مشقت میں مبتلا کرنے کا باعث ہوگی۔(۲)

مال و متاع کے علاوہ کچھ اور بھی بطورِ مہر مقرر کیا جاسکتا ہے

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی چند سورتوں کے عوض ایک آدمی کی شادی کرادی۔(۳)

(2) رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کا حق مہر ان کی آزادی ہی تھا۔(٤)

(3) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کا حق مہر محض ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ تَزَوَّجَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صِدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامَ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صِدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا ﴾

''حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' تو حق مہر اسلام تھا۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئیں تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب پیغامِ نکاح بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو میں آپ کے ساتھ نکاح کرلوں گی۔

---

(۱) [فتاوی ابن باز' مترجم (۱۶۶/۱)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۷٤/۱۹)]

(۳) [بخاری (۵۰۸۷' ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر]

(٤) [بخاری (۵۰۸٦) کتاب النکاح : باب من جعل عتق الأمة صداقها]

چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے تو اسلام ہی ان کے درمیان حق مہر تھا۔(۱)

(شوکانیؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منافع کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے خواہ قرآن کی تعلیم ہی ہو۔

(شافعیؒ، اسحاقؒ، حسنؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) منافع کو مہر مقرر کرنا آزاد کے لیے ممنوع' جبکہ غلام کے لیے جائز ہے۔

(ابن العربیؒ) صحیح بات یہ ہے کہ تعلیم (وغیرہ) کو مہر مقرر کرنا جائز ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) مہر میں یہ بھی جائز ہے کہ وہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہو' کھجوروں کا بھرا ہوا پیالہ ہو یا کتاب اللہ کی تعلیم ہو یا اس جیسی کوئی بھی چیز ہو' لیکن یہ اس وقت جائز ہے جب (مرد اور عورت) دونوں اس پر رضامند ہوں۔(۳)

عورت کا بطورِ مہر عمرہ کی ادائیگی کی شرط لگانا

(سعودی مجلس افتاء) کسی عورت نے دریافت کیا کہ 'میری یہ خواہش ہے اور اللہ سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ مجھے حج یا عمرہ کی سعادت عنایت کریں گے' لیکن میری اور میرے گھر والوں کی معاشی حالت ابھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کیوں نہ میں یہ شرط لگا لوں کہ میرا مہر یہی ہو کہ شوہر مجھے عمرہ کرا دے۔ یہ بھی اس صورت میں کہ اگر یہ میری تقدیر میں لکھا ہو اور مجھے اللہ کوئی صالح شوہر عطا کر دے۔ تو کیا اس معاملے میں شریعت کی کوئی مخالفت تو نہیں؟

مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

آپ کے اس شرط عائد کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ آپ کا مہر عمرہ ہو۔ بلاشبہ صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ میں سے ایک کا نکاح کسی عورت سے صرف اُن قرآن کی سورتوں کے عوض کرایا تھا جو اسے یاد تھیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ کو صالح شوہر عطا فرمائے۔(٤)

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (٣١٤٥) نسائي (١١٤/٦) كتاب النكاح : باب التزويج على الاسلام ' أحكام الجنائز وبدعها للألباني (ص / ٣٥-٣٨)]

(۲) [نيل الأوطار (٢٥٥/٤)]

(۳) [فقه السنة (٢٢٧/٢)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٣٧/١٩)]

حق مہر کی تقرری کے بغیر بھی نکاح درست ہے

جیسا کہ آئندہ عنوان کے تحت مذکور پہلی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مہر کی تقرری کے بغیر بھی نکاح اور طلاق درست ہے (لیکن) پھر مرد پر عورت کے لیے مہر واجب ہو گا۔(۱)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) مہر کی تقرری کے بغیر بھی نکاح درست ہے اور اسے زواجِ تفویض کہتے ہیں۔ عام اہل علم کے اقوال میں سے یہی بات صحیح ہے۔(۳)

مطلقہ کا حق مہر

- اگر نکاح سے پہلے حق مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور پھر نکاح کے بعد شوہر ہم بستری کیے بغیر ہی عورت کو طلاق دے دے تو پھر مرد پر عورت کو حق مہر دینا واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی اسے چاہیے کہ حسبِ توفیق کچھ نہ کچھ عورت کو دے دے۔
- اگر نکاح سے پہلے حق مہر مقرر کیا گیا ہو اور پھر نکاح کے بعد شوہر ہم بستری کیے بغیر عورت کو طلاق دے دے تو مرد پر نصف مہر کی ادائیگی واجب ہے۔
- اگر نکاح سے پہلے حق مہر مقرر کیا گیا ہو اور پھر نکاح کے بعد شوہر ہم بستری کر کے عورت کو طلاق دے دے تو اس پر مکمل حق مہر کی ادائیگی واجب ہے۔
- اگر شوہر ہم بستری کر کے طلاق دے مگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو پھر اس پر عورت کو مہر مثل یعنی اتنا مہر جو عورت کے خاندان میں عام رائج ہے' ادا کرنا لازم ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَن يَعْفُونَ

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۲۹/۵)]

(۲) [السیل الجرار (۲۸۱/۲)]

(۳) [فقه السنة (۲۰۹/۲)]

أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [البقرة: ٢٣٦-٢٣٧]

"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں' ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔ خوش حال آدمی اپنی طاقت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی طاقت کے مطابق' دستور کے موافق اچھا فائدہ دے' بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے۔ اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو' یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے' تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

(2) سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴾ [الأحزاب: ٤٩]

"اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو' پھر انہیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی عدت کا حق نہیں جسے تم شمار کرو' پس تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو اور اچھے طریقے سے انہیں رخصت کر دو۔"

(3) ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا ﴾ [البقرة: ٢٢٩]

"اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو۔"

(4) سورۂ نساء میں ہے کہ:

﴿وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴾ [النساء: ٢٠]

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا ہی چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ دے رکھا ہو' تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو' کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے' تم اسے کیسے لو گے۔"

بیوہ کا حق مہر

❀ مطلقہ عورت کے مہر کی جو چار صورتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں' بیوہ کے مہر کی بھی وہی صورتیں ممکن ہیں۔

❀ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ بیوہ کا حق مہر مقرر ہو یا نہ ہو' اسی طرح اس سے ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اسے مکمل مہر دیا جائے گا۔ اگر مقرر ہو تو جتنا مقرر ہو اور اگر مقرر نہ ہو تو مہر مثل۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق سوال ہوا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا اور اس سے ابھی ہم بستر بھی نہ ہوا تھا کہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:

﴿لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ﴾

''اس عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر ملے گا' اس میں نہ کمی ہو گی نہ زیادتی۔''

اس عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہے اور اس کے لیے میراث بھی ہے۔ یہ سن کر (اس مجلس میں موجود) حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہماری ایک عورت ''بروع بنت واشق'' کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔(۱)

(احمدؒ، ابو حنیفہؒ) جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اسے خاوند کی وفات پر مہر مثل دیا جائے گا۔ خواہ اس سے ہم بستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ نیز امام ابن سیرینؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ اور امام اسحاقؒ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(مالکؒ) ایسی عورت جس سے ہم بستری نہیں کی گئی صرف میراث کی مستحق ہے مہر کی نہیں کیونکہ مہر وطی و

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۸۵۸) أحمد (۴۸۰/۳) ابو داود (۲۱۱۶) کتاب النکاح : باب من تزوج ولم یسم صداقا' ترمذی (۱۱۴۵) کتاب النکاح : باب الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل أن یفرض لها' نسائی (۱۲۱/۶) کتاب النکاح : باب التزوج بغیر صداق' ابن ماجة (۱۸۹۱) کتاب النکاح : باب الرجل یتزوج ولا یفرض لها فیموت' ابن الجارود (۷۱۸) عبدالرزاق (۱۰۸۹۸) ابن حبان (۴۱۰۰) حاکم (۱۸۰/۲) بیہقی (۲۴۵/۷) امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ نیز امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

مباشرت کا عوض ہے۔ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(شوکانیؒ) جس نے کسی عورت سے شادی کی اور مہر مقرر نہ کیا تو اسے اس کی عام عورتوں کی مثل مہر دیا جائے گا جبکہ اس نے اس کے ساتھ قربت کے تعلقات قائم کر لیے ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر درج بالا حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس استدلال کے لیے کافی ہے کہ موت کے ساتھ مہر اور میراث واجب ہو جاتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ ہم بستری سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ اس ضمن میں متعدد دلائل موجود ہیں اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ البتہ (میاں بیوی کے) محض خلوت و تنہائی کے ساتھ ہی مہر واجب ہونے کے متعلق کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو قابل حجت ہو اور نہ ہی کوئی مرفوع ایسی روایت ثابت ہے جو قابل احتجاج ہو۔ہاں بعض اقوالِ صحابہ مروی ہیں لیکن ان میں کوئی حجت نہیں۔(۱)

(راجح) پہلا مؤقف گزشتہ صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن رُشدؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ پورا مہر ہم بستری یا موت کے ساتھ واجب ہوتا ہے۔(۳)

حق مہر کی ادائیگی کا وقت

مہر کی ادائیگی کے لیے بہتر تو یہ ہے کہ شادی کے موقع پر ہی سارا حق مہر ادا کر دیا جائے تا کہ شوہر اپنے ذمہ سے عہدہ برآ ہو جائے لیکن اگر شوہر شادی کے موقع پر یا شادی کے فوراً بعد مہر ادا نہیں کرتا بلکہ تاخیر کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر شوہر مہر کی ادائیگی سے قبل فوت ہو جائے تو اس کے ترکے سے مہر ادا کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرد اور عورت کی شادی کروائی لیکن اس آدمی نے مہر مقرر نہ کیا پھر ہم بستری بھی کر لی حتی کہ جب اس کی وفات کا وقت آن پہنچا تو اس نے کہا:

﴿إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ زَوَّجَنِي فُلَانَةَ وَلَمْ أَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَلَمْ أُعْطِهَا شَيْئًا وَإِنِّي

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۵٦/٤) الدرر البهية : كتاب النكاح ' السيل الجرار (۲۸۱/۲) الحاوى (۵۳۹/۹) المبسوط (۹٤/۵) الخرشى (۲٦۰/۳)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (۱٤۹/۱۰)]

(۳) [بداية المجتهد (٤۰/۲)]

أَشْهِدُكُمْ أَنِّي أَعْطَيْتُهَا مِنْ صَدَاقِهَا سَهْمِي بِخَيْبَرَ فَأَخَذَتْ سَهْمًا فَبَاعَتْهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ ﴾
”یقیناً رسول اللہ ﷺ نے میری فلاں عورت سے شادی کرائی اور میں نے اس کے لیے نہ تو حق مہر مقرر کیا اور نہ ہی اسے کچھ دیا اور اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اپنا خیبر کا حصہ (بطورِ مہر) دے دیا۔ چنانچہ اس نے وہ حصہ لیا اور اسے ایک لاکھ میں فروخت کر دیا۔“ (۱)

نیز یہ بھی مناسب ہے کہ شوہر شادی کے موقع پر اگر مکمل حق مہر ادا نہیں کرتا تو مہر کا کچھ حصہ ضرور ادا کرے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ انہیں کچھ دیں۔(۲)

جس روایت میں مذکور ہے ﴿ فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ ثُمَّ دَخَلَ بِهَا ﴾ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرع دی پھر ان کے ساتھ خلوت اختیار کی۔“ وہ ضعیف ہے۔(۳)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ”وہ عورت کو مرد کی طرف سے کچھ بھی ادائیگی سے پہلے اس کے پاس بھیج دیں۔“ وہ بھی ضعیف ہے۔(٤)

(سید سابق ؒ) مہر جلدی ادا کرنا یا دیر سے ادا کرنا' یا کچھ حصہ جلدی اور کچھ دیر سے ادا کرنا سب جائز ہے۔(٥)

عورت اپنی خوشی سے شوہر کو مہر معاف کر سکتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَآتُواْ النِّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾ [النساء : ٤]

”اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھالو۔“

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۹) كتاب النكاح : باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات ' ابو داود (۲۱۱۷) حاكم (۱۸۱/۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٦٥) كتاب النكاح : باب في الرجل يدخل بامرأته قبل أن ينقدها ' ابو داود (۲۱۲٥)]

(۳) [ضعيف ابو داود (٤٦۱)]

(٤) [ضعيف ابو داود (٤٦۳) أيضا ' ضعيف ابن ماجة (٤۳۳) ابو داود (۲۱۲۸)]

(٥) [فقه السنة (۲۰۷/۲)]

(ابن العربیؒ) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ عورت اپنے ذاتی معاملے کی خود مالک ہے' جب وہ اپنا حق مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دے گی تو یہ چیز نافذ ہو جائے گی اور پھر عورت کو حق مہر میں رجوع کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔(۱)

(قرطبیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت خواہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کر دینا جائز ہے۔

(جمہور فقہا) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) مذکورہ بالا آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ عورت اپنے مال میں تصرف کی خود مختار ہے خواہ اسے کسی کو عطیہ ہی دے دے' بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو (یعنی سمجھداری کی عمر کو پہنچ چکی ہو) اور اگر وہ ایسی نہ ہو تو پھر اس کے عطیے کا کوئی حکم نہیں۔ نیز اس کی رضامندی کے بغیر اس کے ولی کے لیے اس کے حق مہر میں سے کچھ بھی جائز نہیں۔(۳)

شوہر دوسری بیوی کو جتنا مہر دے' کیا پہلی کو بھی دوبارہ اتنا دینا واجب ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ 'ایک آدمی شادی شدہ ہے' وہ دوسری شادی کرتا ہے' تو پہلی بیوی اس سے اتنا زیور طلب کرتی ہے جتنا اس نے دوسری کو دیا ہے' کیا اس پر لازم ہے اسے بھی دے یا نہ دے؟

مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اس پر لازم نہیں کہ وہ پہلی بیوی کو بھی اتنا مہر یا زیور دے جتنا اس نے دوسری کو دیا ہے۔ لیکن اگر وہ اسے بھی راضی کرنے کے لیے عطا کر دے تو یہ اچھا ہے۔(٤)

---

(۱) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (۳٤۹/۱)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۷/۵)]

(۳) [تیسیر الکریم الرحمن (۱۸۷/۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۸۹/۱۹)]

باب شروط النکاح — شرائطِ نکاح کا بیان

ولی کی اجازت

انعقادِ نکاح کے لیے لڑکی کے ولی یعنی سرپرست کی اجازت شرط ہے۔ اگر ولی کی اجازت نہ ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوتا' البتہ لڑکے کے لیے ولی کی اجازت کی ضروری نہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلاَ تَنكِحُواْ الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلاَ تُنكِحُواْ الْمُشِرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُواْ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ [البقرہ : ۲۲۱]

''اور تم شرک کرنے والی عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں' ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ تم شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔''

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب مردوں کو مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ان سے نکاح مت کرو۔ لیکن جب مشرک مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح سے منع کیا تو ان کے اولیاء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو۔ جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ لڑکا نکاح کے معاملے میں خود مختار ہے' اس کے لیے ولی کی اجازت ضروری نہیں جبکہ لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی بلکہ اس کا نکاح صرف اس کے سرپرست ہی کریں گے۔

(قرطبیؒ) آیت کے ان الفاظ ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ ''اور تم شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' کے متعلق رقمطراز ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ ولی (کی اجازت) کے بغیر (عورت کا) نکاح نہیں ہوتا۔(۱)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ امام ابن جریرؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ابو جعفر محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے کہ نکاح صرف ولی (کی اجازت) کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ ''اور تم مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں

(۱) [تفسیر قرطبی (۴۹/۳)]

کو مت دو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔"(۱)

(ابن العربیؒ) محمد بن علیؒ کے اس استدلال کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ واضح مسئلہ اور صحیح دلالت ہے۔(۲)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ﴾"اور تم مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو۔" اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح میں ولی کا اعتبار کیا جائے گا۔(۳)

(2) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ ﴾

"ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔"(۴)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ ﴾

"جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔"(۵)

---

(۱) [تفسير فتح القدير (۲۹۳/۱)]

(۲) [تفسير أحكام القرآن لابن العربى (۱۹۳/۱)]

(۳) [تيسير الكريم الرحمن (۱۱٤/۱)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۳٦) كتاب النكاح : باب فى الولى ' ابو داود (۲۰۸۵) ترمذى (۱۱۰۱) كتاب النكاح : باب ما جاء لا نكاح الا بولى ' دارمى (۱۳۷/۲) أحمد (۳۹٤/٤) ابن ماجة (۱۸۸۱) كتاب النكاح : باب لا نكاح الا بولى ' ابن الجارود (۷۰۱) أبو يعلى (۱۹۵/۱۳) ابن حبان (۱۲٤۳۔ الموارد) دارقطنى (۲۱۸/۳) حاكم (۱۷۰/۲) بيهقى (۱۰۷/۷)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۳۵) كتاب النكاح : باب فى الولى ' ابو داود (۲۰۸۳) أحمد (٤۷/٦) ترمذى (۱۱۰۲) كتاب النكاح : باب ما جاء لا نكاح الا بولى ' ابن ماجة (۱۸۷۹) كتاب النكاح : باب لا نكاح الا بولى ' ابن الجارود (۷۰۰) دارمى (۷/۳) دارقطنى (۲۲۱/۳) حاكم (۱٦۸/۲) بيهقى (۱۰۵/۷) أبو يعلى (۱٤۷/۸)]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح منعقد ہونے کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور اس کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن منذرؒ) کسی صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں۔

(ابو حنیفہؒ) کسی صورت میں بھی ولی کی اجازت ضروری نہیں۔

(اہل ظاہر) کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے نہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔(۲)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) حق یہی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) صحت نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط ولایت بھی ہے' پس کسی عورت کے لیے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں۔(٥)

(شیخ سلیم ہلالی) ولی اور دو گواہوں کے بغیر (ہونے والا) نکاح باطل ہے۔(٦)

- جن احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

﴿الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا﴾

"شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کے متعلق اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔"(۷)

---

(۱) [فتح الباری (۱۸۷/۹) بدایة المجتهد (۲۰/۳) نیل الأوطار (۱۹۵/٤) سبل السلام (۱۳۲۰/۳) الروضة الندیة (۳۰/۲) المغنی (۳٤۰/۹)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳٤٥/۹)]

(۳) [عون المعبود (۱۹۱/۲)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۲٤۱/٤)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۱٤۱/۱۸)]

(٦) [موسوعة المناهی الشرعیة (۸/۳)]

(۷) [مسلم (۱٤۲۱) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ' ابو داود (۲۰۹۸) کتاب النکاح : باب فی الثیب ' ترمذی (۱۱۰۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فی استئمار البکر والثیب ' ابن ماجة (۱۸۷۰) کتاب النکاح : باب استئمار البکر والثیب ' نسائی (۸٤) دارمی (۱۳۸/۲) بیهقی (۱۱٥/۷) طحاوی (۳٦٦/٤) شرح السنة (۳۰/۹) حمیدی (۲۳۹/۱)]

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ

﴿ لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ ﴾ ”شوہر دیدہ عورت کے بارے میں ولی کا کوئی اختیار نہیں۔“ (۱)

وہ گزشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان میں تو محض شوہر دیدہ خواتین کو زیادہ حق وار قرار دیا گیا ہے کہ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کم اختیار بھی کسی کا ابھی باقی ہے اور وہ ولی کا ہے یعنی شوہر دیدہ عورت ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے اس لیے وہ جہاں چاہے اس کے اولیاء کو وہیں اس کا نکاح کر دینا چاہیے۔ ان احادیث میں ایسا کہیں بھی نہیں ہے کہ عورت ولی کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔

☐ جو لوگ ولی کی اجازت ضروری تصور نہیں کرتے ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) وہ آیات جن میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے مثلاً:

﴿ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ [البقرة: ۲۳۰]

”حتی کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کر لے۔“

﴿ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ [البقرة: ۲۳۲]

”انہیں اپنے (پہلے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ ان آیات میں بظاہر نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہی کی گئی ہے لیکن دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نکاح کرے لیکن ولی کی اجازت کے ساتھ اگر ان آیات کے بعد ولی کی اجازت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا تو نبی کریم ﷺ بتلا دیتے حالانکہ ایسی کوئی بات منقول نہیں۔

(2) اسے بیع پر قیاس کیا جاتا ہے یعنی جیسے بیع کے انعقاد میں محض بائع اور مشتری کی رضامندی ہی کافی ہے اسی طرح نکاح میں بھی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہی کافی ہے۔

یاد رہے کہ قیاس نص کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے یہ باطل ہے۔

☐ واضح رہے کہ ولی سے مراد باپ ہے' باپ کی غیر موجودگی میں دادا' پھر بھائی' پھر چچا ہے (یعنی عصبہ رشتہ دار)۔ اگر کسی کے دو ولی ہوں اور نکاح کے موقع پر کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو ترجیح قریبی ولی کو ہو گی اور اگر دونوں ولی برابر حیثیت کے ہوں تو اختلاف کی صورت میں حاکم ولی ہو گا۔

---

(۱) [ضعیف : التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲/۱۵٦) ابو داود (۲۱۰۰) كتاب النكاح : باب في الثيب نسائي (٦/٨٤) ابن حبان (۱۲٤۱۱ ـ الموارد)]

عورت ولی نہیں بن سکتی

- عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔
- جو عورت اپنا نکاح خود کرے گی وہ شریعت کی نظر میں زانیہ شمار ہو گی۔
- نیز عورت کسی دوسری عورت کا بھی نکاح نہیں کرا سکتی۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا﴾ ”کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کر لیا۔“ (۱)

(ابن حزمؒ) نکاح کرانے کے لیے عورت ولی نہیں بن سکتی۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) عورت نہ تو خود اپنا نکاح کرا سکتی ہے اور نہ ہی کسی اور کا۔ (۳)

(شیخ سلیم ہلالی) عورت نہ تو (ولی کی حیثیت سے) کسی دوسری عورت کا نکاح کرا سکتی ہے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرا سکتی ہے۔ (٤)

محرم ولی نہیں بن سکتا

اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں ہو تو وہ کسی دوسرے کا ولی بن کر نکاح نہیں کرا سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ﴾

”محرم شخص نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ ہی نکاح کا پیغام بھیجے۔“ (٥)

نکاح کے لیے لڑکی کی رضامندی بھی ضروری ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (۳۰۷۲) صحيح ابن ماجة (۱۵۲۷) كتاب النكاح : باب لا نكاح إلا بولی ' ابن ماجة (۱۸۸۲) دارقطنی (۲۲۷/۳) بيهقی (۱۱۰/۷)]

(۲) [المحلی بالآثار (۵۵/۹)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳٤٥/۹)]

(٤) [موسوعة المناهی الشرعية (۱۱/۳)]

(٥) [مسلم (۱٤۰۹) كتاب النكاح : باب تحريم نكاح المحرم و كراهة خطبته]

﴿لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ﴾

"شوہر دیدہ کا نکاح اس سے امر طلب کرنے سے پہلے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کنواری عورت اجازت کیسے دے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس طرح کہ وہ خاموش رہے۔" (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا قَالَ نَعَمْ﴾

"کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہی ہے۔" (۲)

(ابن حزمؒ) نکاح میں ہر شوہر دیدہ کی رضامندی صرف اس کے کلام کے ساتھ ہی ظاہر ہوتی ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) بیٹی کو ایسے شخص کے ساتھ شادی پر مجبور کرنا جسے وہ ناپسند کرتی ہو' حرام ہے۔ (٤)

کنواری لڑکی کی رضامندی اس کی خاموشی ہے

جیسا کہ سابقہ روایت میں ہے کہ

﴿وَإِذْنُهَا صَمَاتُهَا﴾ "اور اس (کنواری) کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔"

(ابن قدامہؒ) شوہر دیدہ کی رضامندی کلام ہے اور کنواری کی رضامندی خاموشی۔ (٥)

---

(١) [بخاری (٥١٣٦) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاها ' مسلم (١٤١٩) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ' ابو داود (٢٠٩٤) کتاب النکاح: باب فی الاستئمار ' ترمذی (١١٠٩) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اکراه الیتیمة علی التزویج ' نسائی (٨٧١٦) ابن ماجة (١٨٧١) کتاب النکاح : باب استئمار البکر والثیب ' بیهقی (١٢٠/٧)]

(٢) [مسلم (١٤٢١) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح ' موطا (٥٢٤/٢) أحمد (٢٤١/١) دارمی (١٣٨/٢) ابو داود (٢٠٩٨) کتاب النکاح : باب فی الثیب ' ترمذی (١١٠٨) کتاب النکاح : باب ما جاء فی استئمار البکر والثیب ' نسائی (٨٤/٦) ابن ماجة (١٨٧٠) کتاب النکاح : باب استئمار البکر والثیب ' شرح السنة (٢٥/٥) عبدالرزاق (١٢٤/٦)]

(٣) [المحلی بالآثار (٥٧/٩)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٣٣/١٨)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٤٠٧/٩)]

اگر لڑکی راضی نہ ہو تو ولی زبردستی اس کا نکاح نہ کرے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿تُسْتَأمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا﴾

"یتیم (یعنی بالغ لڑکی) سے اس کے نکاح کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے اور وہ انکار کر دے تو پھر زبردستی اس کا نکاح کرنے کا کوئی جواز نہیں۔"(۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ "یتیمہ" ایسی چھوٹی بچی کو کہتے ہیں جس کا والد نہ ہو مگر یہاں اس سے مراد کنواری بالغ لڑکی ہے۔(۲)

(خطابیؒ) "معالم السنن" میں فرماتے ہیں کہ یہاں "یتیمہ" سے مراد ایسی کنواری بالغ لڑکی ہے جس کا والد اس کی بلوغت سے قبل فوت ہو چکا ہو۔(۳)

(2) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿تُسْتَأمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ سَكَتَتْ فَقَدْ أَذِنَتْ وَإِنْ أَبَتْ لَمْ تُكْرَهْ﴾

"یتیم (یعنی بالغ لڑکی) سے اس کے نکاح کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر تو وہ خاموش رہے تو یقیناً اس نے اجازت دے دی اور اگر وہ انکار کر دے تو پھر اسے مجبور نہ کیا جائے۔"(٤)

□ (ابن قدامہؒ) جب مالک اپنی لونڈی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کہیں کر دے تو نکاح لازم ہو جائے گا' خواہ وہ بڑی عمر کی ہو یا چھوٹی عمر کی' ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(٥)

اگر لڑکی کی رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کر دیا جائے

تو اسے یہ نکاح منسوخ کرانے کا حق حاصل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے:

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود' ابو داود (۲۰۹۳) ' (۲۰۹٤) ترمذی (۱۱۰۹) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج ' احمد (۲۵۹/۲) عبد الرزاق (۱۰۲۹۷) حاکم (۱٦٦/۲-۱٦۷) ابن حبان (٤۰۷۹) ابن أبی شیبة (۱۳۸/٤) بیهقی (۱۲۰/۷-۱۲۲)]

(۲) [عون المعبود (تحت الحدیث / ۲۰۹۳)]

(۳) [أیضا]

(٤) [مسند احمد (۳۹٤/٤-٤۱۱) دارمی (۱۳۸/۲) أبو یعلی (۷۳۲۷) ابن حبان (٤۰۸۵) بزار (۱٤۲۲) حاکم (۱٦٦/۲) دارقطنی (۲٤۱/۳) بیهقی (۱۲۰/۷)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٤۲۲/۹)]

(1) حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهُ﴾

''وہ بیوہ تھیں اور ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اس بات کا ذکر کیا)۔ تو آپ ﷺ نے اس (کے والد کا کیا ہوا) نکاح رد کر دیا۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ﴾

''ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے' تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے)۔''(۲)

☐ واضح رہے کہ یہ احادیث اس وقت کے متعلق ہیں کہ جب نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو۔ ورنہ نکاح کے بعد علیحدگی صرف خلع یا طلاق کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

نکاح کے لیے نابالغہ سے اجازت لینا ضروری نہیں

یاد رہے کہ یہ اجازت صرف کنواری بالغہ یا بیوہ بالغہ سے لی جائے گی جبکہ نابالغہ سے اجازت لینا ضروری نہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس وقت کر دیا تھا جب وہ چھ سال کی تھیں۔(۳)

---

(۱) [بخاری (۵۱۳۸) کتاب النکاح : باب اذا زوج ابنته وهی کارهة فنكاحه مردود ' ابو داود (۲۱۰۱) کتاب النکاح : باب فی الثیب ' ابن ماجه (۱۸۷۳) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وهی کارهة ' نسائی (۸٦/٦) احمد (۳۲۸/٦)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٤٥) کتاب النکاح : باب فی البکر یزوجها أبوها ولا یستامرها ' ابو داود (۲۰۹٦) ابن ماجة (۱۸۷٥) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وهی کارهة ' نسائی فی السنن الکبری (۲۸٤/۳) أحمد (۲۷۳/۱) دارقطنی (۲۳٤/۳)]

(۳) [بخاری (۵۱۳۳) کتاب النکاح : باب إنکاح الرجل ولده الصغار ' مسلم (۱٤۲۲) کتاب النکاح : باب تزویج الأب البکر الصغیرة ' ابو داود (۲۱۲۱) کتاب النکاح : باب فی تزویج الصغار ' ابن ماجه (۱۸۷٦) کتاب النکاح : باب نکاح الصغار یزوجهن الآباء ' نسائی (۸۲/٦) احمد (۱۱۸/٦) طیالسی (۱٤٥٤) حمیدی (۲۳۱) ابن الجارود (۷۱۱) بیهقی (۳٤/۹-۳٥)]

اگر رجعی طلاق کی عدت کے بعد مرد وعورت دوبارہ نکاح کرنا چاہیں

ایسی صورت میں لڑکی کے اولیاء کو انہیں دوبارہ نکاح کرنے سے نہیں روکنا چاہیے جیسا کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا قَالَ فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ "وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ" الْآيَةَ قَالَ فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ﴾

"میری ایک بہن تھی جس کے لیے میرے پاس پیغامِ نکاح آیا' پھر میرے پاس میرا چچازاد بھائی آیا تو میں نے اس (اپنی بہن) کا نکاح اس سے کر دیا' پھر (کچھ عرصہ کے بعد) اس نے اسے ایک رجعی طلاق دے دی اور اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہو گئی۔ جب میرے پاس میری بہن کے لیے (کہیں اور سے) پیغامِ نکاح آیا تو وہ (میرا چچازاد بھائی) بھی پیغامِ نکاح لے کر آن پہنچا۔ میں نے کہا' نہیں اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی تمہارے نکاح میں نہیں دوں گا۔ معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں تب یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی کہ "جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت گزار لیں تو پھر تم انہیں اپنے (پہلے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو جبکہ وہ معروف طریقے کے مطابق باہم راضی ہوں" حضرت معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (اس آیت کے نزول کے بعد) میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور اس (اپنی بہن) کا نکاح چچازاد بھائی سے کر دیا۔" (۱)

ولی اگر شوہر دیدہ کی رضا میں رکاوٹ بن رہا ہو تو اس کی اجازت ضروری نہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [البقرة : ۲۳۲]

"پس تم انہیں مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) شوہروں سے نکاح کر لیں۔"

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود' ابو داود (۲۰۸۷) کتاب النکاح : باب فی العضل' بخاری (۴۵۲۹) کتاب تفسیر القرآن : باب واذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن' ترمذی (۲۹۸۱) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة' ابن حبان (۴۰۷۱) دارقطنی (۲۲۴/۳) بیهقی (۱۰۴/۷) حاکم (۱۸۰/۲)]

اگر ولی کافر ہو تب بھی اس کی اجازت ضروری نہیں

جیسا کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ نے بغیر ولی کے ہی نکاح کیا کیونکہ نکاح کے وقت ان کا سرپرست ابھی کافر ہی تھا۔(۱)

(ابن قدامہؒ) مسلمان عورت پر کافر کی ولایت کسی حالت میں بھی درست نہیں' اس پر اہل علم کا اجماع ہے' جن میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابو عبیدؒ اور اصحاب الرائے شامل ہیں۔ امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ اہل علم میں سے جس کے متعلق بھی ہمیں یاد ہے' اس کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔

امام ابن قدامہؒ مزید فرماتے ہیں کہ اس صورت میں عورت کا ولی حاکم ہو گا یہی زیادہ بہتر ہے۔(۲)

❑ واضح رہے کہ ان صورتوں میں بھی عورت از خود نکاح نہیں کر سکتی بلکہ حاکم وقت عورت کا سرپرست وولی ہو گا جیسا کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرانے والا نجاشی (حاکم وقت) تھا۔

(شوکانیؒ) گزشتہ حدیثِ معقل کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ حکمران صرف اس صورت میں عورت کا نکاح کرا سکتا ہے کہ وہ اس کے ولی کو اس کے نکاح میں رکاوٹ بننے سے روکے' اگر وہ بات مان لے تو وہی ولی ہو گا اور اگر اپنی بات پر مصر رہے تو حکمران نکاح کرا دے۔(۳)

اگر کسی عورت کا ولی نہ ہو اور نہ ہی وہ حاکم تک پہنچنے کی طاقت رکھتی ہو

(قرطبیؒ) فرماتے ہیں کہ' جب عورت ایسی جگہ ہو جہاں نہ تو حاکم موجود ہو اور نہ ہی کوئی ولی ہو تو وہ اپنا معاملہ اپنے کسی قابل اعتماد ہمسائے کے سپرد کر دے اور وہ اس کی شادی کرا دے' اس صورت میں وہی اس کا ولی ہو گا کیونکہ لوگوں کے لیے نکاح کرنا ضروری ہے (لہٰذا) وہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ کام سرانجام دے لیں۔(٤)

(سید سابقؒ) نقل فرماتے ہیں' اسی بنیاد پر امام مالکؒ کمزور حالت والی عورت کے متعلق کہتے ہیں' اس کی شادی وہ شخص کرائے جس کے سپرد وہ اپنا معاملہ کر دے' کیونکہ وہ ایسے افراد میں سے ہے جو بادشاہ تک نہیں

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۳) کتاب النکاح ' الروضة الندية (۳۲/۲) ابو داود (۲۱۰۷) نسائی (۳۳۵۰)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۷۷/۹)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۰۱/٤)]

(٤) [الجامع لأحکام القرآن (۷٦/۳)]

پہنچ سکتے۔ پھر وہ ایسے شخص کے بھی مشابہ ہے جس کے پاس حاکم حاضر نہیں۔ لہٰذا وہ اس طرح ہی رجوع کرے کہ مسلمان ہی اس کے اولیاء ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت کا ولی نہ ہو اور وہ کچھ ساتھیوں میں ہو' پھر وہ اپنا معاملہ کسی آدمی کے سپرد کردے تاکہ وہ اس کی شادی کرائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حاکم بنانے کی قبیل سے ہے اور جسے حاکم بنایا گیا ہے وہ حاکم کے قائم مقام ہے۔(۱)

نکاح کے لیے دو عادل گواہوں کی موجودگی بھی شرط ہے

(1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَىْ عَدْلٍ﴾

''ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی انہی الفاظ میں روایت مروی ہے۔(۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِشَاهِدَىْ عَدْلٍ وَ وَلِيٍّ مُرْشِدٍ﴾

''دو عادل گواہوں اور ایک مرشد ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''(٤)

(4) ابو زبیر مکیؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أُتِيَ بِنِكَاحٍ لَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ إِلَّا رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ فَقَالَ هَذَا نِكَاحُ السِّرِّ وَلَا أُجِيزُهُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيهِ لَرَجَمْتُ﴾

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نکاح کا معاملہ لایا گیا کہ جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خفیہ نکاح ہے اور میں اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ اگر میں اس مسئلے میں مزید پیش قدمی کرتا تو رجم کی سزا مقرر کرتا۔''(٥)

---

(۱) [فقه السنة (۱۹۲/۲)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۸٦۰) دارقطني (۲۲٥/۳) بيهقي (۱۲٥/۷)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۱۸٥۸) دارقطني (۲۲٥/۳) بيهقي (۱۲٥/۷) ابو داود طيالسي (۱٥٥۳) ' (۳۰٥/۱) أبو يعلى (۱٤۷/۸) ' ٤٦۹۲]

(٤) [صحيح موقوف : إرواء الغليل (۱۸٤٤)]

(٥) [مؤطا (٥۳٥/۲) كتاب النكاح : باب جامع ما لا يجوز من النكاح]

(شافعیؒ) نکاح مردوں کی گواہی کے بغیر نہیں ہوتا۔

(ابو حنیفہؒ، احمدؒ) نکاح میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے اور احناف کے نزدیک عدالت شرط نہیں۔

(مالکؒ) شہادت کے علاوہ محض اعلانِ نکاح ہی کافی ہے۔(۱)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(ترمذیؒ) صحابہ و تابعین میں سے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور متقدم علماء میں سے کسی کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں۔ البتہ کچھ متاخر علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے اور وہ اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ ایک کے (حاضر ہو کر جانے کے) بعد دوسرا گواہ آجائے تو کیا یہ کفایت کر جائے گا؟ اہل کوفہ اور دیگر اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ نکاح صرف اس وقت ہی جائز ہے جب عقدِ نکاح کے وقت دونوں گواہ اکٹھے گواہی دیں۔ جبکہ اہل مدینہ کے کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اگر ایک کے بعد دوسرا بھی گواہی کے لیے آجائے تو نکاح درست ہو گا بشرطیکہ وہ اس کا اعلان کریں۔ یہ قول امام مالکؒ کا ہے۔ اسی طرح بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ نکاح میں ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی کفایت کر جاتی ہے۔ یہ قول امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کا ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) دو گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ایک عورت مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے ساتھ بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ امام نخعیؒ، امام اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔(٤)

❑ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ ﴾

---

(۱) [تحفة الأحوذى (٢٤٤/٤) المهذب (٤١١٢) مغنى المحتاج (١٤٤/٣) المبسوط (٣١/٥) تحفة الفقهاء (١٩٧/٢) الوجيز (٤/٢) البناية (٢٩/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٢٠٣/٤) تحفة الأحوذى (٢٤٤/٤)]

(۳) [ترمذى (بعد الحديث / ١١٠٣) كتاب النكاح : باب ما جاء لانكاح إلا ببينة]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٣٤٧/٩)]

"وہ عورتیں بدکار ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔" وہ ضعیف ہے۔(۱)

گواہوں میں عدالت کی شرط

مراد یہ ہے کہ گواہوں کا عادل و دیانتدار ہونا ضروری ہے۔ ایسے گواہوں کی گواہی قبول نہیں ہو گی جو فاسق و فاجر ہوں۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) گواہوں میں عدالت شرط نہیں۔ اس لیے اگر دونوں گواہ فاسق ہوں تب بھی ان کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۲)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔ کیونکہ گزشتہ صحیح احادیث میں واضح طور پر گواہوں میں عدالت کی قید لگائی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گواہوں میں عدالت ضروری ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح

اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَهُوَ عَاهِرٌ ﴾

"جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرے وہ زانی ہے۔"(٤)

(ابن تیمیہؒ) غلام کو جب مالک نے اجازت نہ دی ہو تو مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ یہ نکاح باطل ہے۔(٥)

---

(۱) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱۸٦۲) ترمذی (۱۱۰۳) کتاب النکاح : باب ما جا لا نکاح الا ببینة ' بیهقی (۱۲٥/۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۰۳/٤)]

(۳) [أیضا]

(٤) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۲۹) کتاب النکاح : باب فی نکاح العبد بغیر إذن موالیه ' إرواء الغلیل (۱۹۳۳) ابو داود (۲۰۷۸) ترمذی (۱۱۱۱) کتاب النکاح : باب ما جاء فی نکاح العبد بغیر اذن سیده ' حاکم (۱۹٤/۲) أحمد (۳۰۱/۳) ابن ماجة (۱۹٥۹) کتاب النکاح : باب تزویج العبد بغیر اذن سیده]

(٥) [الفتاوی الکبری لابن تیمیة (۹۰/۲)]

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

□ فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ اگر نکاح کے بعد مالک خود اپنی مرضی سے اجازت دے دے تو غلام کا نکاح نافذ ہو جائے گا یا نہیں؟

(احناف) غلام کا نکاح مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔

(شافعیؒ) اجازت کے ذریعے بھی نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ باطل ہے اور باطل کام اجازت کے ساتھ درست نہیں ہوتا۔

(مالکؒ) نکاح تو پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اب مالک صرف اسے فسخ کرنے کا ہی اختیار رکھتا ہے۔

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) جس نے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کے باطل اور غیر صحیح ہونے کا موقف اپنایا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے غلام پر "عاھر" کا حکم لگایا ہے 'عاہر زانی کو کہتے ہیں اور زنا باطل ہے۔(۲)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے یعنی جو نکاح مالک کی اجازت کے بغیر ہوا تھا وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ہوا ہی نہیں البتہ مالک کی اجازت کے بعد غلام دوبارہ نکاح کر لے تو درست ہے۔(واللہ اعلم)

آزاد ہونے کے بعد لونڈی خود مختار ہے

جب لونڈی آزاد ہو جائے تو وہ اپنے معاملے کی خود مالک ہوگی اور اسے اس کے خاوند کے بارے میں اختیار دیا جائے گا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ بَرِيرَةَ خَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا ﴾

"بے شک بریرہ کو نبی کریم ﷺ نے اختیار دیا اور اس کا خاوند غلام تھا۔"(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ عَبْدًا لِبَنِي فُلَانٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ

---

(۱) [الروضة الندية (۲/۶۲)]

(۲) [تحفة الأحوذي (۴/۲۵۹)]

(۳) [مسلم (۱۵۰۴) كتاب العتق : باب إنما الولاء لمن أعتق ' ابو داود (۲۲۳۴) كتاب الطلاق : باب في المملوكة تعتق وهي تحت حر أو عبد ' ابن ماجة (۲۰۷۶) كتاب الطلاق : باب خيار الأمة اذا أعتقت ' نسائي (۶/۱۶۲)]

وَرَاءَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ ﴾

''بریرہ کا شوہر ایک حبشی غلام تھا اس کا نام مغیث تھا وہ بنی فلاں کا غلام تھا۔ جیسے وہ منظر اب بھی میری آنکھوں میں ہے کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں بریرہ کے پیچھے پیچھے (روتا) پھر رہا ہے۔''(۱)

جس روایت میں ہے کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا۔(۲) وہ منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول (کہ وہ غلام تھا) زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ آزاد ہونے کے بعد عورت' جبکہ اس کا خاوند غلام ہو' کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو علیحدہ ہو جائے۔ اس پر اجماع ہے۔(٤)

❑ اِس صورت میں اختلاف ہے کہ جب شوہر آزاد ہو اور اس کی بیوی غلامی سے آزاد ہو:

(جمہور) ایسی صورت میں عورت کو کوئی اختیار نہیں۔ کیونکہ اختیار کا سبب غلام ہونے کی وجہ سے عدمِ کفائت تھی جو اب موجود نہیں۔

(احناف) اس صورت میں بھی عورت کو اختیار حاصل ہے۔

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے جیسا کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مروی ہے کہ ﴿وَلَو كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا ﴾ ''اگر وہ آزاد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے (یعنی بریرہ کو) اختیار نہ دیتے۔''(٦)

جس عورت سے نکاح کرنے میں والدہ راضی نہ ہو

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ' میں ثیبہ (یعنی شوہر دیدہ عورت) سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میرا والد' مذکورہ عورت اور اس کے گھر والے بھی' سب اس شادی پر رضامند ہیں۔ لیکن میری والدہ

---

(۱) [بخاری (۵۲۸۲ ' ۵۲۸۱) کتاب الطلاق : باب خیار الأمة تحت العبد]

(۲) [ابو داود (۲۲۳۵) کتاب الطلاق : باب من قال کان حرا]

(۳) [بخاری (٦٧٥٤) کتاب الفرائض : باب میراث السائبة]

(٤) [فتح الباری (٤٠٧/٩) نقله الحافظ عن ابن بطال]

(٥) [الأم (١٢٢/٥) المبسوط (٣١٤/٥) المغنی (٤٥٣/٩) نیل الأوطار (٢٣٥/٤) زاد المعاد (١٦٨/٥)]

(٦) [مسلم (١٥٠٤) کتاب العتق : باب انما الولاء لمن أعتق ' ابو داود (٣٩٢٩) کتاب العتق : باب فی بیع المکاتب اذا فسخت الکتابة ' ترمذی (٢١٢٤) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی الرجل یتصدق أو یعتق عند الموت ' نسائی (٣٠٥/٧) أحمد (٣٣/٦)]

اس پر راضی نہیں ...... کیا میں والدہ کی رضا کی پرواہ کیے بغیر اس عورت سے شادی کرلوں یا نہ کروں؟ اور اگر میں اس سے شادی کرلوں تو کیا میں اپنی والدہ کا نافرمان ہوں گا؟ مجھے مستفید فرمائیے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

شیخ نے جواب دیا کہ

والدہ کا حق بہت زیادہ ہے اور اس سے نیک سلوک اہم واجبات سے ہے اور جس بات کی میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ اس عورت سے شادی نہ کریں۔ جس سے آپ کی ماں خوش نہیں ...... کیونکہ آپ کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہ آپ کی والدہ ہے۔ شاید وہ اس عورت کے اخلاق سے کوئی ایسی بات جانتی ہو جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ عورتیں اس کے علاوہ بھی بہت ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق : ۲-۳]

"اور جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے کوئی راہ نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ والدہ سے نیک سلوک تقویٰ کی بات ہے۔ الا یہ کہ تمہاری والدہ دیندار نہ ہو اور وہ عورت جس سے منگنی مطلوب ہے' دیندار اور متقی ہو اور اگر ایسی بات ہے جو ہم نے ذکر کی ہے تو پھر اس معاملہ میں تمہارے لیے اپنی والدہ کی اطاعت ضروری نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ ﴾

"اطاعت صرف بھلے کاموں میں کرنی چاہیے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق دے جس میں اس کی رضا ہو اور آپ کے لیے ایسی بات آسان بنائے جس میں آپ کے دین اور دنیا کی صلاح و سلامتی ہو۔(۱)

(۱) [فتاوی ابن باز' مترجم (۲۱۸/۱)]

باب عقد النكاح — عقدِ نکاح کا بیان

عیدین کے مہینوں میں رخصتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَهَا فِي شَوَّالٍ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شوال میں نکاح کیا اور میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کون سی بیوی تھی جو مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کے ہاں خوش نصیب ہو۔“

راوی کا بیان ہے کہ

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو بہتر سمجھتی تھیں کہ ان کے قبیلہ کی عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔“(۱)

(نوویؒ) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماہِ شوال میں نکاح کرانا' نکاح کرنا اور رخصتی کرنا مستحب ہے اور بے شک ہمارے اصحاب بھی اس کے استحباب کے قائل ہیں۔(۲)

(ترمذیؒ) انہوں نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ”اُن اوقات کا بیان جن میں نکاح مستحب ہے۔“(۳)

(شوکانیؒ) استحباب ایک شرعی حکم ہے جو صرف دلیل کے ساتھ ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے حسبِ اتفاق مختلف اوقات میں شادیاں کیں اور کسی بھی خاص وقت کی جستجو نہیں کی اور اگر صرف (کسی وقت میں نکاح کا) وقوع استحباب کا فائدہ دیتا ہو تا تو اُن تمام اوقات میں شادی مستحب ہوتی جن میں نبی کریم ﷺ نے شادیاں کیں لیکن یہ بات قابل تسلیم ہی نہیں۔(٤)

---

(۱) [مسلم (١٤٢٣) كتاب النكاح : باب استحباب التزوج والتزويج فى شوال ' ترمذى (١٠٩٣) كتاب النكاح : باب ما جاء فى الأوقات التى يستحب فيها النكاح ' ابن ماجه (١٩٩٠) كتاب النكاح : باب متى يستحب البناء بالنساء ' نسائى (٣٢٣٦) احمد (٣٤٣٢٦)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (٣٢٦/٥)]

(۳) [جامع ترمذى (قبل الحديث ١٠٩٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٧٦/٤)]

ایجاب وقبول

مرد اور عورت کا ایجاب و قبول نکاح کا رکن ہے' اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ایجاب و قبول کا مطلب یہ ہے کہ عقدِ نکاح کے وقت عورت کی طرف سے اس کا ولی نکاح پر اس کی رضامندی کی ضمانت دے۔ جبکہ مرد خود گواہوں کی موجودگی میں عقدِ نکاح پر رضامندی کا اظہار کرے۔ اظہارِ رضامندی کے لیے زبان سے اونچی آواز کے ساتھ "قبول ہے" کہنا اگرچہ بہتر تو ہے مگر ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر مرد سر ہلا کر یا لکھ کر یا کسی بھی اور معروف طریقے سے اظہار کر دے کہ جس سے اس کی رضامندی ظاہر ہوتی ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیتِ ولی ایک عورت کا نکاح کراتے ہوئے ایک صحابی سے کہا:

﴿ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾

"بلاشبہ میں نے تجھے اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے اس عورت کا مالک بنا دیا۔"(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں نکاح کرایا:

﴿ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾

"میں نے تمہاری اس سے قرآن کی اُن سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔"(۲)

(3) امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ہے کہ

﴿وقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكِ إِلَيَّ ؟ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكِ وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ ﴾

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اُم حکیم بنت قارظ سے کہا کہ کیا تو اپنے (نکاح کے) معاملے میں مجھے اختیار دیتی ہے (کہ میں جس سے چاہوں تیرا نکاح کر دوں) اس نے کہا' ہاں۔ عبدالرحمٰن بن کہا' تو میں نے خود تجھ سے نکاح کیا۔ عطاء بن ابی رباحؒ نے کہا کہ دو گواہوں کے سامنے اس عورت سے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا۔"(۳)

---

(۱) [بخاری (۵۰۸۷) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر]

(۲) [مسلم (۱٤۲٥) کتاب النکاح : باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن ' أحمد (۳۳۰/٥)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ٥۱۳۱) کتاب النکاح : باب اذا کان الولی هو الخاطب]

(ابن تیمیہؒ) نکاح ہر اُس چیز کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے جسے لوگ نکاح شمار کریں' خواہ وہ کسی بھی زبان' کسی بھی لفظ یا کسی بھی فعل کے ساتھ ہو اور اسی کی مثل ہر عقد ہے۔(۱)

گونگے کا نکاح

گونگے کا نکاح درست ہے بشرطیکہ وہ لکھ کر' اشارے کے ساتھ یا کسی اور ایسے طریقے سے اپنی رضامندی ظاہر کر دے جس سے اس کی رضا سمجھ میں آجائے۔

(سید سابقؒ) گونگے کی شادی اگر اشارہ سمجھ میں آجائے تو اشارے سے جائز ہو جائے گی جیسے اس کی بیع جائز ہوتی ہے کیونکہ اشارے میں سمجھ آنے والا معنی پایا جاتا ہے۔ اگر اشارہ سمجھ میں نہ آئے تو نکاح درست نہ ہو گا کیونکہ عقدِ نکاح دو ذاتوں کے درمیان ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے ساتھی کی کہی ہوئی بات سمجھے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) بہرہ اور گونگا اُس قابل فہم اشارے کے ساتھ (اپنا) نکاح کرائیں گے جس کے ذریعے وہ کھانے پینے اور دیگر اُمور کے لیے (دوسروں کو) متوجہ کرتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں ایسے شخص کے حق میں قابل فہم اشارہ کلام کے قائم مقام ہے۔(۳)

اگر لڑکے یا لڑکی میں سے کوئی ایک حاضر نہ ہو

(سید سابقؒ) نکاح کرنے والوں میں سے کوئی غیر حاضر ہو اور نکاح کا ارادہ رکھے تو اسے چاہیے کہ قاصد بھیجے یا خط لکھے اور دوسرے فریق سے شادی کا مطالبہ کرے' دوسرے فریق کو چاہیے کہ جب اسے قبول کرنے میں رغبت ہو تو گواہ بلائے۔ خط کی عبارت پڑھے یا نمائندے کا پیغام بتائے اور مجلس میں ان کو گواہ بنائے کہ اس نے وہ نکاح قبول کر لیا ہے اور قبولیت کا اعتبار مجلس کے ساتھ مقید ہے۔(٤)

عقدِ نکاح کے لیے طہارت ضروری نہیں

(سعودی مجلس افتاء) عقد نکاح کی صحت کے لیے فریقین (یعنی لڑکے اور لڑکی یا ان میں سے کسی ایک کی)

---

(۱) [الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ۲۹۲)]

(۲) [فقه السنة (۱۲۱/۲)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۸۹/۱۸)]

(٤) [فقه السنة (۱۲۱/۲)]

حدث سے طہارت شرط نہیں۔(۱)

خطبہ نکاح

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حاجت و ضرورت کے لیے یہ خطبہ سکھایا تھا:

﴿إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾

"یقیناً تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' ہم اس کی تعریف کرتے ہیں' اس کی مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"(۲)

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر صرف اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔"

﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء: ۱]

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/۱۰۹)]

(۲) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۸٦۰) كتاب النكاح: باب خطبة النكاح ' ابو داود (۲۱۱۸) نسائى (۱۰٤/۳) حاكم (۱۸۲/۲) بيهقى (۱٤٦/۷)]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (یعنی جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے) سے بچو۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٧٠-٧١]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو' اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"

﴿ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ﴾

"حمد و صلاۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں' دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔"(۱)

بیہقی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّخْطُبَ لِحَاجَةٍ مِنَ النِّكَاحِ أَوْ غَيْرِهِ فَلْيَقُلْ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ......الخ﴾

"جب تم میں سے کوئی نکاح یا اس کے علاوہ کسی حاجت کے لیے خطبہ دینے کا ارادہ کرے تو کہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ......الخ "(۲)

شیخ البانی ؒ کی تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ اپنا ہر خطبہ انہی الفاظ سے شروع کرتے تھے خواہ وہ خطبہ نکاح کا ہوتا یا جمعہ کا یا اس کے علاوہ کوئی اور۔(۳)

---

(۱) [تمام المنة (ص/۳۳٤-۳۳٥) إرواء الغليل (٦٠٨)]

(۲) [بیہقی (١٤٦/٧) تلخيص الحبير (٣١٥/٣)]

(۳) [مزید دیکھئے: خطبة الحاجة للألبانی]

(شیخ صالح بن فوزان) عقدِ نکاح کے وقت خطبہ مستحب ہے۔(۱)

دولہا اور دولہن کے لیے مبارکباد کے الفاظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ"﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے شادی کی ہے تو فرماتے " بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ " یعنی اللہ تعالیٰ تیرے لیے برکت کرے اور تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو خیر و بھلائی میں جمع کر دے۔"(۲)

شریعت میں کثیر التعداد بارات کا تصور نہیں

کیونکہ اس طرح لڑکی والوں کو کافی خرچ کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النسا: ۳۴]"(مرد عورتوں پر حاکم ہیں) اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔"

علاوہ ازیں نکاح سے پہلے رسم حنا (یعنی مہندی کے لیے اجتماع اور گانا بجانا) اور جہیز کا مطالبہ یا لڑکی والوں کی طرف سے من پسند مہر کی تعیین بھی ناجائز ہے۔

مسجد میں نکاح کا حکم

جن حضرات کا خیال ہے کہ مسجد میں نکاح ضروری ہے انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ﴾

---

(۱) [الملخص الفقهی (۲۶۴/۲)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۸۶۶) کتاب النکاح : باب ما یقال للمتزوج ' ابو داود (۲۱۳۰) کتاب النکاح : باب ما یقال للمتزوج ' ترمذی (۱۰۹۱) کتاب النکاح : باب ما جاء فیما یقال للمتزوج ' أحمد (۳۸۱/۲) ابن ماجة (۱۹۰۵) کتاب النکاح : باب تهنئة النکاح ' ابن حبان (۴۰۵۲) حاکم (۱۸۳/۲) بیهقی (۱۴۸/۷)]

"اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مساجد میں منعقد کرو۔"(۱)

اس روایت کی وجہ سے امام شوکانیؒ نے مسجد میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے۔(۲)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا روایت کے ضعیف ہونے کی بنا پر مسجد میں نکاح ضروری نہیں۔ اس لیے نکاح کے لیے حسبِ توفیق اور حسبِ ضرورت کوئی بھی جگہ (مثلاً کسی کا گھر' کوئی باغ' میدان یا ہوٹل وغیرہ) منتخب کی جا سکتی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی صرف خیر و برکت کے لیے مسجد کو انعقادِ نکاح کے لیے منتخب کرتا ہے تو یقیناً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بروز جمعہ نکاح

(ابن قدامہؒ) انہوں نے اسے مستحب کہا ہے کیونکہ سلف کی ایک جماعت کا یہی مؤقف ہے اور اس لیے بھی کہ یہ شرف والا اور عید کا دن ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔(۳)

نکاح پڑھانے کا طریقہ

نکاح پڑھانے کا طریقہ انتہائی مختصر ہے اور وہ یہ ہے کہ نکاح خواں پہلے مسنون خطبۂ نکاح پڑھے (جو گزشتہ صفحات میں نقل کیا گیا ہے)' پھر لڑکے سے دو گواہوں کی موجودگی میں کہے کہ میں نے آپ کا نکاح فلاں بنت فلاں (لڑکی کا مکمل نام لے) سے اس کے ولی کی رضامندی کے ساتھ اتنے حق مہر (جو مقرر کیا گیا ہو) کے عوض کیا' آپ کو قبول ہے؟ اگر لڑکا کہہ دے کہ "قبول ہے" تو نکاح ہو جائے گا۔ ان الفاظ میں لڑکی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا ولی خود اس کی رضامندی کی ضمانت دے رہا ہے۔

- یاد رہے کہ خطبۂ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کلمہ شہادت پڑھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔
- نیز یہ بھی یاد رہے کہ خطبۂ نکاح کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے کیونکہ خطبہ عقدِ نکاح کے لیے واجب یا شرط نہیں بلکہ محض مستحب ہے۔

(ترمذیؒ) انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ اہل علم نے کہا ہے' بلاشبہ خطبے کے بغیر بھی نکاح جائز ہے' یہی سفیان

---

(۱) [ضعيف : ضعيف ترمذی (۱۸۵) كتاب النكاح : باب ما جاء في إعلان النكاح ' ترمذی (۱۰۸۹)] شیخ صبحی حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (۲۳٦/۲)]

(۲) [السيل الجرار (۲٤٧/۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤٧٠/۹)]

ثوریؒ اور دیگر اہل علم کی رائے ہے۔(۱)

کیا عورت نکاح پڑھا سکتی ہے؟

عورت نکاح نہیں پڑھا سکتی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرائے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے۔"(۲)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

﴿ لَا تَشْهَدُ الْمَرْأَةُ يَعْنِى الْخُطْبَةَ وَلَا تُنْكِحُ ﴾

"کوئی عورت نہ تو خطبہ دے اور نہ ہی نکاح کرائے۔"(۳)

ٹیلی فون پر نکاح کا حکم

بہتر اور زیادہ باعثِ احتیاط یہی ہے کہ ایک ہی مجلس میں نکاح پڑھایا جائے لیکن اگر کوئی شدید ضرورت ٹیلی فون پر نکاح کرانے کی متقاضی ہو تو ٹیلی فون پر بھی نکاح کرایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایک طرف لڑکی کا ولی رضامندی کا اظہار کر دے اور دوسری طرف لڑکا دو عادل گواہوں کی موجودگی میں "قبول ہے" کہہ کر یا کسی اور طریقے سے اس نکاح کو قبول کرنے کی صراحت کر دے تو انشاء اللہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

نکاح کے موقع پر تحائف کا تبادلہ

نکاح کے موقع پر فریقین کا ایک دوسرے کو تحائف پیش کرنا جائز ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْعَرُوسِ)) "دلہا یا دلہن کو تحائف بھیجنے کا بیان۔" پھر اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ فَقَالَتْ لِي أُمُّ سُلَيْمٍ لَوْ أَهْدَيْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَدِيَّةً" فَقُلْتُ لَهَا افْعَلِي فَعَمَدَتْ إِلَى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ فَاتَّخَذَتْ حَيْسَةً فِي بُرْمَةٍ فَأَرْسَلَتْ بِهَا مَعِي إِلَيْهِ فَانْطَلَقْتُ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لِي ضَعْهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَالَ ادْعُ لِي رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ قَالَ فَفَعَلْتُ الَّذِي أَمَرَنِي فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِأَهْلِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ

---

(۱) [جامع ترمذی (بعد الحدیث / ۱۱۰۵) کتاب النکاح : باب ما جاء فی خطبة النکاح]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۳۰۷۲) صحيح ابن ماجة (۱۵۲۷)]

(۳) [ابن أبی شيبة (۱۵۹۶۳)]

يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشَرَةً عَشَرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَقُولُ لَهُمْ اذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ قَالَ حَتَّى تَصَدَّعُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ ﴾

''ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ دولہا تھے۔ آپ نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا (میری والدہ) مجھ سے کہنے لگیں اس وقت ہم آپ ﷺ کے پاس کچھ تحفے بھیجیں تو اچھا ہے۔ میں نے کہا' مناسب ہے۔ انہوں نے کھجور' گھی اور پنیر ملا کر ایک ہنڈیا میں حلوہ بنایا اور میرے ہاتھ میں دے کر آپ ﷺ کے پاس بھجوایا' میں لے کر آپ ﷺ کی طرف چل پڑا' جب میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں لوگوں کو بلا لاؤ۔ آپ ﷺ نے ان کا نام لیا اور جو بھی کوئی تمہیں راستے میں ملے اسے بلا لانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق لوگوں کو دعوت دینے گیا۔ جب لوٹ کر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سارا گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھے اور جو اللہ کو منظور تھا وہ زبان سے کہا (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلانا شروع کیا۔ آپ ﷺ ان سے فرماتے جاتے تھے کہ اللہ کا نام لو اور ہر ایک آدمی اپنے آگے سے کھائے۔ حتی کہ سب لوگ کھا کر گھروں کو چل دیے۔''(۱)

کیا نکاح کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرنا جائز ہے؟

شریعت نے مہمان کا اکرام کرنے کی ترغیب دلائی ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے۔''(۲)

اور نکاح کے موقع پر (لڑکے والوں کی طرف سے) آنے والے حضرات چونکہ عام مہمانوں سے بھی کچھ زیادہ اہم ہوتے ہیں اس لئے ان کی ضیافت میں کھانا پیش کرنا جائز و مباح ہے بلکہ اگر اسے ضروری بھی کہہ دیا جائے تو انشاء اللہ بے جا نہ ہوگا۔

تاہم اتنا یاد رہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے مہمانوں کی فوج کا آنا درست نہیں۔ بلکہ صرف

---

(۱) [بخاری (۵۱۶۳) کتاب النکاح : باب الهدیة العروس]

(۲) [بخاری (۶۰۱۹) کتاب الأدب : باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ' مسلم (۱۴)]

ضروری اور انتہائی قریبی رشتہ دار ہی اس کارِ خیر میں شریک ہوں۔ تاکہ لڑکی والوں پر بھی کوئی بوجھ نہ پڑے اور وہ بآسانی اپنے آنے والے مہمانوں کی خدمت کر سکیں۔ نیز لڑکی والوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق کھانے کا انتظام کریں' بے جا تکلفات میں پڑ کر خود اپنے آپ کو پریشان نہ کریں۔

نکاح خفیہ نہیں بلکہ اعلانیہ کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَعْلِنُوا النِّكَاحَ ﴾ "نکاح کا اعلان کرو۔"(۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نکاح کا ایسا معاملہ لایا گیا جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خفیہ نکاح ہے اور میں اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ اگر میں اس مسئلے میں مزید پیش قدمی کرتا تو رجم کی سزا مقرر کرتا۔(۲)

(شیخ عبداللہ بسام) احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اعلانِ نکاح مشروع ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) نکاح کا اعلان کرنا مسنون ہے۔(٤)

ایک دوسرے فتوے میں فرماتے ہیں کہ

اسلام میں نکاح اعلان پر مبنی ہے' لہٰذا اسے چھپانا جائز نہیں اور اعلان کی مشروعیت میں عظیم حکم موجود ہے جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں۔(٥)

اعلانِ نکاح کے لیے دَف بجانا اور گیت گانا

یہ عمل مستحب ہے لیکن یہ یاد رہے کہ دَف ایک ایسا آلۂ صوت ہے جس پر چوٹ لگائی جائے تو اس سے کوئی سُر پیدا نہیں ہوتی لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے ڈھول ڈھمکوں اور ایسے آلاتِ ساز کو مباح قرار دینا ہرگز درست نہیں جن سے سُر پیدا ہوتی ہو۔ اسی طرح خوشی کے موقع پر چھوٹی بچیوں کے لیے صرف ایسے گیت گانا مستحب ہے جو کفر و شرک اور فحش و بے ہودگی کی ہر قسم سے پاک ہوں۔ اس کے

---

(۱) [حسن : آداب الزفاف (ص/۱۸۳)]

(۲) [موطا (۵۳۵/۲) كتاب النكاح : باب جامع ما لا يجوز من النكاح]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲۵۹/۵)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء (۱۱۵/۱۹)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء (۱۳۵/۱۹)]

دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿فَصلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ﴾

"حلال اور حرام کے درمیان امتیاز' نکاح کا اعلان کرنے اور نکاح کے وقت دف بجانے سے ہوتا ہے۔"(۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ دَعِي هَذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب میں دلہن بنا کر بٹھائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے' اسی طرح جیسے تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ پھر ہمارے ہاں کی کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اتنے میں ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا "اور ہم میں ایک نبی ہے جو کل ہونے والی باتوں کی بھی خبر رکھتا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہنا چھوڑ دو اور اس کے علاوہ جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔"(۲)

(3) حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿دَخَلْتُ عَلَى قُرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فِي عُرْسٍ وَإِذَا جَوَارٍ يُغَنِّينَ فَقُلْتُ أَنْتُمَا صَاحِبَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمِنْ أَهْلِ بَدْرٍ يُفْعَلُ هَذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَ اجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَإِنْ شِئْتَ اذْهَبْ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ﴾

"ایک نکاح کی مجلس میں حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں جانا

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (۳۰۸۸) ' (۲٦٦/۳) ابن ماجه (۱۸۹٦) كتاب النكاح : باب اعلان النكاح ' ترمذی (۱۰۸۸) كتاب النكاح : باب ما جاء فى اعلان النكاح ' نسائی (۱۲۷/٦)]

(۲) [بخاری (۵۱٤۷) كتاب النكاح : باب ضرب الدف فى النكاح والوليمة ' ابو داود (٤۹۲۲) كتاب الأدب : باب فى النهى عن الغناء ' ترمذی (۱۰۹۰) كتاب النكاح : باب ما جاء فى اعلان النكاح ' ابن ماجه (۱۸۹۷) كتاب النكاح : باب الغناء والدف ' مسند احمد (۳۵۹/٦)]

ہوا' وہاں کچھ لڑکیاں گانا گا رہی تھیں۔ میں نے ان سے کہا' آپ کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف اور غزوۂ بدر میں بھی شرکت کا اعزاز حاصل ہے' یہ آپ کے سامنے کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا' اگر آپ پسند کریں تو ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں اور گانا سنیں اور اگر جانا پسند کریں تو چلے جائیں اس لیے کہ ہمیں نکاح کے موقع پر گیت گانے کی اجازت دی گئی ہے۔"(۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُغَنِّي قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ﴾

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی قرابت دار انصاری لڑکی کا نکاح کرایا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے لڑکی کی رخصتی کر دی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تم نے اس کے ساتھ گیت گانے والیوں کو بھیجا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا' نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' انصاریوں کا گیت گانے کی طرف میلان ہے' کاش! تم اس کے ساتھ ایک ایسی جماعت کو بھیجتی جو یہ گیت گاتی "ہم تمہارے پاس آئے ہیں' ہمیں بھی مبارک ہو اور تمہیں بھی مبارک ہو۔"(۲)

(ابن تیمیہؒ) خوشی کے موقع پر دَف بجانا درست ہے' بلا شبہ عہد رسالت میں بھی یہ عمل موجود تھا۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) شادی کے موقع پر دَف بجا کر مباح اشعار کے ذریعے گیت گانا جائز ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ

اسی طرح (یہ بھی یاد رہے کہ) شادی کے موقع پر مباح اشعار کے ذریعے گیت گانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے' مردوں کے لیے یہ عمل جائز نہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) وسائل اعلان میں سے یہ ہے کہ دَف بجایا جائے۔ لیکن یہ عمل صرف عورتوں کے

---

(۱) [صحیح: هداية الرواة (۳۰۹٤)' (۲٦۸/۳) نسائی (۱۳٥/٦) كتاب النكاح: باب اللهو والغناء عند العرس]

(۲) [حسن لغيره: هداية الرواة (۳۰۹۱)' (۲٦۷/۳) ارواء الغليل (۱۹۹٥) ابن ماجه (۱۹۰۰) كتاب النكاح: باب الغناء والدف]

(۳) [كما في نظم الفرائد (۱۸/۲) الفتاوى (۱۹٦/۲)]

(٤) [تحفة الأحوذى (۲۱٤/٤-۲۱٥)]

لیے ہے مردوں کے لیے نہیں۔(۱)

دورانِ حیض نکاح کا حکم

(شیخ ابن عثیمینؒ) کسی لڑکی نے دریافت کیا کہ میں ایک نوجوان لڑکی ہوں' کچھ عرصہ قبل ایک نوجوان کے ساتھ شادی کا پروگرام طے ہوا' مگر اتفاقاً میں اس دوران حیض سے دوچار تھی۔ میں نے نکاح خواں سے دریافت کیا کہ کیا ان ایام میں نکاح ہو سکتا ہے؟ اس نے تو جواز کا فیصلہ دے دیا مگر اس پر میں خود مطمئن نہ ہوئی۔ آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں تو کیا دوبارہ کرنا ہو گا؟

شیخ نے جواب میں کہا کہ دورانِ حیض عورت سے نکاح جائز و درست ہے۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے' اس لیے کہ عقودِ نکاح میں اصل چیز اس کا حلال اور صحیح ہونا ہے۔ جبکہ حالتِ حیض میں تحریم نکاح کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر صورت حال اس طرح کی ہو تو نکاح درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں نکاح اور طلاق کے مابین فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ دورانِ حیض طلاق دینا ناجائز بلکہ حرام ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایامِ حیض کے دوران طلاق دی ہے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور اسے حکم دیا کہ وہ بیوی سے رجوع کر لے' پھر آئندہ طہر تک اسے چھوڑے رکھے' پھر چاہے تو اسے طلاق دے دے اور چاہے تو روک لے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾ [الطلاق : ۱]

"اے نبی! (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی مدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اپنے اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے' نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ بجز اس صورت میں کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا یقیناً وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔"

لہٰذا دورانِ حیض طلاق دینا یا اس طہر میں طلاق دینا جس میں اس نے بیوی سے جماع کیا ہو جائز' سوائے اس صورت میں کہ حمل ظاہر ہو جائے۔

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۱۵/۱۹)]

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ دورانِ حیض عورت سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے تو میری رائے میں خاوند کو طہر تک بیوی کے پاس نہیں جانا چاہیے' اس لیے کہ اگر وہ طہر سے پہلے اس کے پاس جائے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ کہیں دورانِ حیض ممنوع کام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے' شاید وہ اپنے آپ پر کنٹرول نہ کر سکے' خاص طور پر جب وہ جوان ہو تو اسے طہر تک انتظار کرنا چاہیے تب وہ بیوی کے ساتھ اس وقت ہم بستری کرے جب وہ شرمگاہ سے لطف اندوز ہونے پر قادر ہو۔ (واللہ اعلم)(۱)

نکاح کے بعد نیک میاں بیوی کا تعلق وفات سے بھی ختم نہیں ہوتا

کیونکہ وہ دونوں جنت میں بھی ایک دوسرے کے شریک حیات ہی ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا:

﴿ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي زَوْجَتِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ؟ قُلْتُ بَلَى ! قَالَ : فَأَنْتِ زَوْجَتِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ﴾

''کیا تجھے پسند نہیں کہ تو دنیا اور آخرت میں میری بیوی رہے؟ میں نے عرض کیا' کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' تم دنیا اور آخرت میں میری بیوی ہو۔''(۲)

دلہن کو جہیز دینے کی شرعی حیثیت

جہیز لفظی طور پر ''جھز'' سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے ''سامان تیار کرنا اور انتظام کرنا وغیرہ۔'' قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ [یوسف : ۵۹] ''اور جب اس نے ان کا سامان تیار کیا۔''

اصطلاحی طور پر جہیز سے مراد وہ متاع و سامان ہے جو دلہن کے گھر والے شادی کے موقع پر دلہن کے ساتھ ہی دولہا کے گھر روانہ کرتے ہیں۔

اس کے متعلق شرعی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ جہیز کو نکاح کے لیے ضروری قرار دینا ہرگز درست نہیں کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ لڑکی کو جہیز نہ دیا گیا تو نکاح نہیں ہوگا۔ بلکہ جہیز کی وہ رسمِ بد جو ہمارے ہاں رائج ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے متعین جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں یا

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۱۹۹)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۱۴۲)]

لڑکی والے خود ہی اپنی ناک بچانے کے لیے اپنی حیثیت سے بھی زیادہ جہیز دینے کی کوشش کرتے ہیں خواہ اس کے لیے انہیں دوسروں سے قرض ہی لینا پڑے' اگر تاریخ و سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو اس کا وجود نہ تو عہد رسالت میں کہیں ملتا ہے اور نہ ہی عہد صحابہ میں۔

فی الحقیقت یہ ایک خالصتاً ہندوانہ رسم ہے جس میں لڑکی کو شادی کے موقع پر جہیز دے کر اسے وراثت کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عمل سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

نیز جہیز کا مطالبہ کرنا یا یہ سمجھنا کہ جہیز دینا ضروری ہے' اس لیے بھی درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شادی اور اس کے بعد بیوی اور اولاد کی تمام ضروریات اور ان کے تمام اخراجات کا بوجھ مرد پر ڈالا ہے' عورت پر نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء : ٣٤]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔"

جو حضرات جہیز کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَهُمَا فِي خَمِيلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيلُ الْقَطِيفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ إِذْخِرًا وَقِرْبَةٍ﴾

"رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور اس وقت وہ دونوں ایک سفید اُونی چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ یہ چادر' ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی اور ایک مشکیزہ آپ ﷺ نے انہیں بطورِ جہیز عطا فرمایا تھا۔" (۱)

لیکن انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو کچھ بھی دیا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیشگی ادا کی گئی مہر کی رقم سے ہی دیا تھا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجه ' ابن ماجه (٢٥١٤) كتاب الزهد : باب ضجاع آل محمد]

﴿أَنَّ عَلِيًّا قَالَ تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنِ بِي قَالَ أَعْطِهَا شَيْئًا قُلْتُ مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ قُلْتُ هِيَ عِنْدِي قَالَ فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ﴾

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! فاطمہ کی میرے ساتھ رخصتی کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے کچھ دو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تمہاری حطمی زرع کہاں ہے؟ میں نے کہا' وہ میرے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر وہی اسے دے دو۔'' (۱)

چنانچہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرع 480 درہم کے عوض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیچ دی اور یہ درہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر دے دیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان تیار کیا۔(۲)

تاہم شریعت میں اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ اگر لڑکی کے سرپرست خود لڑکی یا لڑکے کو کوئی تحفہ وغیرہ دینا چاہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر انہیں ایک ہار بطورِ تحفہ دیا تھا۔(۳)

اسی طرح اگر لڑکا ضرورت مند ہو تو اس کی اعانت کے لیے کچھ رقم یا سامان اسے مہیا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اسے بطورِ جہیز نہیں دیا جا رہا بلکہ محض بطورِ اعانت دیا جا رہا ہے۔

نکاح کے موقع پر غیر شرعی رسومات کا ارتکاب

ذیل میں چند اُن غیر شرعی رسومات کا اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے جو اس وقت اکثر و بیشتر معاشرے میں نکاح کے موقع پر مروّج ہیں۔ فی الحقیقت ان رسومات کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں لیکن پھر بھی لوگ محض اپنی برادری' اپنے خاندان اور اپنے میل جول کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اِن پر اس قدر پختگی سے عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس قدر پختگی سے اسلام کے بنیادی احکامات پر بھی عمل کی کوشش نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے:

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح نسائی ' نسائی (۳۳۷۵) کتاب النکاح : باب تحلة الخلوة ' ابو داود (۲۱۲۵) کتاب النکاح : باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها شیئا]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: البدایة والنهایة (۳۰۲/۳)]

(۳) [سیرة ابن هشام (۳۵۹/۲)]

﴿ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ ﴾

''جس شخص نے لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ تعالیٰ کو راضی کیا' اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی ضرورت سے کافی ہو جائیں گے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کو راضی کیا' اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے ہی سپرد کر دیں گے (پھر خود اس کی مدد نہیں کریں گے)۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ أَرْضَى عَنْهُ النَّاسَ وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ أَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ ﴾

''جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو خوش کیا' اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گئے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیں گے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کیا' اللہ تعالیٰ تو اس پر ناراض ہو ہی گئے اور لوگوں کو بھی اس پر ناراض کر دیں گے۔''(۲)

جب لوگ کسی حال میں بھی خوش نہیں ہوتے تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ انسان دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور نصرت و تائید کو حاصل کر سکے۔

دورِ حاضر میں شادی بیاہ کے موقع پر مروّج چند غیر شرعی رسومات یہ ہیں:

- منگنی کی رسم یوں ادا کرنا کہ اس میں ناچ گانا' غیر محرم مرد و زن کی مخلوط مجالس' لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کو سونے کی انگوٹھیاں پہنانا وغیرہ جیسے غیر شرعی کام شامل ہوں۔
- مائیوں بٹھانے کی رسم ادا کرنا۔
- منگنی کی طرح تیل مہندی کی رسم میں بھی ناچ گانا اور دیگر حرام کاموں کا ارتکاب کرنا۔
- لڑکے اور لڑکی کو ''گانا'' باندھنا۔
- سہرہ بندی کی رسم ادا کرنا اور دولہے کو ہار پہنانا۔
- دولہا اور دولہن کو سلامیاں دینا۔
- سوا بتیس روپے یا ساڑھے بتیس روپے حق مہر مقرر کرنا۔

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦٠٩٧) ترمذی (٢٤١٤) کتاب الزهد : باب منه ' المشکاة (٥١٣٠)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (٢٢٥٠) السلسلة الصحیحة (٢٣١١)]

- بارات میں لوگوں کی کثیر التعداد فوج لے کر جانا۔
- بارات کے ساتھ بینڈ باجے والے لے کر جانا۔
- ناچ گانے کے لیے موسیقاروں اور کنجروں کا خصوصی اہتمام کرنا۔
- آتش بازی کر کے ہزاروں' لاکھوں روپے ضائع کرنا۔
- پیسے لوٹانا۔
- لڑکے والوں کا لڑکی والوں کے گھر "بِد" اور "وَری" لے کر جانا۔
- دولہا کے ساتھ کسی بچے کو "سربالہ" بنا کر لے جانا۔
- نکاح پڑھاتے وقت لڑکے اور لڑکی کو کلمے پڑھانا۔
- نکاح کے بعد چھوہارے لوٹانا۔
- دودھ پلائی کی رسم ادا کرنا۔
- لڑکی والوں کا ازخود یا لڑکے والوں کے مطالبے پر لڑکی کو ڈھیر سارا جہیز دینا۔
- لڑکی کو قرآن کے سائے میں رخصت کرنا۔
- مٹھی بھر چاول پھینکنے کی رسم ادا کرنا۔
- دولہن کو دولہا کے گھر میں داخل کرنے سے پہلے کبوتر چھوڑنے کی رسم ادا کرنا۔
- دولہا کے گھر میں داخلے سے پہلے دروازے کی چوکھٹوں پر تیل ڈالنا۔
- منہ دکھائی کی رسم ادا کرنا۔
- گود بٹھائی کی رسم ادا کرنا۔
- لڑکے کے جوتے چھپانا اور پھر پیسے لے کر واپس لوٹانا۔
- لڑکے والوں کا مکلاوے کی رسم ادا کرنا۔
- قرآن سے شادی کی ظالمانہ رسم (جیسا کہ سندھ میں وڈیروں' جاگیرداروں اور نام نہاد پیروں نے اپنا وراثت کا مال بچانے کے لیے اس رسم بد کو رواج دے رکھا)۔

باب ما یجوز و ما لا یجوز فی النکاح نکاح کے موقع پر جائز وناجائز اُمور کا بیان

جائز اُمور

مردوں کا خوشبو لگانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ ﴾

"دنیاوی اشیاء سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔" (۱)

ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ

﴿طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ ﴾

"مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ مخفی ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ واضح ہو اور اس کی خوشبو مخفی ہو۔" (۲)

مردوں کا چاندی کی انگوٹھی پہننا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدْ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کھدوائے، پھر دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوائی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۱۲٤) نسائی (۳۹۳۹) کتاب عشرة النساء : باب حب النساء]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۲۷۸۷) کتاب الأدب : باب ما جاء فی طیب الرجال والنساء ' نسائی (۵۱۱۸) کتاب الزینة : باب الفصل بین طیب الرجال وطیب النساء ' صحیح الجامع الصغیر (۷۱٦۷) المشکاة (٤٤٤۳)]

دیا اور فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ انگوٹھی اَرِیس کے کنوئیں میں گر گئی۔"(۱)

سرمہ ڈالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ خَيْرُ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ ﴾

"تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ اثمد ہے' وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔"(۲)

مردوں کا کڑھائی والا لباس پہننا

اگر یہ لباس عورتوں کے خاص لباس کے مشابہ نہ ہو اور ریاء و نمود اور فخر و تکبر کے لیے نہیں بلکہ محض خوبصورتی کے لیے پہنا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ﴾ [الاعراف : ۳۲]

"کہہ دو کون ہے جس نے اللہ کی وہ زینت حرام کی جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے۔"

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ﴾

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو ہی پسند کرتا ہے۔"(۳)

نیز رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو جنس مخالف کے لباس کے مشابہ لباس پہنتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے عورتوں جیسا لباس پہننے والے مرد اور مردوں جیسا لباس پہننے والی عورت

---

(۱) [بخاری (٥٨٦٦) کتاب اللباس : باب خاتم الفضة]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه (٢٨١٩) کتاب الطب : باب الکحل بالاثمد' ابن ماجه (٣٤٩٧)]

(۳) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (١٧٤١) مسلم (٩١) کتاب الایمان : باب تحریم الکبر وبیانه' احمد (٣٧٨٩) طبرانی کبیر (١٠٠٦٦)]

پر لعنت کی ہے۔“(۱)

مردوں کا پگڑی پہننا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

﴿ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ﴾

”فتح مکہ کے روز نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ رنگ کی پگڑی پہنی ہوئی تھی۔“(۲)

دلہن اور خواتین کے لیے سونے کا زیور پہننا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ ﴾

”سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام جبکہ عورتوں پر حلال ہے۔“(۳)

(نوویؒ) مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عورتوں کے لیے سونے چاندی کے بنے ہوئے تمام اقسام کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔(٤)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ابو بکر جصاصؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٦)

(شیخ ابن بازؒ) عورتوں کے لیے سونا پہننا جائز ہے خواہ وہ گولائی والا ہو یا گولائی والا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں عموم ہے:

﴿أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴾ [الزخرف : ۱۸]

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٤٥٤) كتاب اللباس : باب فی لباس النساء ' ابو داود (٤٠٩٨) احمد (٣٢٥/٢) ابن حبان (١٤٥٥_الموارد) حاكم (١٩٤/٤)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (١٧٣٥) كتاب اللباس : باب ما جاء فی العمامة السوداء ' شرح السنة (١٧١/٦)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (١٧٢٠) كتاب اللباس : باب ما جاء فی الحرير والذهب ' ابن أبي شيبة (٣٤٦/٨) احمد (٣٩٢/٤) شرح معانی الآثار (٢٥١/٤) بيهقی فی السنن الكبری (٤٢٥/٢) طيالسی (١٨٢٠)]

(٤) [المجموع للنووی (٤٠/٦)]

(٥) [فتح الباری (٣١٧/١٠)]

(٦) [أحكام القرآن (٣٨٨/٣)]

”کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت نہ کر سکے۔“

جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ زیور پہننا عورتوں کی صفات سے ہے اور یہ زیور عام ہے خواہ سونے کا ہو یا کسی اور چیز کا۔“(۱)

غیر شرعی اشعار سے پاک گیت گانا

شادی کے موقع پر چھوٹی بچیوں کا ایسے گیت گانا مباح وجائز ہے جو فحش نہ ہوں اور نہ ہی ان میں کوئی کفر وشرک والی بات ہو۔ جیسا کہ گزشتہ باب ”عقدِ نکاح کا بیان“ کے تحت اس مسئلے کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔

اگر بال سفید ہوں تو مہندی لگانا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ﴾

”بلاشبہ سب سے بہترین چیز جس کے ذریعے بڑھاپے کو تبدیل کیا جاسکتا ہے مہندی اور کتم بوٹی ہے۔“(۲)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ﴾

”بڑھاپے کو بدلو اور یہود کی مشابہت مت کرو (کیونکہ وہ اپنے بالوں کو سفید ہی چھوڑ دیتے ہیں)۔“(۳)

خواتین کا ٹانگوں اور بازوؤں کے بال اُتارنا

(شیخ ابن بازؒ) بغلوں اور زیر ناف بال اُتارنا سنت ہے۔ بغلوں کے بال نوچنا (یعنی ہاتھ سے اکھیڑنا) جبکہ زیر ناف بالوں کا مونڈنا افضل ہے۔ ویسے ان بالوں کا کسی بھی طرح ازالہ کرنا درست ہے۔

جہاں تک عورتوں کے لیے ٹانگوں اور بازوؤں کے بال اتارنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔(٤)

خواتین کے لیے سر کے بال کاٹنے کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) کسی عورت نے دریافت کیا کہ میں اپنے سر کے بال سامنے سے کاٹ دیتی ہوں جو کبھی ابرو

---

(۱) [فتاوی ابن باز' مترجم (ص / ۲٤٥)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی' ترمذی (۱۷۵۳) کتاب اللباس : باب ما جاء فی الخضاب]

(۳) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۸۳٦) ترمذی (۱۷۵۲) کتاب اللباس : باب ما جاء فی الخضاب]

(٤) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۲۷)]

تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان عورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

عورت کے لیے بالوں کو کاٹنے یا تراشنے میں کوئی حرج نہیں' صرف مونڈنا منع ہے۔ آپ کو اپنے سر کے بال مونڈنے نہیں چاہییں' مگر لمبائی یا کثرت کی وجہ سے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں' لیکن یہ عمل اس طرح خوبصورت انداز میں ہو کہ آپ کو بھی اور آپ کے خاوند کو بھی پسند آئے اور یہ کہ ان کی کاٹ تراش خاوند کی موافقت سے ہو اور یہ عمل کسی کافر عورت سے بھی اشتباہ نہ رکھتا ہو۔ بالوں کا کاٹنا اس لیے بھی جائز ہے کہ لمبے بالوں کی صورت میں غسل اور کنگھی کرتے وقت دِقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے' لہٰذا اگر بال زیادہ ہوں اور کوئی خاتون لمبے یا زیادہ بال ہونے کی وجہ سے انہیں ترشوا لے تو کوئی حرج نہیں اور یہ کسی طرح بھی ضرر رساں نہ ہوگا۔ ایسا کرنا اس لیے بھی جائز ہو سکتا ہے کہ کچھ بال ترشوانے میں حسن و جمال کا ایسا عنصر بھی ہے جسے عورت اور اس کا خاوند پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں پاتے۔ جہاں تک تمام بال مونڈ دینے کا تعلق ہے تو یہ کام' بیماری یا کسی علت کے علاوہ ناجائز ہے۔(۱)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

خواتین کا چہرے کے داغ دھبے دور کرنا

(شیخ عثیمینؒ) کسی عورت نے دریافت کیا کہ' میری بعض سہیلیاں چہرے کے داغ دھبے اور چھائیاں دور کرنے کے لیے شہد' دودھ اور انڈے استعمال کرتی ہیں' کیا ان کے لیے یہ جائز ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ چیزیں اس خوراک کا حصہ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے جسم کی غذا کے طور پر پیدا فرمایا ہے اگر انسان کو کسی مقصد مثلاً علاج وغیرہ کے لیے ان کے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو وہ نجس نہیں ہیں' ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً﴾ [البقرة : ٢٩]

''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔''

---

(۱) [فتاوى المرأة' از ابن باز (ص / ٨٥) بحواله هدية العروس' از مبشر لاهوری (ص / ٤٨٢)]

(۲) [حجاب المرأة المسلمة (ص / ٦٥)]

اس آیت میں لفظ "لکم" عمومی فائدے کے لیے ہے۔ جہاں تک زیبائش کے لیے ان چیزوں کے استعمال کا تعلق ہے تو ان کے علاوہ بھی کئی چیزوں سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے لہٰذا ان کا استعمال بھی بہتر ہے۔ حصول زیبائش میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اللہ جمیل (یعنی خوبصورت) ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے (جیسا کہ یہ بات ایک حدیث میں موجود ہے)۔ لیکن اس میں اس حد تک اسراف کرنا کہ یہ انسان کی سب سے بڑی آرزو بن جائے اور وہ صرف اسی کے اہتمام میں مگن رہے اور دیگر تمام دینی اور دنیوی تقاضوں سے غافل ہو جائے تو یہ ناروا بات ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اور اسراف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔(۱)

ناجائز اُمور

مردوں کا سونے کا زیور پہننا

جیسا کہ ابھی پیچھے حدیث ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے۔"

عورت کا پھیلنے والی خوشبو لگانا

عورت کے لیے ایسی خوشبو لگانا ممنوع ہے جو پھیلتی ہو اور نمایاں ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ﴾

"جو کوئی عورت خوشبو لگائے اور پھر لوگوں پر سے اس لئے گزرے کہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ زانیہ و بدکار ہے۔"(۲)

ناچ گانے کا انتظام

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ [لقمان : ٦]

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳٦۹)]

(۲) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۳) نسائی (۵۱۲٦) کتاب الزینة : باب ما یکره للنساء من الطیب ' ترمذی (۲۷۸٦) کتاب الأدب : باب ما جاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة ' صحیح الترغیب (۲۰۱۹)]

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو غافل کرنے والے آلات خریدتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ "لہو الحدیث" سے مراد گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی ہیں۔(۱)

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ [الاسراء: ٦٤]

"ان میں سے تو جسے بھی اپنی "آواز" سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لے اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے۔ ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔"

اس آیت میں "آواز" سے مراد موسیقی' آلاتِ طرب اور گانا بجانا ہے جس کے ذریعے شیطان لوگوں کو گمراہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔

(3) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ﴾

"میری امت میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال بنا لیں گے۔"(۲)

(4) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمِ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ﴾

"میری امت کے کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے' ان کے پاس آلاتِ موسیقی بجیں گے اور گانے والیاں گانے گائیں گی' اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے

---

(۱) [مستدرک حاکم (۲/۳/۱۸۲)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (٥٤٦٦) المشکاۃ (٥٣٤٣) صحیح الترغیب (٢٠٦٧) السلسلۃ الصحیحۃ (٩١)]

بعض کو بندر اور خنزیر بنادے گا۔"(۱)

(شیخ ابن بازؒ) گانا جمہور اہل علم کے نزدیک حرام ہے اور گانے کے ساتھ کوئی کھیل کا آلہ جیسے موسیقی' عود' رباب یا کوئی اور چیز ہو تو اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۲)

داڑھی منڈانا

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ﴾

"مشرکوں کی مخالفت کرو' داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو ترشواؤ۔"(۳)

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى﴾

"مونچھوں کو خوب اچھی طرح صاف کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔"(٤)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ ......﴾

"دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں پست کرنا اور داڑھی کو معاف کر دینا......"(٥)

مردوزن کی مخلوط مجالس

مراد یہ ہے کہ مردوں کا غیر محرم عورتوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا' آپس میں گفتگو کرنا' ایک

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٥٤٥٤) غاية المرام (٤٠٢) تحريم آلات الطرب (ص / ٤٥) ابن ماجه (٤٠٢٠) كتاب الفتن : باب العقوبات]

(۲) [فتاوی ابن باز' مترجم (٢٢٥/١)]

(۳) [بخاری (٥٨٩٢) كتاب اللباس : باب تقليم الأظفار ' مسلم (٢٥٩) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة ' ابو داود (٤١٩٩) كتاب الترجل : باب في أخذ الشارب ' ترمذی (٢٧٦٣) كتاب الأدب : باب ما جاء في اعفاء اللحية ' نسائی في السنن الكبرى (٢٧٦٤) ابن أبي شيبة (٥٦٤/٨) أبو عوانة (١٨٩/١) ابن حبان (٥٤٧٥) شرح السنة للبغوی (٣١٩٤) بيهقی (١٤٩/٧)]

(٤) [بخاری (٥٨٩٣) كتاب اللباس : باب اعفاء اللحية عفوا ' مسلم (٢٥٩)]

(٥) [مسلم (٢٦١) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة ' ابو داود (٥٣) كتاب الطهارة : باب السواك من الفطرة ' ترمذی (٢٧٥٧) كتاب الأدب : باب ما جاء في تقليم الأظفار ' ابن ماجه (٢٩٣) كتاب الطهارة وسننها : باب الفطرة ' نسائی (٥٠٥٥) شرح السنة للبغوی (٢٠٥) ابن أبي شيبة (٩٥١/١) بيهقی (٣٦/١)]

دوسرے کو ہاتھ لگانا وغیرہ سب ایسے کام ہیں جو نکاح کے موقع پر کیے جاتے ہیں اور انہیں کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا حالانکہ شریعت کی نظر میں یہ بدکاری سے کم نہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لازماً کر کے رہے گا۔ پس آنکھوں کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے' دونوں کانوں کا زنا (غیر محرم کی باتیں) سننا ہے' زبان کا زنا (غیر محرم سے) کلام کرنا ہے' ہاتھ کا زنا (غیر محرم کو چھونا اور) پکڑنا ہے' پاؤں کا زنا (غیر محرم کی طرف) چل کر جانا ہے' دل (کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا و خواہش کرتا ہے اور پھر شرمگاہ اسے سچ کر دیتی ہے یا پھر جھوٹ۔“ (۱)

باریک لباس اور بے پردگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا﴾

”جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا؛ ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے' وہ اُن کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے' ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہیں' (دوسروں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی ہیں اور (خود دوسروں کی طرف) مائل ہونے والی ہیں۔ اُن کے سر جھکے ہوئے بختی اُونٹوں کی کوہانوں کی مانند ہوں گے' وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اُس کی خوشبو پائیں گی اور بے شک جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے محسوس کی جا سکے گی۔“ (۲)

---

(۱) [مسلم (۲۶۵۷) کتاب القدر : باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغیره' بخاری (۶۶۱۲) کتاب القدر: باب وحرام علی قریة أهلکناها أنهم لا یرجعون]

(۲) [مسلم (۲۱۲۸) کتاب اللباس والزینة : باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات' احمد (۸۶۷۳) ابن حبان (۷۴۶۱) شرح السنة للبغوی (۲۵۷۸) بیهقی (۲۳۴/۲)]

لمبے ناخن رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾

"ہمارے لیے مونچھوں کے تراشنے "ناخنوں کے کاٹنے "بغل کے بال اُکھیڑنے اور زیر ناف بالوں کے مونڈنے کے لیے یہ حکم مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس راتوں سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔" (۱)

(شیخ ابن جبرین) ناخن بڑھانا جائز نہیں بلکہ ہر ہفتے بعد یا زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک انہیں ترشوانے کا حکم ہے۔(۲)

پلکوں اور بھنوؤں کے بال کم کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ"﴾

"سرمہ بھرنے والیوں اور بھروانے والیوں' بھنوؤں اور رخسار سے بال اُکھیڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو باریک بنانے والیوں اور اللہ کی خلق کو بدلنے والیوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے' کیوں نہ میں بھی ان سب پر لعنت کروں جن پر رسول کریم ﷺ نے لعنت کی ہے اور اس کی دلیل کہ آپ ﷺ کی لعنت خود قرآن مجید میں موجود ہے یہ آیت ہے "اور جو تمہیں رسول دے اسے لے لو۔"(۳)

(شیخ ابن بازؒ) عورت کے لیے خاوند کی فرمائش پر ابرو کے بال اتارنا جائز نہیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے

---

(۱) [مسلم (۲۵۸) کتاب الطهارة : باب خصال الفطرة ' ابو داود (۴۲۰۰) کتاب الترجل : باب فی أخذ الشارب ' ترمذی (۲۷۵۸) کتاب الأدب : باب فی التوقیت فی تقلیم الأظفار وأخذ الشارب ' ابن ماجه (۲۹۵) کتاب الطهارة وسننها : باب الفطرة ' احمد (۱۳۱۰۹)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۶۵)]

(۳) [بخاری (۵۹۳۱) کتاب اللباس : باب المتفلجات للحسن ' مسلم (۲۱۲۵) کتاب اللباس والزينة : باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ' ترمذی (۲۷۸۲) کتاب الأدب : باب ما جاء في الواصلة والمستوصلة ' نسائی (۱٤٦/۸)]

"نامصہ" اور "متنمصہ" یعنی بال اکھاڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی (اس کا مطالبہ کرنے والی) دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔" نمص" سے مراد ابرو کے بال اتارنا ہے۔(۱)

تصویریں کھینچنا یا کھینچوانا

(1) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ﴾

"اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویریں ہوں۔"(۲)

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ﴾

"بے شک روزِ قیامت اللہ کے ہاں لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔"(۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ﴾

"ہر تصویر بنانے والا آگ میں ہوگا' اس کے لیے اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک نفس بنایا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔"(٤)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَصْنَعُونَ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ﴾

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۲۷)]

(۲) [بخاری (٥٩٤٩) کتاب اللباس : باب التصاویر ' مسلم (۲۱۰٦) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم تصویر صورة الحیوان ' ابو داود (٤١٥٣) کتاب اللباس : باب فی الصور ' ترمذی (۲۸۰٤) کتاب الأدب: باب ما جاء أن الملائکة لا تدخل بیتا فیه صورة ولا کلب ' ابن ماجه (۳٦٤٩) کتاب اللباس : باب الصور فی البیت ' نسائی (٤٢٩٣) احمد (١٦٣٤٥) ابن حبان (٥٨٥٠)]

(۳) [بخاری (٥٩٥٠) کتاب اللباس : باب عذاب المصورین یوم القیامة ' مسلم (۲۱۰۹) کتاب اللباس والزینة: باب تحریم تصویر صورة الحیوان ' احمد (۳٥٥٨) نسائی فی السنن الکبری (۹۷۹٥) حمیدی (۱۱۷) ابن أبی شیبة (٤٨٢/٨) طبرانی کبیر (۱۰۳۰٦) أبو یعلی (٥٢٠٩) بیهقی (۲٦٨/٧)]

(٤) [مسلم (۲۱۱۰) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم تصویر صورة الحیوان ' نسائی فی السنن الکبری (۹۷۸٥) ابن حبان (٥٨٤٦) ابن أبی شیبة (٤٨٤/٨) طبرانی کبیر (۱۲۷۷۲)]

"جو لوگ تصویریں بناتے ہیں قیامت کے روز انہیں عذاب سے دوچار کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب انہیں زندہ کرو جنہیں تم نے بنایا تھا۔"(۱)

فلم بنوانا

نکاح کے موقع پر فلم بنوانے کا رواج بھی عام ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف مواقع پر بار بار یہ فلم چلا کر مرد غیر محرم عورتوں کو اور عورتیں غیر محرم مردوں کو دیکھتی اور لطف اندوز ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ شریعت کی رو سے ہرگز جائز نہیں۔ قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو اپنی نظریں جھکانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ' وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ [النور: ۳۰-۳۱]

"مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے' لوگ جو کچھ بھی کریں اللہ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔"

مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔"(۲)

مردوں کا اپنی شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

---

(۱) [مسلم (۲۱۰۸) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان ' بخاری (۵۹۵۱) كتاب اللباس : باب عذاب المصورين يوم القيامة ' ابن أبي شيبة (۴۸۳/۸) بيهقی (۲۶۸/۷)]

(۲) [بخاری (۵۸۸۵) كتاب اللباس : باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال]

”جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ اس کی طرف روزِ قیامت نظر بھی نہیں کرے گا۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ﴾

”تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو وہ جہنم میں ہو گا۔“ (۲)

بالوں کو کالے خضاب کے ساتھ رنگنا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ﴾

”ابو قحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا اور اس کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی مانند سفید تھی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے (یعنی سفیدی کو) کسی چیز (مہندی وغیرہ کے ذریعے) تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو۔“ (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ﴾

”آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے سینے کے رنگ کی مانند سیاہ رنگ کے ساتھ خضاب لگائیں گے' وہ جنت کی خوشبو کو نہیں پائیں گے۔“ (٤)

سر پر ”وِگ“ یعنی نقلی بال لگانا

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٥٧٨٤) کتاب اللباس : باب من جر ازاره من غیر خیلاء]

(۲) [بخاری (٥٧٨٧) کتاب اللباس : باب ما أسفل من الکعبین فهو فی النار]

(۳) [مسلم (۲۱۰۲) کتاب اللباس والزینة : باب استحباب خضاب الشیب بصفرة أو حمرة وتحریمه' ابو داود (٤٢٠٤) کتاب الترجل : باب فی الخضاب' ابن ماجه (٣٦٢٤) کتاب اللباس : باب الخضاب بالسواد' نسائی (٥٠٩٢) احمد (١٤٤٠٩) حاکم (٥٠٦٨) ابن حبان (٥٤٧١) عبد الرزاق (٢٠١٧٩) أبو یعلی (١٨١٩) شرح السنة للبغوی (٣١٧٩) بیهقی (٣١٠/٧)]

(٤) [صحیح : هدایة الرواة (٤٣٨٠)' (٢٤٠/٤) غایة المرام (تحت الحدیث / ١٠٦) ابو داود (٤٢١٢) کتاب الترجل : باب ما جاء فی خضاب السواد' نسائی (١٣٨/٨)]

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے سر میں مصنوعی بال لگانے والی' سرمہ بھرنے اور بھروانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔''(۱)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَصِلَ الْمَرْأَةُ بِرَأْسِهَا شَيْئًا﴾

''نبی کریم ﷺ نے اس بات پر ڈانٹا ہے کہ عورت اپنے سر کے ساتھ کچھ بھی ملائے۔''(۲)

تالی بجانا

(شیخ ابن بازؒ) (شادی وغیرہ کی) محفلوں میں تالی بجانا جاہلیت کے اعمال سے ہے اور اس کے متعلق جو کم از کم کہا جا سکتا ہے وہ اس کا مکروہ ہونا ہے جبکہ دلیل سے حرام ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو کافروں کی مشابہت کرنے سے روکا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے کافروں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ [الأنفال : ۳۵]

''اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔''

علماء کہتے ہیں کہ مکاء سے مراد سیٹی بجانا اور تصدیہ سے مراد تالی بجانا ہے اور مومن کے لیے سنت یہ ہے کہ جب وہ کوئی بات دیکھے یا سنے جو اسے اچھی لگے یا ناپسندیدہ ہو تو سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے۔ جیسا کہ بہت سی احادیث میں نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے۔ تالی بجانا تو بالخصوص عورتوں کے لیے مشروع ہے۔ جب وہ نماز میں پیچھے کھڑی ہوں اور مرد بھی ہوں اور نماز میں امام بھول جائے تو تالی بجا کر تنبیہ کرنا ان کے لیے مشروع ہے۔ مگر مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو متنبہ کریں گے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے یہی سنت ثابت ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مردوں کے تالی بجانے میں کافروں اور عورتوں سے مشابہت ہے اور دونوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔(۳)

---

(۱) [بخاری (۵۹۳۷) کتاب اللباس : باب الوصل فی الشعر ' مسلم (۲۱۲٤) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة ' ترمذی (۲۷۸۳) کتاب الأدب : باب ما جاء فی الواصلة والمستوصلة ' ابو داود (٤١٦٨) کتاب الترجل : باب فی صلة الشعر]

(۲) [مسلم (۲۱۲٦) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ' احمد (١٤١٥٧) ابن حبان (٥٥١٥) بیهقی (۲/٤٢٦)]

(۳) [فتاوی ابن باز ' مترجم (۲۳۰/۱)]

باب ليلة العرس و آداب المباشرة سہاگ رات اور آداب مباشرت کا بیان

حجرۂ عروسی میں داخل ہونے کے بعد کیا کرے؟

دلہن کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد درج ذیل افعال مستحب ہیں:

① بیوی کو کوئی تحفہ دینا۔

② بیوی کی دلجوئی کے لیے کچھ کھانے کو پیش کرنا۔

③ بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائے برکت پڑھنا۔

④ دونوں کا اکٹھے دو رکعت نماز ادا کرنا۔

❶ بیوی کو کوئی تحفہ دینا

کیونکہ تحفہ دینے سے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بیوی کے قریب جانے سے پہلے اس کے دل میں محبت و الفت پیدا کرنا یقیناً اس کے لیے باعثِ اطمینان و سکون ہو گا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿ تَهَادُوا تَحَابُّوا ﴾

"ایک دوسرے کو تحفے دو اور آپس میں محبت پیدا کرو۔" (۱)

❷ بیوی کی دلجوئی کے لیے کچھ کھانے کو پیش کرنا

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ إِنِّي قَيَّنْتُ عَائِشَةَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ جِئْتُهُ فَدَعَوْتُهُ لِجِلْوَتِهَا ، فَجَاءَ ، فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِهَا ، فَأُتِيَ بِعُسِّ لَبَنٍ ، فَشَرِبَ ، ثُمَّ نَاوَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَخَفَضَتْ رَأْسَهَا وَاسْتَحْيَتْ ، قَالَتْ أَسْمَاءُ ، فَانْتَهَرْتُهَا ، وَقُلْتُ لَهَا : خُذِي مِنْ يَدِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : فَأَخَذَتْ فَشَرِبَتْ شَيْئًا ، ثُمَّ قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ : أَعْطِي تِرْبَكِ ، قَالَتْ أَسْمَاءُ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! بَلْ خُذْهُ فَاشْرَبْ مِنْهُ ثُمَّ نَاوِلْنِيهِ مِنْ يَدِكَ ، فَأَخَذَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ، ثُمَّ نَاوَلَنِيهِ ﴾

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے (آپ ﷺ کے نکاح کے موقع پر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کر لیا تو میں آپ ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو بلایا تا کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیں۔ پھر آپ ﷺ آئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر دودھ کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا'

---

(۱) [حسن : ارواء الغليل (۱٦۰۱) صحيح الجامع الصغير (۳۰۰٤) الأدب المفرد (٥٩٤)]

جس سے آپ ﷺ نے پیا' پھر اس پیالے کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیش کیا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرم وحیا کی وجہ سے اپنا سر جھکا لیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے پیالہ پکڑ لو۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پیالہ پکڑا اور کچھ دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ پیالہ اپنی سہیلی کو دے دو۔ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! بلکہ آپ پیالہ پکڑیں اور اس سے مزید دودھ پئیں۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ نے اس پیالے سے دودھ پیا اور پھر مجھے پکڑا دیا۔"(۱)

❸ بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائے برکت کرنا

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے شادی کرے یا خادم خریدے (تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھے' اللہ کا نام لے اور دعائے برکت کرے اور یوں) کہے:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ﴾

"اے اللہ میں تجھ سے اس (عورت) کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اُس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اُس چیز کے شر سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا۔"(۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے شادی کے وقت وہ دعا پڑھنا مستحب ہے جو اس حدیث میں موجود ہے۔(۳)

(البانیؒ) بہتر یہ ہے کہ مرد ہم بستری کے وقت یا اس سے پہلے عورت کے سر کے آگے والے حصے پر ہاتھ رکھے اور اللہ کا نام لے کر دعائے برکت کرے۔(٤)

---

(۱) [احمد (٤٣٨/٦) حمیدی (٦١/٢) شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔[آداب الزفاف (ص / ٩٢)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود ' ابو داود (٢١٦٠) کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح ' ابن ماجه (١٩١٨) کتاب النکاح : باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیه أهله ' نسائي فی عمل الیوم واللیلة (٢٤٠) بخاری فی خلق أفعال العباد (٧٧) مسند أبي یعلی (٣٠٨/٢) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [نیل الأوطار (٢٧٦/٤)]

(٤) [آداب الزفاف (ص / ٩٢)]

④ دونوں کا اکٹھے دو رکعت نماز ادا کرنا

شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ : أَبُو حَرِيزٍ ' فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ جَارِيَةً شَابَّةً [بِكْرًا] وَ إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَفْرُكَنِي ' فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ : إِنَّ الْإِلْفَ مِنَ اللّٰهِ وَالْفِرْكَ مِنَ الشَّيْطَانِ ' يُرِيدُ أَنْ يُكَرِّهَ إِلَيْكُمْ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ' فَإِذَا أَتَتْكَ فَأْمُرْهَا أَنْ تُصَلِّيَ وَرَائَكَ رَكْعَتَيْنِ ' زَادَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ' وَقُلْ : **اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي أَهْلِي ' وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ ' اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا مَا جَمَعْتَ بِخَيْرٍ ' وَ فَرِّقْ بَيْنَنَا إِذَا فَرَّقْتَ إِلَى خَيْرٍ** ﴾

"ایک آدمی آیا جسے ابو حریز کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک کنواری جوان لڑکی سے شادی کی ہے اور میں اس بات سے خائف ہوں کہ وہ مجھے چھوڑ نہ دے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا' بلاشبہ محبت و اُلفت اللہ کی طرف سے اور نفرت و جدائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنادے۔ لہٰذا جب وہ تیرے پاس آئے تو اسے حکم دینا کہ وہ تیرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔

ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"(جب تمہاری بیوی تمہارے ساتھ خلوت میں آجائے تو پھر تم یہ دعا کرنا) اے اللہ! میری بیوی میں برکت عطا فرما اور میرے اہل و عیال کے لیے مجھ میں برکت عطا فرما۔ جب تک تو ہمیں اکٹھا رکھے 'خیر و بھلائی کے ساتھ اکٹھا رکھ اور جب ہمارے درمیان جدائی ڈالنا چاہے تو بھی خیر و بھلائی کے ساتھ ہمارے درمیان جدائی ڈال۔"(۱)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے قابل ستر اعضاء کو دیکھنا

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے پورے جسم کو (قابل ستر اعضاء سمیت) دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی دلیل ایک تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

"وہ (تمہاری بیویاں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔"

---

(۱) [صحیح : آداب الزفاف (ص / ۹۶) ابن أبي شيبة (۵۰/۷) مصنف عبد الرزاق (۱۹۱/۶) طبراني (۲۱/۳)]

مراد یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کی مانند ہیں' جیسے لباس سے انسان کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہوتی' اسی طرح میاں بیوی کی بھی ایک دوسرے سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا مکمل بدن دیکھ سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿"احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ" قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ﴾

"اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے سوا ہر ایک سے اپنا ستر چھپا کر رکھو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب مختلف لوگ (مثلاً بیوی اور دیگر محرم رشتہ دار) جمع ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جس قدر بھی تم میں ستر چھپانے کی طاقت ہو اسے چھپاؤ تاکہ کوئی اسے نہ دیکھ سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو کیا وہ بھی ستر چھپائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ لوگوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔"(۱)

حدیث کے ان الفاظ "اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے سوا ہر ایک سے اپنا ستر چھپا کر رکھو" سے ثابت ہوا کہ بیوی اپنے شوہر کے قابل ستر اعضاء کو دیکھ سکتی ہے۔

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شیخ البانیؒ) انہوں نے اسی مؤقف کو برحق کہا ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) مرد اپنی بیوی (کے جسم) سے اور بیوی اپنے شوہر سے جو چاہے دیکھ سکتی ہے۔(٤)

ایک دوسرے فتوے میں یوں ہے کہ

---

(۱) [حسن : ارواء الغليل (۱۸۱۰) صحيح الجامع الصغير (۲۰۳) صحيح ابوداود ' ابو داود (٤۰۱۷) كتاب الحمام : باب ما جاء فى التعرى ' ابن ماجه (۱۹۲۰) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع ' ترمذى (۲۷٦۹) كتاب الأدب : باب ما جاء فى حفظ العورة ' آداب الزفاف (ص / ۳۹) حجاب المرأة المسلمة (ص / ۲۳) غاية المرام (۷۰)]

(۲) [فتح البارى (۲۹۰/۱)]

(۳) [نظم الفرائد (۲٥/۲)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳٦۱/۱۹)]

زوجین میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے کے سامنے (مکمل) ننگا ہو۔(۱)

- یاد رہے کہ جس روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ﴾

''میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔''

وہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے۔(۲)

ہم بستری پر اجر و ثواب کی نوید

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَأتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا﴾

''چند صحابہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مال والے تو اجر و ثواب لوٹ لے گئے۔ اس لیے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور اپنے زائد مالوں میں سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تمہارے لیے بھی تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے کہ ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے' ہر تکبیر صدقہ ہے' ہر تحمید (یعنی الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے' ہر بار لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے' اچھی بات سکھانا صدقہ ہے' بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کا اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے ہم بستری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' کیوں نہیں؟ دیکھو اگر کوئی شخص حرام ذریعے سے اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اسے گناہ ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۶۳/۱۹)]

(۲) [ضعيف : آداب الزفاف (ص / ۱۰۹) ارواء الغليل (۱۸۱۲) ضعيف ابن ماجه ' ابن ماجه (۱۹۲۲) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع]

جب حلال ذریعے سے شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر و ثواب بھی ملے گا۔"(۱)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز کام بھی سچی نیتوں کے ذریعے باعث اجر و ثواب بن جاتے ہیں۔ پس جماع و ہم بستری بھی عبادت کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں جبکہ اس کے ذریعے حق زوجیت کی ادائیگی اور اللہ کے حکم کے مطابق معروف معاشرت اختیار کرنے' یا صالح اولاد طلب کرنے' یا خود کو پاک دامن رکھنے' یا بیوی کو پاک دامن رکھنے اور خود کو اور اپنی بیوی کو حرام دیکھنے یا اس کے متعلق سوچنے سے بچانے یا اس طرح کے دیگر صالح مقاصد کی نیت کر لی جائے۔(۲)

ہم بستری سے پہلے دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ﴾

"اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

" بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا "

"اللہ کے نام کے ساتھ' اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔"

تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر و قسمت میں جو اولاد ہو گی تو شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"(۳)

---

(۱) [مسلم (۱۰۰٦) كتاب الزكاة : باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ' احمد (۲۱٥۲۹) الأدب المفرد للبخارى (۲۲۷) تحفة الأشراف (۱۱۹۳۲)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (۳۳۱/٥)]

(۳) [بخارى (۱٤۱) كتاب الوضوء : باب التسمية على كل حال وعند الوقاع ' مسلم (۱٤۳٤) كتاب النكاح: باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع ' ابو داود (۲۱٦۱) كتاب النكاح : باب فى جامع النكاح ' ترمذى (۱۰۹۲) كتاب النكاح : باب ما يقول اذا دخل على أهله ' ابن ماجة (۱۹۱۹) كتاب النكاح : باب ما يقول الرجل اذا دخلت عليه أهله ' أحمد (۲۱۷/۱) نسائى فى السنن الكبرى (۱۰۱۰۰) دارمى (۲۲۱۲) عبد الرزاق (۱۰٤٦٦) طبرانى كبير (۱۲۱۹٥) ابن حبان (۹۸۳) طيالسى (۲۷۰٥) ابن أبى شيبة (۳۱۱/٤) شرح السنة للبغوى (۱۳۳۰)]

ہم بستری کیسے کی جائے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُواْ اللَّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّكُم مُّلاَقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة : ٢٢٣]

"تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں' اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جس ہیئت و کیفیت سے چاہے اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے۔ خواہ آگے کی جانب سے' خواہ پچھلی جانب سے اور خواہ پہلو کی جانب سے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہاں یہ یاد رہنا چاہیے کہ آیت کے ان الفاظ "جس طرح چاہو آؤ" سے یہ استدلال کرنا کہ عورت کی پشت میں بھی جماع جائز ہے' قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت سے ہی یہ واضح ہوتا ہے کہ مباشرت کا مقام صرف وہی ہے جو کھیتی یعنی (اولاد کی) پیدائش کا مقام ہے اور وہ صرف فرج (پیشاب کی جگہ) ہے' دبر (پاخانے کی جگہ) نہیں جیسا کہ یہ ظاہر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ عورت کی پشت میں جماع کرنے کی متعدد احادیث میں صریحاً ممانعت موجود ہے۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا ﴾

"جو شخص عورت سے اس کی پشت میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔" (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﴾

"جس شخص نے عورت سے اس کی پشت میں جماع کیا بلاشبہ وہ اُس چیز سے بری ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (١٨٩٤) كتاب النكاح : باب في جامع النكاح ' ابو داود (٢١٦٢) ابن ماجة (١٩٢٣) كتاب النكاح : باب النهي عن اتيان النساء في أدبارهن ' احمد (٢٧٢/٢)]

محمد ﷺ پر نازل کی ہے۔"(۱)

(3) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ﴾

"اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا (آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا' پھر فرمایا کہ) عورتوں کی پشتوں میں (جماع کے لیے) نہ آؤ۔"(۲)

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا﴾

"اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جس نے اپنی بیوی سے اس کی پشت میں جماع کیا۔"(۳)

(جمہور) عورتوں سے ان کی پشتوں میں جماع کرنا حرام ہے۔(۴)

(ابن حزمؒ) (عورت سے اس کی) پشت میں ہم بستری کرنا حلال نہیں۔(۵)

(شیخ عبداللہ بسام) احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کی پشت میں جماع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ لعنت صرف کبیرہ گناہ پر ہی ہوتی ہے۔(۶)

(شیخ ابن بازؒ) عورت کی دبر میں وطی کرنا کبیرہ گناہوں اور بدترین نافرمانیوں میں سے ہے۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۸)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۳۰۴) کتاب الطب : باب فی الکاهن ' ابو داود (۳۹۰۴) أحمد (۳۰۸/۲) ترمذی (۱۳۵) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی کراهية اتيان الحائض ' ابن ماجة (۶۳۹) کتاب الطهارة وسننها : باب النهي عن اتيان الحائض ' احمد (۴۰۸/۲)]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (۲۰۰۵) ابن ماجة (۱۹۲۴) کتاب النکاح : باب النهي عن اتيان النساء فی أدبارهن ' أحمد (۲۱۳/۵) طبرانی کبیر (۳۷۳۴) بیهقی (۲۳/۵)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۷۸) ابن ماجة (۱۹۲۳) کتاب النکاح : باب النهي عن اتيان النساء فی أدبارهن ' صحیح ابن ماجة (۱۵۶۰)]

(۴) [نيل الأوطار (۲۹۰/۴)]

(۵) [المحلى بالآثار (۲۲۰/۹)]

(۶) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۴۸/۵)]

(۷) [فتاوی ابن باز ' مترجم (۱۸۱/۱)]

(۸) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۷۶/۱۹)]

تاہم علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی پشت کی جانب سے یا کسی بھی طریقے سے صرف اس کی قبل (یعنی پیشاب کی جگہ) میں جماع کر سکتا ہے۔(۱)

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا أَهْلَكَكَ قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِي اللَّيْلَةَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَالَ فَأُنْزِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الْآيَةَ "نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ"[البقرة: ۲۲۳] أَقْبِلْ وَأَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا، میں نے گزشتہ شب اپنی سواری تبدیل کر لی۔ آپ ﷺ نے اس پر کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی نازل فرمائی کہ "تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں لہٰذا تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔" (یعنی) آگے سے آؤ اور پیچھے سے آؤ مگر حالتِ حیض میں اور پشت میں جماع سے اجتناب کرو۔"(۲)

نیز یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ جب مرد اپنی بیوی سے پچھلی جانب سے قبل میں مباشرت کرتا ہے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے لیکن اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے (ان کی تردید میں) یہ آیت نازل فرمائی کہ "تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں لہٰذا تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔"(۳)

یعنی آگے کی جانب سے مباشرت کرو یا پیچھے کی جانب سے یا کروٹ پر جیسے چاہو سب جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں عورت کی فرج (یعنی بچے کی پیدائش کی جگہ) ہی استعمال ہو۔

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۹۱/۳)]

(۲) [صحیح: التعلیقات الرضیة علی الروضة (۲۳۰/۲) ترمذی (۲۹۸۰) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة، أحمد (۱۸۹۔ الفتح الربانی)]

(۳) [بخاری (۴۵۲۸) کتاب التفسیر: باب نسائکم حرث لکم، مسلم (۱۴۳۵) کتاب النکاح: باب جواز جماعه امرأته فی قبلها من قدامها ومن ورائها، ابو داود (۲۱۶۳) کتاب النکاح: باب فی جامع النکاح، ترمذی (۲۹۷۸) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة، ابن ماجة (۱۹۲۵) کتاب النکاح: باب النهی عن اتیان النساء فی أدبارهن، دارمی (۱۴۵/۲) ابن حبان (۴۱۶۶) بیهقی (۱۹۴/۷)]

بیوی کے پستان چوسنا

(شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے اس کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عمل جائز و مباح ہے' ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ میاں بیوی ایک دوسرے سے ہر وہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا (اور بیوی کے پستان منہ میں ڈال کر چوسنے سے اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے کہیں منع نہیں فرمایا) اور جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے صرف وہی حرام ہے' مثلاً پشت میں دخول کرنا' حیض یا نفاس کی حالت میں ہم بستری کرنا' دورانِ عبادت یا ظہار کی صورت میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہم بستری کرنا وغیرہ جیسا کہ یہ تمام اشیاء اہل علم کے ہاں معروف ہیں۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے بھی عورت کے پستان چوسنے کے جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے۔(۲)

ایک دوسرے فتوے میں یوں ہے کہ

شوہر اپنی بیوی کا پستان چوس سکتا ہے اور اگر (بیوی کا) دودھ شوہر کے معدے تک بھی پہنچ جائے تو اس سے کوئی حرمت واقع نہیں ہوتی۔(۳)

ہم بستری کا وقت

شریعت نے ہم بستری کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا۔ دن یا رات کے کسی بھی حصے میں جب خواہش پیدا ہو' ہم بستری کی جا سکتی ہے۔

دن کے وقت ہم بستری کا جواز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

"عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے۔"(۴)

---

(۱) [فتاوی المرأة المسلمة (۲۲۶/۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۹۶/۱۸-۳۹۷)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۵۱/۱۹)]

(٤) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النكاح : باب لا تاذن المرأة فی بيت زوجها لأحد الا باذنه ' مسلم (۱۰۲۶) كتاب الزكاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' ترمذی (۷۸۲) كتاب الصوم : باب ما جاء فی كراهية صوم المرأة الا باذن زوجها ' ابن ماجه (۱۷۶۱) كتاب الصيام : باب فی المرأة تصوم بغير اذن زوجها ' احمد (۳۱۶/۲) ابن حبان (۳۵۷۳) مستدرك حاكم (۱۷۳/٤) دارمی (۱۲/۲)]

جمعہ کی رات ہم بستری کا استحباب

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿"مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ" ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ﴾

"جو شخص جمعہ کے روز غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی (اگر اول وقت مسجد میں پہنچا) اور اگر بعد میں گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا' اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آ جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔"(۱)

(2) حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا﴾

"جس نے (ہم بستری کی وجہ سے اپنی بیوی کو) غسل کرایا اور خود غسل کیا' پھر جلدی کرائی اور خود جلدی کی' پیدل چل کر آیا اور سوار نہ ہوا' امام کے قریب ہو کر بیٹھا' توجہ سے خطبہ سنا اور کوئی لغو حرکت نہ کی تو اس کے لیے اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا اجر لکھا جائے گا۔"(۲)

دورانِ ہم بستری گفتگو کا حکم

دورانِ جماع کلام کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا یہ جائز ہے۔ نیز دورانِ جماع کلام کو

---

(۱) [بخاری (۸۸۱) کتاب الجمعة : باب فضل الجمعة ' مسلم (۸٤۹) کتاب الجمعة : باب الطيب والسواك يوم الجمعة ' ترمذی (٤۹۹) کتاب الجمعة : باب ما جاء فی التبكير الى الجمعة ' ابو داود (۳۵۱) کتاب الطهارة : باب فی الغسل يوم الجمعة ' نسائی (۹۸/۳) احمد (٤٦٠/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٦٤٠٥) ابو داود (۳٤۵) کتاب الطهارة : باب فی الغسل يوم الجمعة ' ابن ماجه (۱۰۸۷) کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء فی الغسل يوم الجمعة ' نسائی (۱۳۸۱) کتاب الجمعة : باب فضل غسل يوم الجمعة]

دورانِ قضائے حاجت کلام پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ خیال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ گندگی کی جگہ ہے جبکہ یہ لذت حاصل کرنے کا مقام ہے۔

دوبارہ ہم بستری سے پہلے وضو کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَ ضَّأْ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرلے' پھر دوبارہ ہم بستری کرنا چاہے تو وضو کرلے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

''وضوء دوبارہ جماع کے لیے خوب چستی پیدا کر دیتا ہے۔''(۱)

(سعودی مجلس افتاء) شوہر کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ ہم بستری کرنا بھی جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ وہ دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضو کرلے۔(۲)

دوبارہ ہم بستری سے پہلے غسل کرنا افضل ہے

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ قَالَ قُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا قَالَ هَذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ﴾

''ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے پاس گئے اور ہر ایک کے پاس (ہم بستری کے بعد) غسل کرتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ (آخر میں) ایک ہی غسل کر لیتے (تو کیا کافی نہ تھا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ طریقہ (یعنی ہر مرتبہ الگ غسل کرنا) زیادہ پاکیزگی' صفائی اور طہارت کا باعث ہے۔''(۳)

---

(۱) [مسلم (۳۰۸) کتاب الحیض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج ' ترمذی (۱٤۱) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی الجنب اذا أراد أن یعود توضأ ' ابو داود (۲۲۰) کتاب الطهارة : باب الوضوء لمن أراد أن یعود ' بیهقی (۲۰۳/۱)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳٤۹/۱۹)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود ' ابوداود (۲۱۹) کتاب الطهارة : باب الوضوء لمن أراد أن یعود ' ابن ماجه (۵۹۰) کتاب الطهارة وسننها : باب فیمن یغتسل عند کل واحدة غسلا ' نسائی (۷۹/۱) احمد (۸/٦)]

اولاد کی طلب میں انشاءاللہ کہہ کر ہم بستری کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَام لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَأَطَافَ بِهِنَّ وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ﴾

”حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس (ہم بستری کے لیے) آؤں گا اور (اس قربت کے نتیجہ میں) ہر عورت ایک لڑکا جنے گی تو سو لڑکے ایسے پیدا ہوں گے جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاءاللہ کہہ لیجئے' لیکن انہوں نے نہیں کہا اور بھول گئے۔ چنانچہ آپ تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک کے سوا کسی کے ہاں بھی بچہ پیدا نہ ہوا اور اس ایک کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ انشاءاللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد بر آتی اور ان کی خواہش پوری ہونے کی امید زیادہ ہوتی۔“ (۱)

بلا وجہ ہم بستری سے انکار نہ کیا جائے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ﴾

”جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس (بیوی) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهَا فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا﴾

---

(۱) [بخاری (۵۲۴۲) کتاب النکاح : باب قول الرجل ' لأطوفن الليلة على نسائه]

(۲) [بخاری (۵۱۹۳) کتاب النکاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ' مسلم (۱۴۳۶) کتاب النکاح : باب تحریم امتناعها من فراش زوجها ' ابو داود (۲۱۴۱) کتاب النکاح : باب فی حق الزوج علی المرأة ' نسائی فی السنن الکبری (۸۹۷۰/۵) احمد (۷۴۷۶) دارمی (۲۲۲۸) ابن حبان (۴۱۷۲) طیالسی (۲۴۵۸) شرح السنة للبغوی (۲۳۲۸) بیهقی (۲۹۲/۷)]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو بستر پر (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ انکار کر دے تو وہ جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اس پر اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک وہ (شوہر) اس سے راضی نہ ہو جائے۔" (۱)

میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ﴾

"میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے (اکٹھے) غسل جنابت کر لیا کرتے تھے۔" (۲)

غسل جنابت کا طریقہ

- خوب اچھی طرح شرمگاہ کو دھویا جائے۔
- پھر مسنون وضو کیا جائے۔
- پاؤں وضو کے آخر میں دھونا یا غسل کے آخر میں، دونوں طرح جائز ہے۔
- پھر تین مرتبہ چلّو بھر کر سر میں پانی ڈالا جائے اور سر کو مَلا جائے۔
- عورتوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ غسل جنابت کے لیے اپنے بال کھولیں۔ البتہ حیض ونفاس کے غسل کے لیے سر کے بال کھولنا ضروری ہے۔
- پھر اپنے مکمل جسم پر پانی بہا دیا جائے۔ (۳)

غسل جنابت کے بغیر سونا ہو تو وضو کر لینا چاہیے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ﴾

---

(۱) [مسلم (۱٤۳٦) كتاب النكاح : باب تحريم امتناعها من فراش زوجها]

(۲) [بخاری (۲٦۳) كتاب الغسل : باب هل يدخل يده في الاناء قبل أن يغسلها ' مسلم (۳۲۱) كتاب الحيض: باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة ' نسائی (۲۳۳) احمد (۲٤۷۷۳) نسائی فی السنن الكبرى (۲٤۱/۱) ابن حبان (۱۱۹٥) ابن خزيمة (۲۳٦) بيهقی (۱۸۸/۱)]

(۳) [غسل جنابت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری (۲٤۸، ۲۷۲، ۲٥۷، ۲٥۸) مسلم (۳۱٦، ۳۱۷) ابو داود (۲٤۲، ۲٥۰) ابن ماجه (٥۷۳، ٥۷٤) عبد الرزاق (۹۹۷) بيهقی (۱۷۳/۱) احمد (۱۹/٦) ابن خزيمة (۲٤٥) ابن أبي شيبة (۷٤۳)]

”نبی کریم ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے اور آپ حالت جنابت میں ہوتے تو اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور نماز کے وضو کی مانند وضو کر لیتے۔“(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ﴾

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہمارا ایک حالت جنابت میں سو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں جب وہ وضوء کر لے۔“(۲)

عزل کا حکم

لفظ عزل باب عَزَلَ يَعْزِلُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”جدا کر دینا“ ہے۔(۳)

اصطلاحی اعتبار سے عزل یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال ہونے لگے تو آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر انزال کر دے۔

بوقت ضرورت عزل کا جواز موجود ہے۔ جبکہ بلا ضرورت بھی راجح مسلک جواز کا ہی ہے مگر یہ جواز کراہت سے خالی نہیں کیونکہ بعض روایات میں اس سے ممانعت بھی مروی ہے جیسا کہ حضرت جذامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ ﴾ ”یہ خفیہ طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے۔“(٤)

---

(۱) [بخاری (۲۸۸) كتاب الغسل : باب الجنب يتوضأ ثم ينام ' مسلم (۳۰۵) كتاب الحيض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج ' ابو داود (۲۲۲) كتاب الطهارة : باب الجنب يأكل ' ابن ماجه (۵۹۱) كتاب الطهارة وسننها : باب في الجنب يأكل ويشرب ' نسائی (۲۵۵) كتاب الطهارة : باب وضوء الجنب اذا أراد أن يأكل ' أبو عوانة (۲۷۷/۱) ابن حبان (۱۲۱۷) ابن خزيمة (۲۱۳) عبد الرزاق (۱۰۷۳) شرح السنة للبغوی (۲٦۵) دارقطنی (۱۲۵/۱)]

(۲) [مسلم (۳۰٦) كتاب الحيض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج ' ابو داود (۲۲۱) كتاب الطهارة : باب في الجنب ينام ' ترمذی (۱۲۰) كتاب الطهارة : باب ما جاء في الوضوء للجنب اذا أراد أن ينام ' ابن ماجه (۵۸۵) كتاب الطهارة وسننها : باب من قال لا ينام الجنب حتى يتوضأ وضوء ه للصلاة ' نسائی (۲۵۹) ابن حبان (۱۲۱۳) شرح السنة للبغوی (۲٦۳) بيهقی (۱۹۹/۱) أبو عوانة (۱۷۷/۱) ابن أبي شيبة (٦۱/۱) عبد الرزاق (۱۰۷٤)]

(۳) [المنجد (ص/٥٥٤)]

(٤) [مسلم (۱٤٤۲) كتاب النكاح : باب جواز الغيلة ' ابو داود (۳۸۸۲) كتاب الطب : باب في الغيل ' ترمذی (۲۰۷٦) ابن ماجة (۲۰۱۱) أحمد (۳٦۱/٦) نسائی (۱۰٦/٦) موطا (٦۰۷/۲) دارمی (۱٤٦/۲) ابن حبان (٤۱۹٦) بيهقی (٤٦٥/۷)]

چونکہ یہ حقیقی زندہ درگور کرنا نہیں ہے اس لیے حرام نہیں۔ علاوہ ازیں عزل کے جواز کے متعلق درج ذیل احادیث مروی ہیں:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ ﴾

''ہم عہد رسالت میں عزل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔''(۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ یہ بات (یعنی صحابہ کا عزل کرنا) نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا۔(۲)

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ''مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ''﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کے لیے نکلے۔ اس غزوے میں ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورتوں سے الگ رہنا ہمارے لیے مشکل ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ عزل کریں۔ جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جن روحوں کی بھی قیامت تک کے لیے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔''(۳)

(4) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارِيَةً وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ وَأَنَا أُرِيدُ مَا يُرِيدُ الرِّجَالُ وَإِنَّ الْيَهُودَ تُحَدِّثُ أَنَّ الْعَزْلَ مَوْءُودَةُ الصُّغْرَى قَالَ كَذَبَتْ يَهُودُ لَوْ

---

(۱) [بخاری (۵۲۰۹) کتاب النکاح : باب العزل ' مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' أبو یعلی (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی العزل ' أحمد (۳۷۷/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۲) [مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' ابو داود (۲۱۷۳) أبو یعلی (۲۲۵۵) ابن حبان (۴۱۹۵) طحاوی (۳۵/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۳) [بخاری (۲۵۴۲) کتاب العتق : باب من ملك من العرب ' مسلم (۱۴۳۸) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' ابو داود (۲۱۷۲) کتاب النکاح : باب ما جاء فی العزل ' أحمد (۹۸/۳) موطا (۵۹۴/۲) ابن حبان (۴۱۹۳)]

أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَهُ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُ ﴾

"ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور مجھے ناپسند ہے کہ وہ حاملہ ہو اور میں بھی وہی کچھ چاہتا ہوں جو مرد چاہتے ہیں۔ جبکہ یہودی کہتے ہیں کہ عزل تو چھوٹا زندہ در گور کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یہود نے جھوٹ بولا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہے تو اسے تم پھیر نہیں سکتے۔" (۱)

(ابن قیمؒ) جس چیز میں نبی کریم ﷺ نے یہود کو جھوٹا قرار دیا وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ عزل کی صورت میں حمل کا تصور ہی نہیں...... عزل حمل کو نہیں روک سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہیں اور اگر اس کا ارادہ ہی تخلیق کا نہ ہو تو فی الحقیقت وہ زندہ درگور کرنا ہی نہیں۔ حدیثِ جذامہ میں بھی اسے خفیہ زندہ در گور اسی لیے کہا گیا ہے کہ مرد حمل سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عزل کرتا ہے۔ اسی بنا پر اس کے ارادے اور قصد کو زندہ در گور کی جگہ نافذ کیا ہے لیکن ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ زندہ درگور تو براہِ راست ایک ظاہر عمل ہے اور اس میں قصد و فعل دونوں جمع ہوتے ہیں مگر عزل کا تعلق صرف قصد و ارادے سے ہے۔ اس وجہ سے اسے "وأد خفی" کہا گیا ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) یہ جمع قوی ہے۔ (۳)

(ابن حزمؒ) عزل کرنا حرام ہے۔ (٤)

امام ابن عبد البرؒ نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ دعویٰ اس بنا پر درست نہیں کیونکہ شافعیہ کے ہاں مطلقاً عزل کا جواز معروف ہے۔ (٥)

حمل اور دودھ پلانے کی مدت کے دوران ہم بستری کرنا جائز ہے

حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ﴾

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۰۳) کتاب النکاح : باب ما جآء فی العزل ' ابو داود (۲۱۷۱) أحمد (۱۵۱/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۸٦/٤)]

(٤) [المحلی (۷۰/۱۰-۷۱)]

(٥) [فتح الباری (۳۸۵/۱۰)]

”میں نے غیلہ (دودھ پلانے کی مدت کے دوران ہم بستری کرنے) سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن جلد ہی میری نظر روم و فارس پر پڑی جو غیلہ کرتے ہیں اور یہ غیلہ ان کی اولاد کو کچھ بھی نقصان نہیں دیتا (اس لیے میں اس سے منع کرنے سے رُک گیا)۔“ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) دورانِ حمل ولادت تک شوہر کے لیے اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا جائز ہے' ایسا کرنے میں اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اصل میں یہ عمل اس کے لیے حلال ہے۔(۲)

ایک دوسرے فتوے میں یوں ہے کہ

حاملہ عورت سے جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس سے حمل کو کوئی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔(۳)

(شیخ عثیمین) انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی حاملہ بیوی سے جب چاہے ہم بستری کرے' ہاں اگر ہم بستری کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچتی ہو تو پھر اس پر حرام ہے کہ کوئی بھی ایسا کام کرے جس سے بیوی کو تکلیف ہو اور اگر (ہم بستری سے) اسے تکلیف نہ پہنچتی ہو بلکہ محض کچھ مشقت محسوس ہوتی ہو تو بھی زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس سے ہم بستری نہ کی جائے کیونکہ ہر اس کام سے اجتناب کرنا جو عورت کے لیے باعث مشقت ہو حسن معاشرت کا حصہ ہے۔(٤)

رمضان کی راتوں میں مباشرت جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا (یعنی ہم بستری کرنا) تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔“

دورانِ حیض و نفاس ہم بستری کرنا ممنوع ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [مسلم (۱٤٤۲) کتاب النکاح : باب جواز الغیلة وھی وطء المرضع وکراھة العزل ' ابو داود (۳۸۸۲) کتاب الطب : باب فی الغیل ' ترمذی (۲۰۷۷) کتاب الطب : باب ما جاء فی الغیلة ' ابن ماجة (۲۰۱۱) کتاب النکاح : باب الغیل ' موطا (۶۰۷/۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۸۱/۱۹)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳۵۳/۱۹)]

(٤) [فتاوی منار الاسلام (۵۵۱/۲)]

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ [البقرة:۲۲۲]

"لوگ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ' ہاں جب وہ (غسل کر کے) پاکیزگی حاصل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس جاؤ۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾

"جس نے حائضہ عورت سے مباشرت و ہم بستری کی یا کسی عورت کی پشت میں دخول کیا یا کاہن کے پاس آیا (اور اس کی تصدیق کی) تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ تعلیمات کا کفر کر دیا۔"(۱)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حائضہ عورت کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ ﴾

"نکاح (یعنی جماع) کے علاوہ (حائضہ عورت سے) سب کچھ کرو۔"(۲)

(شوکانیؒ) اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت سے ہم بستری و جماع کرنا حرام ہے۔(۳)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) دورانِ حیض شوہر کے لیے بیوی سے ہم بستری حرام ہے۔(٥)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۱٦) کتاب الطهارة : باب ما جآء فی کراهية إتيان الحائض' ترمذی (۱۳٥) أحمد (٤٠٨/٢) أبو داود (۳۹۰٤) کتاب الطب : باب فی الکاهن ' ابن ماجة (٦۳۹) کتاب الطهارة وسننها : باب النهي عن اتيان الحائض ' دارمی (۲٥۹/۱)]

(۲) [مسلم (۳۰۲) کتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله ' أحمد (۱۳۲/۳) دارمی (۲٤٥/۱) أبو داود (۲٥۸) ترمذی (۲۹۷۷) نسائی (۱۸۷/۱) ابن ماجة (٦٤٤) بيهقی (۳۱۳/۱) ابن حبان (۱۳٥۲) أبو عوانة (۳۱۱/۱)]

(۳) [نيل الأوطار (٤٠٤/١)]

(٤) [فتاوى المرأة المسلمة (۲۸۰/۱)]

(٥) [الملخص الفقهی (۲۹۱/۲)]

دورانِ حیض ونفاس ہم بستری کرنے کا کفارہ

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے:

﴿ يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ ﴾

''وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ فَدِينَارٌ وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ ﴾

''اگر ایام ماہواری کی ابتدا میں ہم بستری کرے تو دینار اور اگر خون کے انقطاع پر جماع و ہم بستری کرے تو آدھا دینار (صدقہ کرے گا)۔''(۲)

(3) ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ إِذَا كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فَدِينَارٌ وَإِذَا كَانَ دَمًا أَصْفَرَ فَنِصْفُ دِينَارٍ ﴾

''اگر (جماع کے وقت) سرخ خون آرہا ہو تو دینار اور اگر زرد ہو تو آدھا دینار (صدقہ کرے گا)۔''(۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سے جماع کرنے والے شخص پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' امام حسن بصری' حضرت سعید بن جبیر' امام قتادہ' امام اوزاعی' امام اسحاق' امام احمد سے دوسری روایت میں اور امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین کے قدیم قول کے مطابق یہی مؤقف راجح ہے۔ البتہ انہوں نے کفارے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

(حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ) ایسا شخص ایک غلام آزاد کرے گا۔

(جمہور) دینار یا نصف دینار صدقہ دے گا۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ صرف توبہ واستغفار ہی واجب ہے۔ ان کے نزدیک کفارہ کی احادیث مضطرب و ناقابل حجت ہیں۔ امام عطاء بن ابی ملیکہ' امام شعبی' امام نخعی' امام مکحول' امام ابو الزناد' امام ربیعہ'

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۳۷) كتاب الطهارة : باب إتيان الحائض' أبو داود (۲٦٤) أحمد (۲۲۹/۱) دارمی (۲٥٤/۱)]

(۲) [**صحيح موقوف** : صحيح أبو داود (۲۳۸) كتاب الطهارة : باب إتيان الحائض' أبو داود (۲٦٥)]

(۳) [**صحيح موقوف** : صحيح ترمذی (۱۱۸) كتاب الطهارة : باب ما جاء في الكفارة في إتيان الحائض' ترمذی (۱۳۷)]

امام حماد بن ابی سلیمان‘ امام ابن مبارک‘ امام ایوب سختیانی‘ امام سفیان ثوری‘ امام لیث بن سعد‘ امام شافعی سے جو زیادہ صحیح روایت ہے اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت میں یہی مذہب منقول ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ”دینار یا نصف دینار صدقہ“ والی روایت کے متعلق رقمطراز ہیں کہ بے شک آپ کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ پہلی روایت قابل حجت ہے لہٰذا اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے (یعنی یہ بھی دینار یا نصف دینار صدقہ کفارہ ادا کرنے کے ہی قائل ہیں)۔(۲)

(نوویؒ) اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حائضہ عورت سے جماع وہم بستری حلال ہے تو وہ کافر و مرتد ہو جائے گا‘ اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتے ہوئے بھول کر‘ یا حرمت‘ یا حیض کا علم نہ ہونے کی وجہ سے جماع کرے تو اس پر کوئی گناہ اور کفارہ نہیں ہے‘ اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر‘ حیض اور حرمت کا علم ہونے کے باوجود ایسا کرے تو اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لیے ایسے شخص پر اس گناہ سے توبہ کرنا ہی واجب ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں۔(٤)

(شیخ عثیمینؒ) توبہ کے ساتھ دینار یا نصف دینار‘ جو بھی وہ شخص اختیار کرے‘ کفارہ ادا کرے گا۔(٥)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی) دینار یا نصف دینار کفارہ ادا کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔(٦)

(راجح) یقیناً کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ ایک لازمی امر ہے لیکن یہاں توبہ کی صورت یہی ہے کہ استغفار کے ساتھ دینار یا نصف دینار جسے بھی وہ شخص پسند کرے صدقہ کر دے جیسا کہ نبی ﷺ سے صرف اتنا ہی ثابت ہے تاہم دینار یا نصف دینار صدقہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایات کو مدنظر رکھنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔

دورانِ حیض بیوی سے شوہر کے لیے جو کچھ مباح ہے

دورانِ حیض شوہر شرمگاہ میں ہم بستری کے علاوہ اپنی بیوی کے سارے جسم سے جو چاہے فائدہ اٹھا سکتا

---

(۱) [نیل الأوطار (۱/٤٠٨) تحفة الأحوذی (۱/٤٤٤) معالم السنن (۱/۸۳۔۸٤) المغنی (۱/٤١٦۔٤١٧)]

(۲) [نیل الأوطار (۱/٤٠٨)]

(۳) [فقه السنة (۱/۷۷)]

(٤) [أیضا]

(٥) [فتاوی المرأة المسلمة (۱/۲۸۰)]

(٦) [فتاوی المرأة المسلمة (۱/۲۷۹)]

ہے۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ ﴾ "(حائضہ عورت سے) جماع کے علاوہ سب کچھ کرو۔"(۱)

(2) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری بیوی جب حائضہ ہو تو میرے لیے اس سے کیا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ ﴾ "تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال ہے جو تہبند کے اوپر ہے۔"(۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا ﴾

"جب ہم میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور رسول اللہ ﷺ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اسے تہبند باندھنے کا حکم دیتے' اور اس وقت حیض زور پر ہوتا' پھر آپ ﷺ اس سے مباشرت کرتے۔"(۳)

(ابن قدامہ) آدمی شرمگاہ کے علاوہ حائضہ عورت سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔(٤)

(شیخ حسین بن عودہ) شرمگاہ کے علاوہ حائضہ سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔(٥)

(شیخ ابن عثیمین) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) شوہر کے لیے یہ جائز ہے کہ جماع کے سوا اپنی حائضہ بیوی کے جسم سے جو چاہے فائدہ اٹھائے' ہاں اسے چاہیے کہ بیوی کے تہبند باندھنے کے بعد ایسا کرے۔(۷)

---

(۱) [مسلم (۳۰۲) كتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله ' أحمد (۱۳۲/۳) دارمی (۲۴۵/۱) أبو داود (۲۵۸) ترمذی (۲۹۷۷) نسائی (۱۸۷/۱) ابن ماجة (٦٤٤) بیهقی (۳۱۳/۱) ابن حبان (۱۳۵۲) أبو عوانة (۳۱۱/۱) أبو يعلى (۳۵۳۳) أبو داود طيالسی (۲۰۵۲)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۹۷) كتاب الطهارة : باب في المذى ' أبو داود (۲۱۲)]

(۳) [بخاری (۳۰۲) كتاب الحيض : باب مباشرة الحائض ' أحمد (۱۷۳/٦) دارمی (۲٤۲/۱) مسلم (۲۹۳) أبو داود (۲٦۸) ترمذی (۱۳۲) ابن ماجة (٦۳٥) ابن الجارود (۱۰٦) أبوداود طيالسی (۲۳۷) الإحسان لابن حبان (٤٦۷/۲) بیهقی (۳۱۰/۱) شرح السنة (٤۱۱/۱)]

(٤) [المغنی (۳٥۰/۱)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۷۳/۱)]

(٦) [فتاوى منار الإسلام (۱۱۳/۱)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۷٤/۱۹)]

حیض منقطع ہونے کے بعد غسل سے پہلے ہم بستری کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾ [البقرة : ۲۲۲]

"حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ پس جب وہ پاک ہو جائیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس جاؤ۔"

اس آیت میں حائضہ عورت سے مباشرت کے لیے دو مرتبہ طہارت کا ذکر ہے یعنی ﴿ حتی یطھرن ﴾ اور ﴿ فإذا تطھرن ﴾ پہلی طہارت سے مراد تو بالاتفاق انقطاع حیض ہی ہے لیکن دوسری طہارت میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل ہے یا مجرد انقطاع حیض۔

(ابن عباسؓ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ﴿ حتی یطھرن ﴾ "یعنی وہ خون سے پاک ہو جائیں۔" ﴿ فإذا تطھرن ﴾ "یعنی وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں۔" (۱)

(ابن کثیرؒ) علماء نے اس بات پر اتفاقِ رائے کا اظہار کیا ہے کہ عورت سے جب حیض کا خون ختم ہو جائے تو وہ پانی کے ساتھ غسل کرنے تک 'یا با مر مجبوری تیمم کرنے تک' حلال نہیں ہوتی۔ (۲)

(جمہور، مالکؒ) شوہر کے لیے حائضہ عورت سے اس وقت تک مباشرت جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ پانی کے ساتھ طہارت نہ حاصل کر لے۔ (۳)

(مجاہدؒ، عکرمہؒ) مجرد انقطاعِ خون ہی عورت کو اس کے خاوند کے لیے حلال کر دیتا ہے' لیکن وہ وضو کرے گی۔ (٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ " تطھرن " کا راجح معنی غسل ہی ہے نیز جب اباحت و تحریم دونوں کا احتمال ہو تو تحریم کو ہی مقدم کیا جاتا ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) حائضہ اور نفاس والی عورت سے ہم بستری اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ دونوں خون کے انقطاع کے بعد غسل نہ کر لیں۔ (٥)

---

(۱) [تیسیر العلی القدیر (۱/۱۸۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر۔ بتحقیق عبدالرزاق مهدی (۱/۵۲۲)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (۱/۲۲٦)]

(٤) [أیضا]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۹/۲۷۹)]

مباشرت کے راز افشاں کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا﴾

"بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام و مرتبے کے لحاظ سے سب سے بدترین شخص وہ ہو گا جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر وہ شخص اس عورت (یعنی اپنی بیوی) کا راز (لوگوں میں از راہِ تفنن یا عمداً) پھیلاتا ہے۔" (۱)

معلوم ہوا کہ مباشرت کے وقت ہونے والے حالات و واقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے بلکہ خلاف مروّۃ فعل ہے لہٰذا اس سے خاموشی ہی بہتر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔" (۲)

(شیخ صالح بن فوزان) دورانِ جماع پیش آنے والی کیفیت کی خبر دینا میاں بیوی دونوں پر حرام ہے۔ (۳)

---

(۱) [مسلم (۱٤۳۷) کتاب النکاح : باب تحریم إفشاء سر المرأة ' ابو داود (٤۸۷۰) کتاب الأدب : باب فی نقل الحدیث ' أحمد (۶۹/۳)]

(۲) [بخاری (۶۰۱۹) کتاب الأدب : باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ ' مسلم (٤۸) کتاب الایمان : باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت]

(۳) [الملخص الفقهی (۲۹۳/۲)]

باب الولیمة ولیمہ کا بیان

ولیمہ کا مفہوم

لفظِ ولیمہ "ولم" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے "جمع ہونا' اکٹھے ہونا۔" چونکہ شادی کے ذریعے میاں بیوی اکٹھے ہوتے ہیں اس لیے اس موقع پر تیار کیے جانے والے کھانے کو "ولیمہ" کہتے ہیں۔

(ازہریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن اثیرؒ) ولیمہ سے مراد وہ کھانا ہے جو شادی کے موقع پر تیار کیا جاتا ہے۔(۲)

(خلیلؒ، ثعلبؒ) ان حضرات سے بھی یہی قول منقول ہے۔(۳)

(صاحبِ قاموس) ولیمہ 'شادی کے کھانے کو کہتے ہیں۔ نیز اس سے ہر وہ کھانا بھی مراد لیا جاتا ہے جو کسی بھی دعوت کے لیے تیار کیا جائے۔(٤)

ولیمہ کا شرعی حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ كَمْ أَصْدَقْتَهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَعَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ نَزَلَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ فَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ أُقَاسِمُكَ مَالِي وَأَنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ فَتَزَوَّجَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ"﴾

"نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' جبکہ انہوں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی تھی' کہ مہر کتنا دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔ حمیدؒ سے

---

(۱) [کما فی نیل الأوطار (٢٥٩/٤)]

(۲) [النهاية لابن الأثير (٨٨٠/٢)]

(۳) [کما فی نیل الأوطار (٢٥٩/٤)]

(٤) [ترتيب القاموس (ولم)]

روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ) مدینہ ہجرت کر کے آئے تو مہاجرین نے انصار کے ہاں قیام کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں آپ کو اپنا مال تقسیم کر دوں گا اور اپنی دو بیویوں میں ایک کو آپ کے لیے چھوڑ دوں گا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ آپ کے اہل و عیال اور مال میں برکت دے۔ پھر وہ بازار نکل گئے اور وہاں تجارت شروع کی اور پنیر اور گھی بطورِ نفع کمایا۔ اس کے بعد شادی کر لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "دعوت ولیمہ کا اہتمام کرو خواہ ایک بکری ہی ہو۔"(۱)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرنا واجب ہے۔ اس مؤقف کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے تمام میں ولیمہ کیا۔ نیز عہد رسالت میں کوئی بھی ایسا نکاح معروف نہیں جس میں ولیمہ نہ کیا گیا ہو۔ اس لیے ولیمہ کا اہتمام کرنا ہی اولیٰ و افضل ہے۔

(ابن حجرؒ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے۔ بعض اہل علم اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی" سے استدلال کیا گیا ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے کیونکہ حکم میں اصل وجوب ہی ہے۔(۳)

البتہ فقہا نے ولیمہ کے حکم میں اختلاف کیا ہے:

(مالکؒ) امام قرطبیؒ کے قول کے مطابق امام مالکؒ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے۔

(اہل ظاہر) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن حزمؒ) ہر شادی کرنے والے پر ولیمہ کرنا واجب ہے خواہ کم مال کے ساتھ کرے یا زیادہ کے ساتھ۔

(شافعیؒ) ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک ولیمہ واجب ہے۔

---

(۱) [بخاری (٥١٦٧) كتاب النكاح : باب الوليمة ولو بشاة ' مسلم (١٤٢٧) كتاب النكاح : باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد ' ابو داود (٢١٠٩) كتاب النكاح : باب قلة المهر ' ترمذی (١٠٩٤) كتاب النكاح : باب ما جاء فى الوليمة ' ابن ماجة (١٩٠٧) كتاب النكاح : باب الوليمة ' نسائی (١١٩/٦) موطا (٥٤٥/٢)]

(۲) [فتح الباری (١٣٨/٩)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٢٢٤/٤)]

(احمدؒ) ان کی طرف بھی یہی قول منسوب ہے۔

(ابن قدامہؒ) ہمارے نزدیک ولیمہ عام دعوتوں کی طرح ایک دعوت ہے۔ نیز اکثر اہل علم کے نزدیک دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرنا سنت ہے فرض نہیں۔

(ابن بطالؒ) میرے علم میں نہیں کہ کسی نے اسے واجب کہا ہو اور حدیث میں موجود ولیمہ کے حکم کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

(سید سابقؒ) جمہور علماء کا کہنا ہے کہ ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) ولیمہ کرنا مسنون ہے' شرعی طور پر اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔(۲)

(شیخ صالح بن فوزان) شادی کا ولیمہ اہل علم کے اتفاق کے ساتھ مسنون ہے اور اس میں اسراف جائز نہیں۔(۳)

(**راجح**) ولیمہ کے وجوب کا قول ہی راجح ہے جیسا کہ ابتدا میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

ولیمہ کا وقت اور ایام

ولیمہ کا مستحب وقت وہ ہے جب میاں بیوی ہم بستری کر چکے ہوں کیونکہ ولیمہ کا معنی و مفہوم ہی یہ ہے کہ جمع ہونا اور اکٹھے ہونا۔ اس لیے جب میاں بیوی شبِ عروسی میں اکٹھے ہو جائیں تو اگلے روز ولیمہ کر دینا چاہیے۔ مزید اس بات کی تائید صحیح بخاری کی اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

﴿فَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِينَ أُنْزِلَ وَكَانَ أَوَّلَ مَا أُنْزِلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ "أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا فَدَعَا الْقَوْمَ" فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوا﴾

"پردہ کے (حکم کے) متعلق میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں کہ کب نازل ہوا۔ سب سے پہلے یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا جب آپ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد انہیں گھر لائے تھے۔ آپ ﷺ نے شبِ عروسی کی صبح کی تو لوگوں کو دعوت (ولیمہ) دی۔ لوگوں نے کھانا کھایا

---

(۱) [نیل الأوطار (۲۶۰/٤) المحلی بالآثار (۲۰/۹) المغنی لابن قدامة (۱۹۳/۱۰) فتح الباری (۱۳۸/۹) فقه السنة (۲۵۷/۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۱/۱۹)]

(۳) [الملخص الفقهی (۲۸۷/۲)]

اور چلے گئے۔" (۱)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

علاوہ ازیں یہ یاد رہے کہ دعوتِ ولیمہ ایک سے زیادہ دن بھی کی جا سکتی ہے۔ایک مرتبہ تو واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص مال و دولت کی فراوانی کے باعث محض خوشی کے اظہار کے لیے لوگوں کو ایک سے زیادہ مرتبہ اور مختلف مقامات پر دعوتِ ولیمہ اہتمام کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اس ضمن میں امام بخاریؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

﴿ بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ وَلَمْ يُوَقِّتُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ ﴾

"باب' ولیمہ کی دعوت کرنا اور ہر ایک دعوت کو قبول کرنا حق ہے اور جس نے سات دن تک دعوتِ ولیمہ کو جاری رکھا اور نبی کریم ﷺ نے اسے صرف ایک یا دو دن تک متعین نہیں فرمایا۔" (۳)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

ولیمہ میں کیا پکایا جائے؟

ولیمہ میں کھانے کا اہتمام حسبِ توفیق کرنا چاہیے۔اگر کسی کے لیے یہ میسر ہو کہ وہ گوشت کے ساتھ ولیمہ کرے تو اسے گوشت کے ساتھ ولیمہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ

﴿ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ﴾

"ولیمہ کر خواہ ایک بکری کے ساتھ۔" (٥)

---

(۱) [بخاری (٥١٦٦) کتاب النکاح : باب الولیمة حق ' مسلم (١٤٢٨) کتاب النکاح : باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات ولیمة العرس ' ابو داود (٣٧٤٣) کتاب الأطعمة : باب فی استحباب الولیمة عند النکاح ' ترمذی (٣٢١٨) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الأحزاب ' ابن ماجه (١٩٠٨) کتاب النکاح : باب الولیمة ' نسائی (٣٢٥١)]

(۲) [نیل الأوطار (٢٦٠/٤)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ٥١٧٣)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (١٩٤/١٠)]

(٥) [بخاری (٥١٦٧) کتاب النکاح : باب الولیمة ولو بشاة]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ أَوْلَمَ بِشَاةٍ﴾
"نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی پر اس قدر ولیمہ نہیں کیا جو زینب رضی اللہ عنہا پر کیا۔ (اس میں) آپ ﷺ نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا۔"(۱)

لیکن اگر کوئی اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ گوشت کے ساتھ ولیمہ کر سکے تو اسے بے جا تکلفات میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ حسبِ توفیق کسی عام کھانے یا مٹھائی یا شربت وغیرہ کے ساتھ ہی ولیمہ کی دعوت کا اہتمام کر لینا چاہیے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِسَوِيقٍ وَتَمْرٍ﴾
"نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا۔"(۲)

(2) ایک روایت میں ہے کہ

﴿أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ﴾
نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد (تقریباً سوا سیر) جو کے ساتھ کیا۔"(۳)

(قاضی عیاضؒ) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ میں کمی بیشی کی کوئی قید نہیں بلکہ حسب ضرورت اور حسبِ توفیق ولیمے کا کھانا پکایا جا سکتا ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔(٤)

□ واضح رہے کہ اگر کوئی دولہا اس قدر غریب ہو کہ معمولی چیز کے ساتھ بھی ولیمہ نہ کر سکتا ہو تو اس کا تعاون کیا جائے۔ ایک حدیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک

---

(۱) [بخاری (٥١٦٨) کتاب النكاح : باب الوليمة ولو بشاة ' مسلم (١٤٢٨) کتاب النكاح : باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات وليمة العرس ' ابو داود (٣٧٤٣) كتاب الأطعمة : باب في استحباب الوليمة عند النكاح ' ترمذی (٣٢١٨) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الأحزاب ' ابن ماجه (١٩٠٨) كتاب النكاح : باب الوليمة ' نسائی (٣٢٥١)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی (٨٧٥) كتاب النكاح : باب الوليمة ' ترمذی (١٠٩٥) ابو داود (٣٧٤٤) كتاب الأطعمة : باب في استحباب الوليمة عند النكاح ' ابن ماجة (١٩٠٩) كتاب النكاح : باب الوليمة ' أبو يعلى (٣٥٥٩) ابن حبان (٤٠٦١) بيهقي (٢٦٠/٧)]

(۳) [بخاری (٥١٧٢) كتاب النكاح : باب من أولم بأقل من شاة]

(٤) [نيل الأوطار (٢٦٠/٤)]

طویل روایت میں ہے کہ جنگِ خیبر سے واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے دولہا بنے تو شبِ عروسی کی صبح کو آپ ﷺ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿"مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ" وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ قَالَ فَحَاسُوا حَيْسًا "فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللَّهِ"﴾

"جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔ آپ ﷺ نے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے، بعض گھی۔ عبد العزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوہ بنالیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔" (۱)

(نوویؒ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دولہا کے ساتھیوں اور اس کے پڑوسیوں کے لیے اس کے ولیمہ کی دعوت کے لیے اپنے گھر کے کھانے سے اس کا تعاون کرنا مستحب ہے۔ (۲)

ولیمہ میں کیسے افراد کو دعوت دی جائے؟

امیر اور غریب ہر طرح کے افراد کو دعوتِ ولیمہ میں شریک کیا جائے۔ ایسا کرنا جائز نہیں کہ صرف امیر لوگوں کو بلالیا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ البتہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کا کھانا صرف نیک اور صالح لوگ ہی کھائیں۔ جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

﴿ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ ﴾

"ولیمہ کا وہ کھانا بدترین کھانا ہے جس میں صرف مالداروں کو اس کی طرف دعوت دی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۳۷۱) کتاب الصلاۃ : باب ما یذکر فی الفخذ ، مسلم (۱۳۶۵) کتاب النکاح : باب فضیلة اعتاقه أمته ثم يتزوجها ، ابو داود (۲۰۵۴) ترمذی (۱۱۱۵) نسائی (۳۳۴۲) ابن ماجه (۱۹۵۷)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳۳۷/۵)]

(۳) [بخاری (۵۱۷۷) کتاب النکاح : باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله ، مسلم (۱۴۳۲) کتاب النکاح : باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة ، ابو داود (۳۷۴۲) کتاب الأطعمة : باب ما جاء فی اجابة الدعوة ، ابن ماجه (۱۹۱۳) کتاب النکاح : باب اجابة الداعی ، دارمی (۱۰۵/۲) مؤطا (۵۴۶/۲) سعید بن منصور (۵۲۴)]

(2) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا﴾

”بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس میں آنے کے خواہش مندوں (غریبوں اور محتاجوں) کو روک دیا جاتا ہے اور کھانے سے انکار کرنے والوں (مالداروں) کو بلا لیا جاتا ہے۔“(۱)

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ﴾

”صرف مومن کو دوست بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔“(۲)

(سعودی مجلس افتاء) اقارب اور دیگر احباب میں سے فقراء اور اغنیاء (ہر طرح کے لوگوں) کو دعوتِ ولیمہ میں شریک کیا جائے۔(۳)

دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا﴾

”جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ اس میں شرکت کرے۔“

(2) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ﴾

”جب تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے تو وہ (اسے) قبول کرے۔“(٤)

---

(۱) [مسلم (۱٤۳۲) کتاب النکاح : باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة]

(۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۷۳٤۱) صحیح الترغیب (۳۰۳٦) ابو داود (٤۸۳۲) کتاب الأدب : باب من یؤمر أن یجالس ' ترمذی (۲۳۹۵) کتاب الزهد : باب ما جاء فی صحبة المؤمن]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۳/۱۹)]

(٤) [بخاری (۵۱۷۳) کتاب النکاح : باب حق إجابة الوليمة والدعوة ' مسلم (۱٤۲۹) کتاب النکاح : باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة ' ابو داود (۳۷۳٦) کتاب الأطعمة : باب ما جاء فی اجابة الدعوة ' ترمذی (۱۰۹۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اجابة الداعی ' ابن ماجه (۱۹۱٤) کتاب النکاح : باب اجابة الداعی ' نسائی فی السنن الکبری (٦٦۰۸/٤) دارمی (۲۰۸۲) ابن حبان (۵۲۸۹) شرح السنة للبغوی (۲۳۱٤) بیهقی (۲٦۲/۷)]

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

﴿وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَيَأْتِيهَا وَهُوَ صَائِمٌ﴾

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دعوت میں لازماً شریک ہوا کرتے تھے خواہ وہ دعوت شادی (کے ولیمہ) کی ہوتی یا شادی کے علاوہ کوئی اور۔ نیز آپ اگر روزہ دار ہوتے تب بھی دعوت میں شریک ہوتے۔“ (۱)

(جمہور شافعیہ، حنابلہ) دعوتِ ولیمہ قبول کرنا فرض عین ہے۔

(مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔

نیز بعض شافعیہ اور حنابلہ اسے فرض کفایہ اور بعض مستحب بھی قرار دیتے ہیں۔ (۲)

(شوکانیؒ) علماء کے اقوال میں سے مشہور یہی ہے کہ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے ......اور ظاہر وجوب ہی ہے۔ (۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) جسے ولیمہ کی دعوت دی جائے اس پر اسے قبول کرنا واجب ہے۔

(ابن عبدالبرؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جسے ولیمہ کی دعوت ملے اس پر واجب ہے کہ اسے قبول کرے بشرطیکہ وہاں کوئی لہو (یعنی غیر شرعی) کام نہ ہو۔ (٥)

(نوویؒ) ہمارے مذہب میں صحیح بات یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے البتہ یہ فرضیت بعض (شرعی) عذروں کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے۔

(قاضی عیاضؒ) انہوں نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ شادی کے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ (٦)

تاہم اتنی رخصت ضرور ہے کہ کھانا چھوڑا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ﴾

---

(۱) [مسلم (۱٤۲۹) كتاب النكاح : باب الأمر باجابة الداعي الى دعوة]

(۲) [كما في نيل الأوطار (٤/٢٦٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٤/٢٦٤)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٤/٢٣١)]

(٥) [المغني لابن قدامة (١٠/١٩٣)]

(٦) [شرح مسلم للنووي (٥/٣٤٥)]

”جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے ضرور قبول کرے (یعنی پہنچنے کی کوشش کرے) لیکن اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ (۱)

(نوویؒ) ہمارے مذہب میں صحیح بات یہ ہے کہ شادی یا کسی اور دعوت میں (شریک ہو کر) کھانا واجب نہیں۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کی دعوت قبول کرنا واجب ہے جب دعوت دینے والے نے اسے خاص کیا ہو' بشرطیکہ دعوت دینے والے میں' جسے دعوت دی گئی ہے اس میں اور دعوتِ ولیمہ کے مقام میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ (۳)

- حافظ ابن حجرؒ نے دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کے وجوب کی درج ذیل شرائط ذکر فرمائی ہیں:
  - داعی مکلف' آزاد اور سمجھدار ہو۔
  - فقراء کو چھوڑ کر خاص اغنیاء کو دعوت نہ دی گئی ہو۔
  - کسی شخص کے خوف یا لالچ سے (دعوت نہ دی ہو' اسی طرح) کوئی اظہارِ محبت مقصود نہ ہو۔
  - زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ دعوت دینے والا مسلمان ہو۔
  - مشہور قول کے مطابق ولیمہ پہلے دن کے ساتھ خاص ہو۔
  - اس سے پہلے کسی اور نے دعوت نہ دی ہو' (کیونکہ) اگر پہلے کسی نے دعوت دی ہے تو دوسرے کی بجائے پہلے کی دعوت قبول کرنا واجب ہوگا۔
  - وہاں کوئی منکر و برا کام نہ (ہو رہا) ہو جس کی وجہ سے انسان وہاں حاضر ہو کر تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔
  - اسے کوئی عذر نہ ہو۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ جسے کوئی عذر ہو یا راستہ دور ہو جس کی وجہ سے مشقت لاحق ہو تو پیچھے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (٤)

---

(۱) [مسلم (۱٤۳۰) کتاب النکاح : باب الأمر باجابة الداعي الى دعوة ' ابو داود (۳۷٤۰) کتاب الأطعمة : باب ما جاء في اجابة الدعوة ' ابن ماجة (۱۷۵۱) کتاب الصيام : باب من دعى الى طعام وهو صائم ' أحمد (۳۹۲/۳) مشكل الآثار (۱٤۸/٤) ابن حبان (۵۳۰۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳٤۷/۵)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۰۲/۱۹)]

(٤) [فتح الباری (۱۰۰/۹) مزید دیکھئے: تحفة الأحوذی (۲۳۱/٤) فقه السنة (۲۵۸/۲)]

دعوتِ نکاح میں عورتوں اور بچوں کی شرکت جائز ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿قَالَ أَبْصَرَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ﴾

”نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ خوشی کے مارے جلدی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا' اے اللہ! (تو گواہ رہنا) تم لوگ سب لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب ہو۔“(۱)

علامہ قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ کسی قسم کے فتنے کا ڈر نہ ہو تو بخوشی عورتیں اور بچے جا سکتے ہیں لیکن عورتوں کو دعوت میں جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بغیر اجازت جانا ٹھیک نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ شوہر ناراض ہو جائے۔(۲)

اگر دو جگہ سے دعوت آجائے تو کس کی دعوت قبول کی جائے؟

(1) حمید بن عبدالرحمٰن حمیری نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا فَإِنَّ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبُهُمَا جِوَارًا وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ﴾

”جب وہ دعوت دینے والے اکٹھے ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کرو جو دونوں میں سے دروازے کے لحاظ سے قریب ہے' بلاشبہ دونوں میں سے دروازے کے لحاظ سے قریب وہ ہے جو پڑوس میں قریب ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک پہلے آیا ہو تو جو پہلے آیا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔“(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا﴾

”میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ

---

(۱) [بخاری (۵۱۸۰) کتاب النکاح : باب ذهاب النساء والصبيان الى العرس]

(۲) [کما فی شرح بخاری ' از مولانا داود راز (تحت الحدیث / ۵۱۸۰)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود ' ابو داود (۳۷۵۶) کتاب الأطعمة : باب اذا اجتمع داعیان أیهما أقرب ' احمد (۴۰۸/۵) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (۳۹۷/۳)]

دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ان دونوں میں سے جو دروازے کے لحاظ سے تیرے قریب ہے۔" (۱)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے مذکورہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو پہلی حدیث کے لیے شاہد بنایا ہے۔ وہ اس طرح کہ زیادہ قریبی کو ہدیہ دینے میں ترجیح دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دور والے سے احسان کا زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا جب ایک وقت میں اکٹھے دو افراد دعوت لے کر آن پہنچیں تو اسی (اقرب) کی دعوت قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی پہلے آیا ہو تو وہ دوسرے سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی دعوت قبول کی جائے خواہ پہلے آنے والا اقرب ہو یا ابعد۔ قرب اگرچہ ترجیح کا ایک سبب ہے مگر اس کا اعتبار صرف اسی صورت میں کیا جائے گا کہ کوئی پہلے نہ آیا ہو اور اگر کوئی پہلے دعوت لے کر آیا ہو تو پھر قرب کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز اگر گھر کے قریب اور دور ہونے میں دونوں برابر ہوں اور دعوت بھی دونوں اکٹھے لے کر آجائیں تو پھر امام یحییٰ کا کہنا ہے کہ ان دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں ترجیح ان وجوہات کی بنا پر بھی دی جا سکتی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک رشتہ دار ہو یا اہل علم میں سے ہو یا متقی و پرہیزگار ہو یا نبی کریم ﷺ کا قریبی ہو وغیرہ۔ (۲)

بلاوجہ دعوتِ ولیمہ قبول نہ کرنا معصیت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ

﴿وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﷺ﴾

"جس نے دعوت کو ٹھکرا دیا یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔" (۳)

جن صورتوں میں دعوتِ ولیمہ قبول نہیں کرنی چاہیے

چند صورتیں حسب ذیل ہیں:

❁ ولیمہ کی دعوت حرام کمائی یا حرام اشیاء پر مشتمل ہو:

(1) صحیح مسلم کی ایک حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۶۰۲۰) کتاب الأدب : باب حق الجوار فی قرب الأبواب ' احمد (۱۷۵/۶)]

(۲) [نیل الأوطار (۲٦٥/٤)]

(۳) [بخاری (۵۱۷۷) کتاب النکاح : باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله ' مسلم (۱٤۳۲) کتاب النکاح : باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة ' ابو داود (۳۷٤۲) کتاب الأطعمة : باب ما جاء فی اجابة الدعوة ' ابن ماجه (۱۹۱۳) کتاب النکاح : باب اجابة الداعی]

”جو شخص حرام کھاتا ہے‘ حرام پیتا ہے‘ حرام کا لباس پہنتا ہے‘ اسے اشیائے حرام کے ساتھ غذا دی جاتی ہے‘ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔“(۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا بِالْخَمْرِ﴾

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر مت بیٹھے جس پر شراب پیش کی جاتی ہے۔“(۲)

✿ ولیمہ کی دعوت میں منکرات یعنی گانا بجانا‘ فلم بنانا اور رقص و سرود وغیرہ کا انتظام ہو:

(1) رقص و موسیقی دیکھنے سننے کی ممانعت متعدد احادیث میں موجود ہے۔(۳)

(2) نیز ایسی مجالس میں شرکت سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے جن میں اللہ کی آیتوں کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ [النساء: ۱۴۰]

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے سنو تو اس مجلس میں ان کے ساتھ مت بیٹھو‘ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو‘ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

---

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) كتاب الزكاة : باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها ‘ ترمذی (۲۹۸۹) كتاب التفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة ‘ احمد (۸۳۵۶)]

(۲) [حسن : صحيح ترمذی ‘ ترمذی (۲۸۰۱) كتاب الأدب : باب ما جاء فی دخول الحمام ‘ ابو داود (۳۷۷۴) كتاب الأطعمة : باب ما جاء فی الجلوس على مائدة عليها بعض ما يكره ‘ احمد (۲۰/۱) مستدرك حاكم (۱۲۶/۴) بيهقی (۲۶۶/۷)]

(۳) [صحيح الجامع الصغير (۵۴۶۶) ‘ (۵۴۵۴) المشكاة (۵۳۴۳) صحيح الترغيب (۲۰۶۷) السلسلة الصحيحة (۹۱) غاية المرام (۴۰۲) تحريم آلات الطرب (ص / ۴۵) ابن ماجه (۴۰۲۰) كتاب الفتن : باب العقوبات]

(سعودی مجلس افتاء) اگر شادی کی محفل منکرات مثلاً اختلاطِ مرد وزن یا فحش گیت وغیرہ سے خالی ہو یا اگر یہ تمام اشیاء موجود ہوں اور آپ انہیں بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں تو آپ کے لیے اس خوشی میں شریک ہونا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اور اگر ایسی محفلوں میں منکرات موجود ہوں اور آپ ان کے ازالے کی طاقت بھی نہ رکھتے ہوں تو پھر ان میں شرکت کرنا آپ پر حرام ہے۔(۱)

✿ مقامِ ولیمہ میں جاندار اشیاء کی تصاویر آویزاں کی گئی ہوں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ

﴿أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ فَقُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾

''انہوں نے ایک چھوٹا سا گدا خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ آئے۔میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھ لیے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول سے توبہ کرتی ہوں' میں نے کیا غلطی کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ گدا یہاں کیسے آیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ہی اسے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے تصویر سازی کی ہے اسے زندہ بھی کرو؟ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن گھروں میں تصویریں ہوتی ہیں ان میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔''(۲)

(2) امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿وَرَأَى أَبُو مَسْعُودٍ صُورَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ أَبَا أَيُّوبَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ غَلَبَنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشَى عَلَيْكَ وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ﴾

---

(۱) [ملخصا' فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۹/۱۳۶)]

(۲) [بخاری (۵۱۸۱) کتاب النکاح : باب هل يرجع اذا رأی منكرا فی الدعوة ؟]

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (ولیمے والے) گھر میں ایک تصویر دیکھی تو وہ واپس آگئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی (ابوایوب رضی اللہ عنہ نے) ان کے گھر میں دیوار پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا کہ عورتوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ اس پر ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اور لوگوں کے متعلق تو مجھے اس کا خطرہ تھا لیکن تمہارے متعلق میرا یہ خیال نہیں تھا (کہ تم بھی ایسا کرو گے) اللہ کی قسم! میں تمہارے ہاں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ وہ واپس آگئے۔“(۱)

❑ یاد رہے کہ ایسی محافل و مجالس میں صرف اس صورت میں شرکت جائز و مباح ہے کہ صرف دعوت و تبلیغ اور لوگوں کو ایسے کاموں سے روکنے کے لیے وہاں جایا جائے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو شرکت نہیں کرنی چاہیے۔

نکاح کے موقع پر کھڑے ہو کر کھانے کا حکم

نکاح یا اس کے علاوہ کوئی بھی موقع ہو' کھڑے ہو کر کھانے پینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مطلقاً منع فرمایا ہے۔ لیکن بعض صحیح روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہو کر پانی پیا۔ لہٰذا اہل علم نے ان دونوں طرح کی احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانے پینے سے حتی الوسع اجتناب کی ہی کوشش کرنی چاہیے لیکن اگر کہیں کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کی بھی گنجائش بہر حال موجود ہے اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے ان میں ممانعت حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے۔ قارئین کے مزید فائدے کے لیے آئندہ سطور میں ”ممانعت اور جواز“ دونوں طرح کی احادیث نقل کی جا رہی ہیں۔

✿ جن احادیث میں ممانعت کا ذکر ہے:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ﴾

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے جھڑکا ہے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْنَا فَالْأَكْلُ فَقَالَ ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ ﴾

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ۵۱۸۱)]

''آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا' قتادہؒ نے بیان کیا کہ ہم نے دریافت کیا کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ تو پینے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا﴾

''رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِىءْ﴾

''تم میں سے کوئی ہرگز کھڑے ہو کر مت پیئے اور جو بھول جائے وہ قے کر دے۔''(۳)

✿ جن احادیث میں جواز کا ذکر ہے:

(1) حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ﴾

''عرفہ کے دن ان کے ہاں لوگوں میں نبی کریم ﷺ کے روزہ کی بابت اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا ہے اور بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ سے نہیں ہیں تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ بھجوایا' آپ ﷺ اس وقت اپنے اونٹ پر کھڑے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ پی لیا۔''(٤)

(2) حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ﴾

---

(۱) [مسلم (۲۰۲٤) كتاب الأشربة : باب كراهية الشرب قائما ' ابو داود (۳۷۱۷) كتاب الأشربة : باب فى الشرب قائما ' ترمذى (۱۸۷۹) كتاب الأشربة : باب ما جاء فى النهى عن الشرب قائما ' ابن ماجه (۳٤۲٤) كتاب الأشربة : باب الشرب قائما ' دارمى (۲۱۲۷) أبو يعلى (۲۸٦۷) ابن حبان (۵۳۲۱) طيالسى (۲۰۰۰) بيهقى (۲۸۱/۷)]

(۲) [مسلم (۲۰۲۵) كتاب الأشربة : باب كراهيه الشرب قائما ' تحفة الأشراف (٤٤۳۵)]

(۳) [مسلم (۲۰۲٦) كتاب الأشربة : باب كراهية الشرب قائما ' تحفة الأشراف (۱۵٤۵٤)]

(٤) [بخارى (۱٦٦۱) كتاب الحج : باب الوقوف على الدابة بعرفة]

”رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور (گھر میں) لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے کھڑے کھڑے پانی نوش کیا۔ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں کھڑی ہوئی اور مشکیزے کا منہ کاٹ (کر بطورِ تبرک اپنے پاس رکھ) لیا۔“(۱)

(3) نزال کا بیان ہے کہ

﴿أَتَى عَلِيٌّ عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقَالَ إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ﴾

”باب الرحبہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا تو انہوں نے کھڑے کھڑے پی لیا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو پسند نہیں کرتے' حالانکہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا جیسا کہ تم نے مجھے کرتے دیکھا ہے۔“(۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِمًا مِنْ زَمْزَمَ﴾

”نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی نوش فرمایا۔“(۳)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

﴿شَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَمَشَى حَافِيًا وَنَاعِلًا﴾

”رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی پانی پیا اور بیٹھ کر بھی' آپ ننگے پاؤں بھی چلے اور جوتا پہن کر بھی۔“(٤)

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَأْكُلُ وَنَحْنُ نَمْشِي وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ﴾

”ہم عہدِ رسالت میں چلتے پھرتے کھالیا کرتے تھے اور کھڑے کھڑے پی لیا کرتے تھے۔“(٥)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۸۹۲) کتاب الأشربة : باب ما جاء فی الرخصة فی ذلك ' المشكاة (٤٢٨١) مختصر الشمائل (۱۸۲)]

(۲) [بخاری (٥٦١٥) کتاب الأشربة : باب الشرب قائما]

(۳) [بخاری (٥٦١٧) کتاب الأشربة : باب الشرب قائما]

(٤) [مسند احمد (۸۷/٦)]

(٥) [صحیح : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۳۳۰۱) کتاب الأطعمة : باب الأكل قائما ' دارمی (۲۱۳۱)]

(ابن حجرؒ) کھڑے ہو کر کھانے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔احادیث کا خلاصہ جو مجھے سمجھ آیا ہے وہ یہ ہے کہ جن احادیث میں آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر پینے کا ذکر ہے وہ احادیث کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق محض استحباب سے ہے'ان میں صرف یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ بیٹھ کر کھانا پینا چاہیے۔(۱)

(قسطلانیؒ) ان احادیث سے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کا استدلال کیا گیا ہے۔ جمہور علماء کا بھی یہی مؤقف ہے۔(۲)

(نوویؒ) درست بات یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث کو کراہت پر محمول کیا جائے گا اور جن احادیث میں آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر پینے کا ذکر ہے وہ اس عمل کے جواز کی وضاحت کرتی ہیں۔(۳)

دعوتِ ولیمہ میں شریک حضرات کی دعوت کرنے والے کے لیے دعا

جو حضرات کسی دعوت میں شریک ہوں انہیں چاہیے کہ دعوت دینے والے کو درج ذیل دعائیں دیں:

(1) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ دعا مذکور ہے:

﴿ اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ أَسْقَانِي ﴾

"اے اللہ! تو اسے کھلا جس نے مجھے کھلایا اور تو اسے پلایا جس نے مجھے پلایا۔"(٤)

(2) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ دعا ہے:

﴿ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ ﴾

"اے اللہ! ان کے رزق میں برکت عطا فرما' انہیں بخش دے اور ان پر رحم فرما۔"(٥)

---

(۱) [فتح الباری (۸۳/۱۰)]

(۲) [ارشاد الساری (۳۲۹/۸)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۱۱۳/۷)]

(٤) [مسلم (۲۰۵۵) کتاب الأشربة : باب اکرام الضیف وفضل ایثاره ' ترمذی (۲۷۱۹) کتاب الاستئذان والآداب : باب کیف السلام ' نسائی فی السنن الکبری (۱۰۱۵۵) احمد (۲۳۸۷۳)]

(٥) [مسلم (۲۰٤۲) کتاب الأشربة : استحباب وضع النوی خارج التمر واستحباب دعاء الضیف لأهل الطعام ' ابو داود (۳۳۲۹) کتاب الصوم : باب فی التقدم ' ترمذی (۳۵۷٦) کتاب الدعوات : باب فی دعاء الضیف ' احمد (۱۷٦۹۱) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۲۹۳) ابن حبان (۵۲۹۷) بیهقی (۲۷٤/۷)]

باب الحمل — حمل کا بیان

دورانِ حمل نکاح کا حکم

ایسی عورت جو حاملہ ہو' خواہ اسے طلاق دی گئی ہو یا اس کا شوہر فوت ہوا ہو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق : ٤]

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

اور عدت میں چونکہ نکاح حرام قرار دیا گیا ہے اس لیے حاملہ سے بھی وضع حمل تک نکاح جائز نہیں۔

(سعودی مجلس افتاء) ایسی عورت (یعنی حاملہ) کے ساتھ عقدِ نکاح باطل ہے۔(١)

دورانِ حمل طلاق کا حکم

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر حمل ظاہر ہو جائے تو (انسان) جب چاہے طلاق دے سکتا ہے' یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ عام لوگوں میں ایک عجیب و غریب بات مشہور ہے کہ دورانِ حمل دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی' یہ بات درست نہیں۔ حاملہ عورت کو دی گئی طلاق مؤثر ہو جاتی ہے اور تمام طلاقوں میں مدت کے اعتبار سے یہ زیادہ وسیع طلاق ہے' لہٰذا حاملہ عورت کو طلاق دینا آدمی کے لیے حلال ہے۔ اگر اس نے غیر حاملہ عورت سے کچھ عرصہ قبل جماع کیا ہو تو پھر اس پر انتظار کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ عورت حائضہ ہو جائے اور پھر پاک ہو یا یہ کہ حمل واضح ہو جائے۔ سورۂ طلاق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق : ٤]

"اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ حمل دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یوں بھی ہے کہ

﴿ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا ﴾

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٤٦/١٨)]

"اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر طہر یا حمل کی حالت میں اسے طلاق دے۔"(۱)

دورانِ حمل ہم بستری کا حکم

(شیخ ابن عثیمین) آدمی حاملہ عورت سے جماع کر سکتا ہے' یہ جائز و مباح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢٣]

"تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ' إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ [المومنون: ٥-٦]

"وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے' یقیناً یہ ملامتوں میں سے نہیں ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر اپنی بیوی سے ہم بستری کو جائز قرار دیا ہے۔اس عموم سے صرف وہی احکام رکاوٹ ہو سکتے ہیں جو کتاب و سنت میں عورت سے پرہیز کرنے کے متعلق ثابت ہوں۔ لہٰذا حاملہ عورت سے ہم بستری کے جواز کے متعلق کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ اصل جواز ہی ہے۔البتہ دورانِ حیض شرمگاہ میں ہم بستری کرنا جائز نہیں' اس کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اسی طرح بیوی کی پشت میں بھی جماع کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ گندگی کا مقام ہے۔ بحالتِ نفاس بھی شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکتا' ہاں جب وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے گی تو پھر اس کے ساتھ ہم بستری مباح ہو گی۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) دورانِ حمل ہم بستری جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ حیض' نفاس اور احرام میں ہی بیوی سے ہم بستری کو حرام قرار دیا ہے۔(۳)

سقوطِ حمل کی صورت میں نماز وغیرہ عبادات کا حکم

(شیخ ابن باز) کسی نے دریافت کیا کہ بعض عورتوں کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ایسا حمل کبھی تو خلقت مکمل کر چکا

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص/ ۱۹۹)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص/ ۳۵۷) مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۲/ ۷۵۵)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۸/ ۲۴۷)]

ہوتا ہے اور کبھی غیر مکمل ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں عورت کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ 'جب عورت ایسا حمل ساقط کر دے جس میں سر' ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کی خلقت واضح ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں وہ نفاس کے حکم میں ہو گی۔ یعنی گویا کہ اس نے بچے کو جنم دیا ہے' لہٰذا نہ تو وہ نماز پڑھے گی اور نہ روزے رکھے گی۔ نیز خاوند کے لیے حلال بھی نہیں ہو گی' تاوقتیکہ وہ پاک نہ ہو جائے یا چالیس دن کی زیادہ سے زیادہ مدتِ نفاس پوری نہ کر لے۔

اگر وہ چالیس دن سے قبل پاک ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہو گا۔ بعد ازاں نماز پڑھے اور رمضان المبارک کی صورت میں روزے رکھے' خاوند کا اس سے جماع کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ کم از کم نفاس کی مدت غیر متعین ہے' اگر عورت ولادت کے دس دن بعد یا اس سے بھی پہلے یا بعد پاک ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہو گا اور اس پر پاک عورتوں والے احکام نافذ ہوں گے۔ اگر اسے چالیس دن کے بعد بھی خون نظر آئے تو وہ خون فاسد ہو گا۔ اس کی موجودگی میں وہ نماز ادا کرے گی' رمضان کے روزے رکھے گی اور خاوند کے لیے بھی حلال ہو جائے گی اور اس پر مستحاضہ عورت کی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو جبکہ وہ مستحاضہ تھیں' فرمایا:

﴿ وَتَوَضَّئِي لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ ﴾

"ہر نماز کے وقت وضوء کر لیا کر۔"

چالیس دن کے بعد آنے والا خون اگر حیض کے خون کے ساتھ آ رہا ہو تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا اور اس پر حائضہ عورت کے احکام نافذ ہوں گے۔ لہٰذا وہ نماز نہیں پڑھے گی' روزے نہیں رکھے گی اور نہ خاوند کے لیے حلال ہو گی' تاوقتیکہ وہ پاک نہ ہو جائے۔

یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب اس نے تام الخلقت (مکمل بناوٹ والے) حمل کو ساقط کیا ہو اور اگر ساقط شدہ حمل ایسا ہو کہ اس میں انسانی خلقت غیر واضح ہو' مثلاً وہ خون کا ایک لوتھڑا ہو اور اس میں انسانی خدوخال نمایاں نہ ہوں' تو اس صورت میں اس کا حکم مستحاضہ عورت والا ہو گا' نفاس یا حیض والا نہیں۔

لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے۔ اس پر نماز پڑھنا اور رمضان کے روزے رکھنا واجب ہو گا۔ وہ خاوند کے لیے بھی مکمل طور پر حلال رہے گی۔ وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی اور پاک ہونے تک مستحاضہ عورت کی طرح روئی وغیرہ سے خون سے تحفظ کی کوشش کرے گی۔ ایسی عورت اگر چاہے تو ظہر اور عصر' اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھ سکتی

ہے۔اسی طرح اس کے لیے ہر دو نمازوں اور نماز فجر کے لیے غسل کرنا بھی مشروع ہے۔اس کی تائید حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ وہ علماء کے نزدیک مستحاضہ عورت کے حکم میں ہے۔(واللہ ولی التوفیق)(۱)

اگر تیسرے ماہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ ایک سال ہوا میرا تیسرے ماہ کا حمل ساقط ہو گیا' میں نے پاک ہونے تک نماز نہ پڑھی۔ اب مجھے کہا گیا ہے کہ مجھ پر نماز پڑھنا ضروری تھا۔دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیے' جبکہ مجھے صحیح طور پر دنوں کی تعداد کا بھی علم نہیں؟

شیخ نے جواب دیا کہ علماء کے نزدیک معروف یہ ہے کہ اگر تین ماہ بعد حمل ساقط ہو جائے تو عورت نماز نہیں پڑھے گی' کیونکہ عورت اگر تین ماہ گزرنے کے بعد ایسے حمل کو ساقط کرے جس میں انسانی خلقت واضح ہو گئی ہو تو اسے آنے والا خون نفاس کا خون ہو گا' لہٰذا اس دوران وہ نماز نہیں پڑھے گی۔ علما کا کہنا ہے کہ 81 دن گزرنے پر بچے کی خلقت واضح ہو جاتی ہے' جبکہ یہ مدت تین ماہ سے کم ہے۔اگر عورت کو یقین ہو کہ سقوطِ حمل تین ماہ کے بعد ہوا تو اس کے نتیجے میں آنے والا خون نفاس کا ہو گا لیکن اگر حمل کا سقوط تین ماہ سے قبل ہو گیا تو اس صورت میں آنے والا خون' خونِ فساد ہو گا جس کی بنا پر عورت نماز ترک نہیں کرے گی۔ سائلہ محترمہ کو یاد کرنا چاہیے کہ اگر حمل 80 دن سے قبل ساقط ہوا تھا تو وہ نمازوں کی قضا دے گی' اگر اسے چھوڑی گئی نمازوں کی تعداد کا علم نہیں ہے تو وہ غالب ظن کے مطابق ان کی قضا دے گی۔(۲)

حمل کی کم از کم مدت

اہل علم کا کہنا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ چار ماہ بعد تو روح پھونکی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ﴾

”بلاشبہ تمہارے ایک کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (نطفہ کی صورت میں) رکھا جاتا ہے' پھر اتنی ہی مدت جمے ہوئے خون کی صورت میں اور پھر اتنی ہی مدت گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں۔ پھر

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۹۲-۹۴)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۹٦)]

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے) فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔" (۱)

اور روح پھونکے جانے کے بعد کم از کم ولادت کے لیے مزید دو ماہ درکار ہوتے ہیں۔ یعنی چھ ماہ اقل مدتِ حمل ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: ١٥]

"ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ اس کی والدہ نے اسے تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا اور پھر تکلیف برداشت کر کے ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ یعنی دو سال اور چھ ماہ ہے۔ اب قرآن میں ہی موجود ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة: ٢٣٣]

"مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا ہو۔"

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ [لقمان: ١٤]

"اس کی دودھ چھڑائی دو سال میں ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ ہے۔ اب اگر تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فرمان کے مطابق باقی چھ ماہ حمل کی مدت رہ جاتی ہے۔ یہی کم از کم مدتِ حمل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد ہونے والا بچہ حلال کا متصور ہوگا' اس سے کم مدت میں پیدا ہونے والا حلال کا نہیں ہوگا۔

(علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ) کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی یہی مؤقف

---

(۱) [مسلم (۲٦٤٣) كتاب القدر: باب كيفية خلق الآدمى فى بطن امه' بخارى (٦٥٩٤) كتاب القدر: باب فى القدر' ابو داود (٤٧٠٨) كتاب السنة: باب فى القدر' ترمذى (٢١٣٧) كتاب القدر: باب ما جاء أن الأعمال بالخواتيم' ابن ماجه (٧٦) مقدمة: باب فى القدر' نسائى فى السنن الكبرى (١١٢٤٦) حميدى (١٢٦) عبد الرزاق (٢٠٠٩٣) ابن حبان (٦١٧٤) طيالسى (٢٩٨) أبو يعلى (٥١٥٧)]

رکھتی ہے۔

(ابن کثیرؒ) انہوں نے اسی مؤقف کو قوی قرار دیا ہے۔

(قرطبیؒ) (کم از کم) مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔

(علامہ شنقیطیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(بیضاویؒ) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کم از کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۳)

ولادت سے پانچ روز قبل آنے والے خون کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ ایک عورت کو ماہِ رمضان المبارک میں وضع حمل سے پانچ روز قبل ہی خون آنا شروع ہو گیا' یہ خون حیض کا ہو گا یا نفاس کا؟ اس دوران عورت پر کیا کچھ واجب ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ جب صورت حال ایسی ہو کہ عورت نے وضع حمل سے پانچ روز قبل خون دیکھا اور وضع حمل کی کوئی علامت وغیرہ (مثلاً رحم کا منہ کھلنا) نہیں دیکھی تو صحیح مذہب کی رُو سے یہ حیض یا نفاس کا خون نہیں بلکہ خونِ فاسد ہے۔ بنا بریں وہ نماز اور روزے کو نہیں چھوڑ سکتی' بلکہ اسے نماز پڑھنا اور رمضان کے روزے رکھنا ہوں گے اور اگر خون کے ساتھ وضع حمل کے وقت کے قرب کی کوئی علامت ظاہر ہو گئی تو ایسا خون نفاس (وضع حمل) کا خون ہو گا' جس کی وجہ سے وہ نماز اور روزے وغیرہ کی ادائیگی چھوڑ دے گی اور ولادت کے بعد پاک ہونے پر روزوں کی قضا دے گی جبکہ نماز کی قضا نہیں دے گی۔(۴)

ولادت کے کتنی مدت بعد مرد کے لیے عورت سے ہم بستری جائز ہے؟

بچے کو جنم دینے کے بعد بالعموم خواتین کو چالیس دن تک خون آتا رہتا ہے' جسے نفاس کا خون کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو حیض کے خون کا ہے یعنی اس دوران نہ تو وہ عورت نماز پڑھ سکتی ہے' نہ روزہ رکھ

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۲۵۷/۷) أضواء البیان (۳۸/۵) تفسیر بیضاوی (۳۹٤/۲) تفسیر فتح القدیر (۱۸/۵) أحکام القرآن لابن العربی (۱٦۹۷/٤) تفسیر جلالین (ص / ٦٦۸)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۱۰/۱۹)]

(۳) [فتاوی اسلامیة (۱۱۹/۳)]

(٤) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۹٤)]

سکتی ہے اور نہ ہی اس کا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ تَقْعُدُ فِي النِّفَاسِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتیں حالتِ نفاس میں چالیس راتیں انتظار کرتی تھیں۔"(۱)

علماء کا اس مسئلے میں اجماع ہے کہ نفاس ان تمام چیزوں میں' جو حلال و حرام ہوں یا مکروہ و مستحب ہوں' حیض کی طرح ہی ہے۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) نفاس "جماع کی حرمت' نماز اور روزہ چھوڑنے میں حیض کی طرح ہے۔" اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔(۳)

لہٰذا جب چالیس دن گزر جائیں' خون آنا بند ہو جائے اور پھر عورت غسل کر کے پاک ہو جائے تو اس کا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر چالیس دن گزرنے سے پہلے ہی کسی عورت کا خون ختم ہو جائے اور وہ غسل کر کے پاک ہو جائے تو پھر بھی اس کا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے۔

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر کوئی نفاس والی عورت چالیس روز سے پہلے ہی پاک ہو جائے تو اس کا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے۔(٤)

اسقاطِ حمل کا حکم

(سید سابقؒ) جب نطفہ رحم میں ٹھہر جائے اور اس پر ایک سو بیس دن گزر جائیں تو ایسے جنین (یعنی پیٹ کے بچے) کو ساقط کرنا حلال نہیں۔ کیونکہ اس طرح ایک نفس پر ظلم ہو گا جو دنیا و آخرت میں سزا کو لازم کرے گا۔ رہا اس مدت سے پہلے حمل خراب کرنا اور جنین کو ساقط کرنا' تو جب اس کا تقاضا موجود ہو تو اسے ساقط کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر وہاں ایسا کوئی حقیقی سبب نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔(٥)

---

(۱) [حسن : صحیح أبو داود (۳۰۵) کتاب الطهارة : باب ما جاء في وقت النفساء ' أبو داود (۳۱۲) حاكم (۱/۱۷٤٥) بيهقي (۱/۳٤۱) دارقطني (۱/۲۲۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۱/٤۱٥) المجموع (۲/٥۲۰)]

(۳) [الروضة الندية (۱/۱۹۲)]

(٤) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (۲/۷٥٥)]

(٥) [فقه السنة (۲/۲۳۱)]

مانع حمل ادویات کا استعمال

(سعودی مجلس افتاء) کثرت اولاد یا ان پر اخراجات کے خوف کے پیش نظر عورتوں کے لیے مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے اور اگر عورت کے لیے حمل نقصان دہ ہو یا بچے کی ولادت آپریشن کے بغیر طبعی طور پر نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کی کوئی اور ضرورت لاحق ہو تو ایسے حالات میں ایسی گولیوں کا استعمال جائز ہے' ہاں اگر کسی ماہر ڈاکٹر کے ذریعے معلوم ہو کہ ایسی گولیوں کا استعمال کسی اور اعتبار سے نقصان دہ ہے تو حکم تبدیل ہو جائے گا۔(۱)

خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) خاندانی منصوبہ بندی موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ ہے' اس کے بارے میں متعدد سوالات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ممتاز علماء کے بورڈ نے اپنے گزشتہ اجلاس میں اس موضوع کا بغور جائزہ لیا اور اپنے علم کی روشنی میں جو بہتر سمجھا قرار دیا' ان فیصلہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے' وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی اور امت مسلمہ میں اضافے کے اسباب کو اپنانا مشروع قرار دیا ہے' نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ

﴿تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ﴾

''محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو۔ بے شک میں (روزِ قیامت) تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''قیامت کے دن دوسرے انبیاء پر فخر کروں گا۔''

نیز اس لیے بھی کہ امت مسلمہ کو افرادی قوت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ سرانجام دے سکیں' اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ جہاد کریں اور کفار کی مکاریوں سے مسلمانوں کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے سکیں' لہٰذا ضرورت کے علاوہ ایسی گولیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے' اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ عورت کے رحم میں کوئی ایسی بیماری ہے کہ جس کی بنا پر حمل نقصان دہ ہو سکتا ہے' یا

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۱٦٧)]

اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہے تو ایسے حالات میں بقدرِ ضرورت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح پہلے سے موجود بچوں کی تعداد کے پیش نظر اگر حمل نقصان دہ ہو تو ایک معین وقت مثلاً سال' دو سال (دودھ پلانے کی مدت) تک ایسی گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں' تاکہ عورت کے لیے مشکلات میں کمی ہو سکے اور مناسب انداز میں بچوں کی تربیت کر سکے۔ اگر مانع حمل گولیوں کا استعمال صرف اس مقصد کے تحت ہو کہ ملازمت کے لیے فراغت میسر آ سکے یا کم بچے خوشحالی کا باعث ہوں گے یا ان جیسا کوئی اور معاملہ ہو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے' تو یہ قطعاً جائز نہیں۔(۱)

(شیخ ابن جبرین) کسی نے دریافت کیا کہ میری عمر ستائیس سال ہے' میں شوگر کی مریضہ ہوں' آخری حمل کے دوران شوگر نے مجھے بے بس کر دیا تو میں نے انسولین کا انجیکشن لگوانا شروع کر دیا' بچے کی ولادت آپریشن کے ذریعے عمل میں آئی' بنا بریں میں نے نس بندی کرا لی' کیا یہ حلال ہے یا حرام؟ میں آپ کو یہ بتاتی چلوں کہ میں اس وقت آٹھ بچوں کی ماں ہوں۔ (جزاکم اللہ احسن الجزاء)

شیخ نے جواب دیا کہ ضرورت کے علاوہ مستقل طور پر حمل روکنا یا اسے وقتی طور پر معطل کرنا ناجائز ہے۔ ضرورت کا پیمانہ یہ ہے کہ کوالیفائیڈ ڈاکٹر یہ فیصلہ دے دیں کہ ولادت بیماری میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے' یا حمل اور پھر وضع حمل سے عورت کی ہلاکت کا ڈر ہے۔ علاوہ ازیں مستقل حمل روکنے یا وقتی طور پر معطل کرنے کے لیے خاوند کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ پھر عذر ختم ہونے پر عورت گزشتہ حالت پر لوٹ آئے گی۔ بیوی کی بیماری' جسمانی کمزوری' وضع حمل کی تکلیف کا عدمِ برداشت اور مناسب طور پر بچوں کی تربیت نہ کر سکنا بھی ضرورت کے ضمن میں آتا ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) بغیر ضرورت کے منع حمل حرام ہے۔(۳)

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۱٦۸)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۵۹)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۹۹/۱۹)]

باب عشرة النساء — عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا بیان

شوہر کی اپنی کنواری دلہن اور مطلقہ یا بیوہ دلہن کے پاس ٹھہرنے کی مدت

دلہن اگر کنواری ہو تو شوہر اس کے پاس سات دن جبکہ مطلقہ یا بیوہ ہو تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ﴾

"مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب مرد شوہر دیدہ پر کنواری بیاہ کر لائے تو اس نئی دلہن کے پاس پہلے سات روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور جب شوہر دیدہ کو بیاہ کر لائے تو اس کے پاس تین روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے۔" (۱)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا﴾

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام کیا (کیونکہ وہ شوہر دیدہ خاتون تھیں)۔" (۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لَمَّا أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَفِيَّةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ...... وَكَانَتْ ثَيِّبًا﴾

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام فرمایا اور وہ شوہر

---

(۱) [بخاری (۵۲۱٤) کتاب النکاح : باب إذا تزوج الثیب علی البکر ' مسلم (۱٤٦۱) کتاب الرضاع : باب قدر ما تستحقه البکر والثیب من اقامة الزوج عندها ' ابو داود (۲۱۲٤) کتاب النکاح : باب فی المقام عند البکر ' ترمذی (۱۱۳۹) کتاب النکاح : باب ما جاء فی القسمة للبکر والثیب ' عبد الرزاق (۱۰٦٤۳) شرح السنة للبغوی (۲۳۲٦) بیهقی (۳۰۱/۷)]

(۲) [مسلم (۱٤٦۰) کتاب الرضاع : باب قدر ما تستحقه البکر والثیب ' موطا (۵۲۹/۲) أحمد (۲۹۲/٦) دارمی (۱٤٤/۲) ابو داود (۲۱۲۲) کتاب النکاح : باب فی المقام عند البکر ' ابن ماجة (۱۹۱۷) کتاب النکاح : باب الاقامة عند البکر ' شرح معانی الآثار (۲۸/۳) أبو یعلی (٤۲۹/۱۲) دارقطنی (۲۸٤/۳) الحلیة لأبی نعیم (۹۵/۷) بیهقی (۳۰۰/۷)]

دیدہ تھیں۔"(۱)

معلوم ہوا کہ نئی دلہن اگر کنواری ہو تو اس کے پاس سات دن اور اگر شوہر دیدہ ہو تو اس کے پاس تین روز قیام کیا جائے گا۔

(جمہور، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) شوہر دیدہ اور کنواری دونوں کے پاس تین دن قیام کیا جائے گا (ان کا کہنا ہے کہ کنواری کے پاس سات دن اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن عدل کے منافی ہے)۔(۲)

احناف کا مؤقف گزشتہ واضح احادیث کے خلاف ہے۔ نیز کنواری دلہن کے لیے سات دن اس لیے مقرر کیے گئے تاکہ اس کی اجنبیت دور ہو جائے اور اس کا دل لگ جائے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے تین روز اس لیے مقرر کیے گئے ہیں کیونکہ وہ جلد مانوس ہو جاتی ہے اور ماحول میں گھل مل جاتی ہے۔

خاوند پر واجب ہے کہ عورت کی شرائط پوری کرے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ ﴾

"وہ شرط پورا کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔"(۳)

اس حدیث کے علاوہ دیگر دلائل سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کی شرط کو پورا کرنا لازم ہے الا کہ ایسی شرط ہو جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۶۳) کتاب النکاح : باب فی المقام عند البکر ' ابو داود (۲۱۲۳) أحمد (۹۹/۳)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم (۱۱۰/۵) المبسوط (۲۱۸/۵) کشاف القناع (۲۰۷/۵) بدایة المجتهد (۵٦/۲) نیل الأوطار (۳۰۷/٤) شرح مسلم للنووی (۳۰۲/۵) فتح الباری (۳۹٤/۱۰)]

(۳) [بخاری (۲۷۲۱) کتاب الشروط : باب الشروط فی المهر عند عقدة النکاح ' مسلم (۱٤۱۸) کتاب النکاح : باب الوفاء بالشروط فی النکاح ' أحمد (۱٤٤/٤) ابو داود (۲۱۳۹) کتاب النکاح : باب فی الرجل یشترط لها دارها ' نسائی (۹۲/٦) ترمذی (۱۱۲۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الشرط عند عقدة النکاح ' ابن ماجة (۱۹۵٤) کتاب النکاح : باب الشرط فی النکاح ' عبدالرزاق (۱۰٦۱۳) دارمی (۱٤۳/۲) أبو یعلی (۱۷۵٤) بیهقی (۲٤۸/۷)]

﴿ أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ [المائدة: ١] "عہد و پیمان پورے کرو۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلَى شُرُوْطِهِمْ إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا ﴾

"مسلمان آپس کی شرائط پر (محافظ) ہیں الا کہ کوئی ایسی شرط ہو جو کسی حلال کام کو حرام کر دے یا کسی حرام کام کو حلال کر دے۔" (١)

ان شروط سے کیا مراد ہے (جنہیں عورت کی طرف سے مرد پر پورا کرنا لازم ہے) اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ادائیگی مہر ہے کیونکہ مہر وطی سے مشروط ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زوجیت کے تقاضے میں عورت جس چیز کی بھی مستحق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ شرط ہے جو نکاح کے لیے آمادہ کرنے کے لیے مرد نے عورت سے طے کی ہو اور شریعت میں ممنوع نہ ہو۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی آخری قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں جس حدیث میں ہے کہ

﴿ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ ﴾

"جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے خواہ ایسی سو (100) شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔" (٢)

اس سے مراد ایسی شروط ہیں جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دیں اور جو ایسی نہیں ہیں وہ کتاب اللہ میں ہی شامل ہیں جیسا کہ گزشتہ حدیث ﴿ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى شُرُوْطِهِمْ ﴾ کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے۔

جن شروط کو پورا کرنا ضروری نہیں

ایسی شروط کو پورا نہیں کرنا چاہیے جو کسی حلال کام کو حرام یا کسی حرام کام کو حلال کر دینے والی ہوں۔ بعض شروط سے تو واضح طور پر بھی ممانعت مروی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا ﴾

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنی کسی (سوکن) بہن کی طلاق کی شرط اس لیے لگائے تاکہ اس

---

(١) [حسن صحیح: صحیح ابو داود (٣٠٦٣) كتاب الأقضية: باب في الصلح، إرواء الغليل (١٣٠٣) أحمد (٣٦٦/٢) ابو داود (٣٥٩٤) ابن الجارود (٦٣٨) دارقطني (٩٦) حاكم (٤٩/٢) بيهقي (٦٤/٦)]

(٢) [بخاری (٢٧٢٩) كتاب الشروط: باب الشروط في الولاء]

کے حصے کا پیالہ بھی خود انڈیلے کیونکہ اسے وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔"(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"یہ جائز نہیں کہ ایک عورت سے دوسری کی طلاق کے بدلے میں نکاح کیا جائے۔"(۲)

(ابن قدامہ) اگر عورت نے (نکاح کے وقت) یہ شرط لگائی ہو کہ وہ (شوہر) اس کی سوکن کو طلاق دے گا تو یہ شرط صحیح نہیں ہوگی۔(۳)

اس کے علاوہ اُن تمام شروط کو پورا کرنا بھی جائز نہیں جو نکاح کے منافی ہیں مثلاً یہ کہ عورت کہے کہ تم میری سوکن کے لیے باری تقسیم نہ کرنا یا اسے خرچ نہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

مرد پر ضروری ہے کہ بیوی سے حسن سلوک سے پیش آئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ١٩]

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا﴾

"عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو بلاشبہ انہیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی' پس تم عورتوں کے حق میں ہمیشہ بھلائی کی وصیت قبول کرو۔"

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

---

(۱) [بخاری (٥١٥٢) کتاب النکاح : باب الشروط التی لا تحل فی النکاح ' مسلم (١٤٠٨) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح ' موطا (١١٢٩) کتاب النکاح : باب ما لا یجمع بینه من النساء ' احمد (٩٩٥٩) نسائی فی السنن الکبری (٥٤١٩)]

(۲) [احمد (١٧٦/٢)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤٨٥/٩)]

﴿ كَسْرُهَا طَلَاقُهَا ﴾ "اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔"(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ غَيْرَهُ ﴾

"کوئی مومن کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر وہ اس کا کوئی ایک وصف ناپسند کرتا ہے تو (یقیناً) اس کا کوئی دوسرا وصف پسند بھی کرتا ہے۔"(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا ﴾

"مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو ان میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے اور تم میں بہترین شخص وہ ہے جو تم میں سے اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔"(۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي ﴾

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"(٤)

معلوم ہوا کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے لہٰذا عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے غصہ پی جانا چاہیے۔

(البانیؒ) عورت کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا مرد پر واجب ہے۔(٥)

---

(۱) [بخاری (٥١٨٥) كتاب النكاح : باب الوصاة بالنساء ' مسلم (١٤٦٨) كتاب الرضاع : باب الوصية بالنساء ' ترمذی (١١٨٨) كتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فی مداراة النساء ' أحمد (٤٤٩/٢) ابن حبان (٤١٧٩) شرح السنة للبغوی (٢٣٣٢) دارمی (٢٢٢٢)]

(۲) [مسلم (١٤٦٩) كتاب الرضاع : باب الوصية بالنساء ' أحمد (٣٢٩/٢)]

(۳) [**صحيح** : الصحيحة (٢٨٥) صحيح الجامع الصغير (٣٢٦٥) ابو داود (٤٦٨٢) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه ' ترمذی (١١٦٢) أحمد (٢٥٠/٢) ابن حبان (٤١٧٦)]

(٤) [**صحيح** : الصحيحة (٢٨٥) صحيح الجامع (٣٣١٤) ترمذی (٣٨٩٥) كتاب المناقب : باب فضل أزواج النبی ' دارمی (١٥٩/٢)]

(٥) [آداب الزفاف (ص / ٢٦٩)]

بیوی کے حقوق ادا کرے

(1) حضرت وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا "وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ" فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ' ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو (ان کی بیوی) ام درداء رضی اللہ عنہا کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اُم درداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابودرداء رضی اللہ عنہ ایسے ہیں جنہیں دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ پھر ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ' انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں' اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہوگئے (اور نفلی روزہ توڑ دیا)۔ رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھے اور سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سو جاؤ۔ چنانچہ وہ سو گئے۔ پھر وہ بیدار ہوئے تو اس مرتبہ بھی سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہیے۔ پھر آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔" (۱)

---

(۱) [بخاری (۱۹۶۸) کتاب الصوم : باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع ولم ير عليه قضاء ......]

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا "وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾

"مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صحیح ہے' اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا' ایسا نہ کرو' روزہ رکھو بھی اور روزہ چھوڑو بھی' نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔"(۱)

نبی کریم ﷺ اور حسن معاشرت

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَسْأَمُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ﴾

"میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ میرے لیے ایک چادر سے پردہ کیے ہوئے ہیں۔ میں حبشہ کے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں (جنگی) کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے' آخر میں اُکتا گئی۔ اب تم سمجھ لو ایک کم عمر لڑکی جس کو کھیل تماشے دیکھنے کا بڑا شوق ہے کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہو گی۔"(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ

---

(۱) [بخاری (۱۹۷۵) کتاب الصوم : باب حق الجسم فی الصوم]

(۲) [بخاری (۵۲۳۶) کتاب النکاح : باب نظر المرأة الی الحبش ونحوهم من غیر ریبة ' مسلم (۸۹۲) کتاب صلاة العیدین : باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه فی أیام العید' احمد (۲٤١٠٤) نسائی فی السنن الکبری (۱۷۹۵) عبد الرزاق (۱۹۷۳٦) بیهقی (۹۲/۷)]

فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ﴾

”رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک یا جنگ حنین سے واپس لوٹے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی تو اس سے پردے کا کنارہ سرکا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا' اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا' میری گڑیاں ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے ٹکڑوں کے بنے ہوئے دو پر تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا' گڑیوں کے درمیان یہ کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا' گھوڑے کے پر کیسے ہیں؟ انہوں نے بتایا دو پر ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' کیا آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس دو گھوڑے تھے جن کے پر تھے۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھوں کو دیکھا۔“(۱)

(3) اسودؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ﴾

”میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ جب گھر میں ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنی بیوی کے کام کاج یعنی خدمت میں مصروف رہتے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے نکل جاتے۔“(۲)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ غُلَامٌ يَحْدُو بِهِنَّ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ يَعْنِي النِّسَاءَ﴾

”نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے۔ انجشہ نامی غلام عورتوں کی سواریوں کو حدی پڑھتا لے چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا' انجشہ! ان شیشوں کو آہستہ لے چل۔ ابو قلابہؒ نے بیان کیا کہ (شیشوں سے مراد) خواتین ہیں۔“

---

(۱) [صحيح : هداية الرواة (۳۲۰۱) ' (۳۰٤/۳) ابو داود (٤۹۳۲) كتاب الأدب : باب في اللعب بالبنات ' نسائي في السنن الكبرى (۸۹۵۰)]

(۲) [بخاري (٦٧٦) كتاب الأذان : باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة فخرج]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے انجشہ سے کہا:

﴿رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ﴾

"انجشہ! آہستہ چال چل' ان شیشوں (یعنی عورتوں) کو کہیں (گرا کر) توڑ نہ دینا۔" (۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

﴿ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ ﴾

"میں حالت حیض میں پانی پیتی اس کے بعد وہ برتن نبی کریم ﷺ کو دیتی۔ آپ ﷺ میرے ہونٹوں کی جگہ پر اپنے ہونٹ رکھتے اور پانی پیتے' اور جب (دانتوں کے ساتھ) ہڈی سے گوشت اتارتی جبکہ میں حائضہ ہوتی اس کے بعد میں وہ ہڈی نبی کریم ﷺ کو دیتی' آپ ﷺ اپنے دانت میرے دانتوں کی جگہ پر رکھتے۔" (۲)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' بلاشبہ مجھے علم ہے' جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ میں نے عرض کیا' آپ ﷺ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا' جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو (گفتگو کرتے ہوئے) کہتی ہو' نہیں! محمد کے رب کی قسم' اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو' نہیں! ابراہیم کے رب کی قسم۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا' اللہ کی قسم!

---

(۱) [بخاری (۶۲۱۰) ' (۶۲۱۱) کتاب الأدب : باب المعاریض مندوحة عن الکذب ' مسلم (۲۳۲۳) کتاب الفضائل : باب رحمة النبی ﷺ للنساء وأمر السواق مطایاهن بالرفق بهن ' احمد (۱۳۳۷۶) ابن حبان (۵۸۰۰) طیالسی (۲۰۴۸) بغوی (۳۵۷۷) بیهقی (۲۲۷/۱۰)]

(۲) [مسلم (۳۰۰) کتاب الحیض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجیله ' أبو داود (۲۵۹) کتاب الطهارة : باب فی مؤاکلة الحائض ومجامعتها ' نسائی (۵۶/۱) ابن ماجة (۶۴۳) کتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء فی مؤاکلة الحائض وسؤرها ' أحمد (۶۲/۶) حمیدی (۱۶۶) ابن خزیمة (۱۱۰)]

اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ درست کہتے ہیں لیکن میں صرف آپ ﷺ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔" (۱)

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ﴾

"وہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے سبقت لے گئی۔ جب میں موٹی ہو گئی تو پھر میں نے آپ ﷺ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو آپ ﷺ مجھ سے سبقت لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ اس کا بدلہ ہو گیا۔" (۲)

حدیثِ ابوزرع' حسن معاشرت کی انوکھی مثال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا قَالَتْ الْأُولَى زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٌّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَلُ ...... قَالَتْ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ وَمَا أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ مَضْجَعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَأَخَذَ خَطِّيًّا وَأَرَاحَ عَلَيَّ

---

(۱) [بخاری (۵۲۲۸) کتاب النکاح : باب غیرة النساء ووجدهن ' مسلم (۲۴۳۹) کتاب فضائل الصحابة : باب فی فضل عائشة '

(۲) [صحیح : هدایة الرواة (۳۱۸۸) ' (۲۹۹/۳) الصحیحة (۱۳۱) ارواء الغلیل (۱۵۰۲) آداب الزفاف (ص ۲۷۶) ابو داود (۲۵۷۸) نسائی فی السنن الکبری (۸۹۴۵)]

نَعَمًا ثَرِيًّا وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي أَهْلَكِ قَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ "﴾

"گیارہ عورتوں کا ایک اجتماع ہوا جس میں انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ مجلس میں وہ اپنے اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کریں' کوئی بات نہ چھپائیں۔ چنانچہ پہلی عورت بولی' میرے خاوند کی مثال ایسی ہے جیسے دُبلے اونٹ کا گوشت جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہو نہ تو وہاں تک جانے کا راستہ صاف ہے کہ آسانی سے چڑھ کر اس کو کوئی لے آئے اور نہ وہ گوشت ہی ایسا موٹا تازہ ہے جسے لانے کے لیے اس پہاڑ پر چڑھنے کی تکلیف گوارہ کی جائے (مراد یہ ہے کہ خاوند اس قدر بخیل ہے کہ اس سے کسی فائدے کی امید نہیں)۔

دوسری عورت کہنے لگی میں اپنے خاوند کا حال بیان کروں تو کہاں تک بیان کروں (اس میں اتنے عیب ہیں) میں ڈرتی ہوں کہ سب بیان نہ کرسکوں گی' لیکن پھر بھی اگر بیان کروں تو اس کے کھلے اور چھپے سارے عیب بیان کرسکتی ہوں۔

تیسری عورت کہنے لگی' میرا خاوند کیا ہے ایک تاڑ کا تاڑ (یعنی لمبا تڑنگا) ہے' اگر اس کے عیب بیان کروں تو طلاق تیار ہے' اگر خاموش رہوں تو ادھر لٹکی رہوں (یعنی نہ دوسری شادی کرسکتی ہوں اور اس سے کوئی سکھ ملنے کی امید ہے)۔

چوتھی عورت کہنے لگی' میرا خاوند ملک تہامہ کی رات کی طرح معتدل ہے' نہ زیادہ گرم نہ بہت ٹھنڈا' نہ اس سے مجھے کوئی خوف ہے اور نہ ہی اکتاہٹ۔

پانچویں عورت کہنے لگی کہ میرا خاوند ایسا ہے کہ گھر میں آتا ہے تو وہ ایک چیتا ہے (یعنی آتے ہی مجھ پر چڑھ دوڑتا ہے نہ کوئی محبت کی بات کرتا ہے اور نہ کوئی حرکت) اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر کی طرح ہے۔ جو چیز گھر میں چھوڑ کر جاتا ہے اس کے متعلق پوچھتا ہی نہیں (کہ وہ کہاں گئی؟) اتنا بے پرواہ ہے جو آج کمایا اسے کل کے لیے اٹھا کر رکھتا ہی نہیں' اتنا سخی ہے۔

چھٹی عورت کہنے لگی' میرا خاوند جب کھانے پر آتا ہے تو ایک بوند بھی باقی نہیں چھوڑتا اور جب لیٹتا ہے تو تنہا ہی اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لیتا ہے اور الگ پڑ کر سو جاتا ہے' میرے کپڑے میں کبھی ہاتھ بھی نہیں ڈالتا کہ کبھی میرا دکھ درد دیکھ تو معلوم کرے۔

ساتویں عورت کہنے لگی' میرا خاوند تو جاہل یا مست ہے۔ صحبت کے وقت اپنا سینہ میرے سینے پر لگا کر

اوندھا پڑ جاتا ہے۔ دنیا میں جتنے عیب لوگوں میں ایک ایک کر کے جمع ہیں وہ سب اس اکیلے میں موجود ہیں۔ (بات کروں تو) سر پھوڑ ڈالے یا ہاتھ توڑ ڈالے یا دونوں کام کر ڈالے (یعنی پہلی بات یہ ہے کہ شہوت ہی کم ہے اور اگر بات کروں تو مارنے کو تیار ہے)۔

آٹھویں عورت کہنے لگی' میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں سونگھوں تو زعفران جیسا خوشبودار (مراد یہ ہے کہ وہ ظاہری و باطنی طور پر اچھے اخلاق کا مالک ہے)۔

نویں عورت کہنے لگی' میرے خاوند کا گھر بہت اونچا اور بلند ہے' وہ قد آور اور بلند ہے' اس کے ہاں اس قدر کھانا پکتا ہے کہ راکھ کے ڈھیر کے ڈھیر جمع ہیں (غریبوں کو خوب کھلاتا ہے)' لوگ جہاں صلاح و مشورہ کے لیے بیٹھتے ہیں وہاں سے اس کا گھر بہت نزدیک ہے۔

دسویں عورت کہنے لگی' میرے خاوند کا کیا پوچھنا' جائیداد والا ہے' جائیداد بھی کیسی بڑی کہ ویسی جائیداد کسی کے پاس نہیں ہو سکتی' بہت سارے اونٹ جو جابجا اس کے گھر کے پاس جٹے رہتے ہیں اور جنگل میں چرنے کم جاتے ہیں (تاکہ جب بھی مہمان آئیں تو ان کا گوشت اور دودھ انہیں تیار ملے)۔ جہاں اونٹوں نے باجے کی آواز سنی بس ان کو اپنے ذبح ہونے کا یقین ہو گیا۔

گیارویں عورت کہنے لگی' میرا خاوند ابوزرع ہے' اس کا کیا کہنا' اس نے میرے کانوں کو زیوروں سے بوجھل کر دیا ہے اور میرے دونوں بازو چربی سے پھلا دیئے ہیں' مجھے خوب کھلا کر موٹا کر دیا ہے کہ میں بھی خود کو موٹی سمجھنے لگی ہوں۔ شادی سے پہلے میں تھوڑی سی بھیڑ بکریوں میں تنگی سے گزر بسر کرتی تھی۔ ابو زرع نے مجھ کو گھوڑوں' اونٹوں' کھیت کھلیان سب کا مالک بنا دیا ہے۔ اتنی بہت جائیداد ملنے پر بھی اس کا مزاج اتنا عمدہ ہے کہ بات کہوں تو برا نہیں مانتا' مجھ کو کبھی برا نہیں کہتا۔ سوئی پڑی رہوں تو صبح تک مجھے کوئی نہیں جگاتا۔ پانی پیوں تو خوب سیراب ہو کر پی لوں۔ رہی ابوزرع کی ماں (میری ساس) تو میں اس کی کیا خوبیاں بیان کروں' اس کا توشہ خانہ مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے' اس کا گھر بہت ہی کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا' وہ بھی کیسا اچھا' خوبصورت (نازک بدن' دبلا پتلا) ہری چھالی یا ننگی تلوار کے برابر اس کے سونے کی جگہ' ایسا کم خوراک کہ بکری کے چار ماہ کے بچے کے دست کا گوشت اس کا پیٹ بھر دے۔ ابوزرع کی بیٹی' وہ بھی سبحان اللہ کیا کہنا' اپنے باپ کی پیاری' اپنی ماں کی پیاری' بھرپور کپڑا پہننے والی (یعنی موٹی تازی)' سوکن کی جلن (یعنی سوکن اس کی خوبصورتی اور سمجھداری کو دیکھ کر جلی جاتی ہے)۔ ابوزرع کی لونڈی' اس کی بھی کیا پوچھتے ہو' ہماری کوئی بات کبھی مشہور نہیں کرتی' کھانا تک نہیں چراتی' گھر میں کوڑا کچرا نہیں

چھوڑتی، مگر ایک دن ایسا ہوا کہ لوگ دودھ سے مکھن نکال رہے تھے۔ (صبح صبح) ابوزرع باہر گیا' اچانک اس نے ایک عورت دیکھی' جس کے دو بچے چیتوں کی طرح اس کی کمر کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے (مراد ہیں اس کی دونوں چھاتیاں)۔ ابوزرع نے مجھ کو طلاق دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد میں نے ایک اور شریف سردار سے نکاح کر لیا جو گھوڑے کا اچھا سوار' عمدہ نیزہ باز ہے۔ اس نے بھی مجھے بہت سے جانور دے دیئے ہیں اور ہر قسم کے اسباب میں سے ایک ایک جوڑا دیا ہوا ہے اور مجھ سے کہا کرتا ہے کہ ام زرع! خوب کھا پی' اپنے اعزاء واقرباء کو بھی خوب کھلا پلا' تیرے لیے عام اجازت ہے مگر یہ سب کچھ جو میں نے تجھ کو دیا ہوا ہے۔ اگر اکٹھا کروں تو تیرے پہلے خاوند "ابوزرع" نے جو تجھے دیا تھا' اس کا ایک چھوٹا برتن بھی نہ بھرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سارا قصہ سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! میں بھی تیرے لیے ایسا خاوند ہوں جیسے ابوزرع اُم زرع کے لیے تھا۔" (۱)

لمبے سفر سے واپسی پر گھر پہنچنے سے پہلے اطلاع کردے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرُسٍ قَالَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً "لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ"﴾

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے سے واپس آرہے تھے۔ میں اپنے اونٹ کو' جو سست تھا' تیز چلا رہا تھا۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک سوار مجھ سے آکر ملا اور اپنا نیزہ میرے اونٹ کو چبھو دیا۔ اس کی وجہ سے میرا اونٹ تیز چل پڑا جیسا کہ کسی عمدہ قسم کے اونٹ کی چال تم نے دیکھی ہو گی۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جلدی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی میری نئی نئی

---

(۱) [بخاري (٥١٨٩) كتاب النكاح : باب حسن المعاشرة مع الأهل ' مسلم (٢٤٤٨) كتاب فضائل الصحابة: باب ذكر حديث أم زرع ' ترمذي في الشمائل (٢٥١) نسائي في السنن الكبرى (٩١٣٨/٥) ابن حبان (٧١٠٤) طبراني كبير (٢٦٥/٢٣) أبو يعلى (٤٧٠١/٨) شرح السنة للبغوي (٢٣٤٠)]

شادی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ سے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کنواری سے کیوں نہ کی تم اس کے ساتھ کھیل کود کرتے اور وہ تمہارے ساتھ کرتی۔ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور رات ہو جائے تب داخل ہونا تاکہ بکھرے بالوں والیاں کنگھا کر لیں اور جن کے شوہر موجود نہیں تھے وہ اپنے (زیر ناف اور بغلوں وغیرہ کے) بال مونڈ لیں۔'' (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا﴾

''تم میں سے کوئی جب لمبی مدت کے بعد واپس آئے تو اچانک رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔'' (۲)

مذکورہ دونوں احادیث میں نبی کریم ﷺ کا مقصد ایک ہی ہے کہ رات کو سفر سے واپسی یا لمبے عرصے کے بعد واپس آنے کی صورت میں پہلے گھروں میں اطلاع کر دینی چاہیے تاکہ خواتین خاوندوں کے آنے سے پہلے بن سنور کر تیار ہو جائیں اور ان کے لیے خوشی و آرام کا باعث بنیں۔ عصر حاضر میں یہ اطلاع ڈاک' فون یا ای میل وغیرہ کے ذریعے بآسانی پہنچائی جا سکتی ہے۔

شوہر بلا وجہ بیوی کو اس کے والدین سے ملنے سے نہ روکے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ

﴿قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبد العزیٰ) جو مشرکہ تھیں' میرے ہاں آئیں۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا' میں نے یہ بھی عرض کی کہ وہ مجھ سے ملاقات کی بہت خواہش مند ہیں' تو کیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ

---

(۱) [بخاری (۵۰۷۹) کتاب النکاح : باب تزویج الثیبات ' مسلم (۱۵۲۷) ابو داود (۲۷۷۸) کتاب الجهاد : باب فی الطروق ' دارمی (۱٤٦/۲) أحمد (۳۰۳/۳) ابن حبان (۲۷/٤)]

(۲) [بخاری (۵۲٤٤) کتاب النکاح : باب لا یطرق أهله لیلا ' مسلم (۷۱۵) ابو داود (۲۷۷٦) کتاب الجهاد: باب فی الطروق ' ترمذی (۲۷۱۲) کتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء فی کراهية طروق الرجل أهله لیلا ' أبو یعلی (۱۸٤۳) ابن حبان (٤۱۸۲) حمیدی (۱۲۹۷) أحمد (۲۹۹/۳) بیهقی (۲٦۰/۵)]

رحمی کرو۔"(۱)

بلاوجہ بیوی پر شک نہیں کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ﴾

"ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی کے ہاں کالا لڑکا پیدا ہوا ہے جسے میں اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا' سرخ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا' ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ان میں خاکی بھی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اس رنگ کا کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور آپ ﷺ نے اس کو بچے کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔"(۲)

اگر شوہر بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ لے

اس صورت میں اسے قتل کرنے یا کسی دوسرے کے ذریعے قتل کرانے کی اسلام نے قطعاً اجازت نہیں دی (بلکہ لعان کا حکم دیا ہے)۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ أَهْلِي رَجُلًا لَمْ أَمَسَّهُ حَتَّى آتِيَ

---

(۱) [بخاری (۲۶۲۰) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب الهدية للمشركين ' مسلم (۱۰۰۳) کتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين ' ابو داود (۱۶۶۸) کتاب الزكاة : باب الصدقة على أهل الذمة ' ابن حبان (۴۵۲) طیالسی (۱۶۴۳)]

(۲) [بخاری (۷۳۱۴) کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين ' مسلم (۱۵۰۰) کتاب اللعان : باب ' ابو داود (۲۲۶۰) کتاب الطلاق : باب اذا شك فى الولد ' ترمذی (۲۱۲۸) کتاب الولاء والهبة : باب ما جاء فى الرجل ينتفى من ولده ' ابن ماجه (۲۰۰۲) کتاب النكاح : باب الرجل يشك فى ولده ' حمیدی (۱۰۸۴) ابن حبان (۴۱۰۶)]

بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ كُنْتُ لَأُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ إِنَّهُ لَغَيُورٌ وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي﴾

"حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو (قابل اعتراض حالت میں) دیکھوں تو کیا میں اس کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگاؤں جب تک چار گواہ نہ لے آؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں بے شک۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں تو اس کا علاج تلوار سے جلد ہی کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں ذرا غور سے سنو۔ وہ بڑے غیرت والے ہیں اور میں ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت رکھتا ہے۔"(۱)

لعان کے تفصیلی مسائل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "طلاق کی کتاب" کا مطالعہ مفید ہے۔

سگریٹ نوش بیوی کے ساتھ معاشرت

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ' میری بیوی اللہ کے واجبات پورے کرتی ہے۔ مثلاً نماز' روزہ وغیرہ اور خاوند کے حقوق کی اطاعت گزار ہے۔ مگر وہ چوری چھپے سگریٹ پیتی ہے۔ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے اسے اس عادت کو ترک کرنے کی نصیحت کی مگر اس نے نصیحت قبول نہیں کی اور سگریٹ پینا ترک نہیں کرتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کون سا وسیلہ ہے جس پر میں اپنی بیوی کو چلاؤں؟

1- اگر میں اس کے اس فعل پر صبر کروں' تو کیا یہ میرے لیے جائز ہے؟ جبکہ راضی شخص بھی فاعل ہی کی طرح ہوتا ہے۔

2- جب تک وہ میرے گھر میں ہے اور یہ فعل نہیں چھوڑتی' کیا مجھے بھی گناہ ہوتا رہے گا؟

3- کیا میرے لیے جائز ہے کہ اسے طلاق دے دوں تاکہ میں گناہ سے بچ سکوں؟

میں فضیلت مآب سے اپنی مشکل کے مفصل حل کی توقع رکھتا ہوں؟

شیخ نے جواب دیا کہ

آپ پر واجب یہ ہے کہ اسے نصیحت کرتے رہیں اور اسے سگریٹ پینے کے نقصان بتلاتے رہیں اور ایسی

---

(۱) [مسلم (۱۴۹۸) کتاب اللعان : باب ' ابو داود (۴۵۳۲) کتاب الدیات : باب فی من وجد مع أهله رجلا أیقتله ' ابن ماجه (۲۶۰۵) کتاب الحدود : باب الرجل یجد مع امرأته رجلا]

چیز تلاش کریں جو اس کے اور سگریٹ کے درمیان حائل ہو سکے۔ ان باتوں پر آپ کو اجر ملے گا اور اگر آپ اس کے فعل پر راضی نہیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔ بلکہ آپ نے تو بیوی پر گرفت کی اور اسے نصیحت کی ہے۔ آپ پر واجب ہے کہ نصیحت کرتے جائیں اور جب یہ سمجھیں کہ وہ اس سے باز نہیں آتی تو اگر اس بات پر اسے سرزنش کرنی پڑے تو وہ بھی کریں اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔(۱)

عورت بھی مرد کے حقوق ادا کرے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ أَنْ لَو كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ ﴾

"شوہر کا حق بیوی پر اس قدر ہے کہ اگر شوہر کو کوئی زخم آجائے اور بیوی اسے چاٹ لے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔"(۲)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ میری بیٹی شادی کرنے سے انکار کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اپنے والد کی بات مان لو۔ اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک آپ مجھے یہ نہیں بتا دیتے کہ شوہر کا اپنی بیوی پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ لَو كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا أَوِ انْتَثَرَ مِنْخَرَاهُ صَدِيْدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ ﴾

"شوہر کا حق بیوی پر اس قدر ہے کہ اگر شوہر کو کوئی زخم آجائے اور بیوی اسے چاٹ لے یا اس کا ناک پیپ یا خون نکال رہا ہو اور بیوی اسے نگل جائے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔"(۳)

(3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ امْرَأَةٌ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا ﴾

---

(۱) [فتاوی ابن باز، مترجم (۱۹۸/۱)]

(۲) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۳۱٤۸)]

(۳) [**حسن صحیح** : صحیح الترغیب (۱۹۳٤) کتاب النکاح : باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجتها وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجها وطاعته، بزار فی کشف الأستار (۱٤٦٥) صحیح ابن حبان (٤۱٥۲)]

"کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی مٹھاس نہیں حاصل کر سکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔"(۱)

(4) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلَى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ﴾

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی (یعنی میری) جان ہے! کوئی عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے اور اگر عورت پالان پر بھی سوار ہو اور شوہر اسے بلائے تو بھی اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"(۲)

(5) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللَّهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ أَوْشَكَ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا﴾

"جو بیوی اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف پہنچاتی ہے تو (جنتی عورتوں میں سے) اس کی بیوی' حور عین اس سے کہتی ہے کہ اسے تکلیف نہ دے' وہ تیرے پاس مہمان ہے' جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔"(۳)

مرد کی فرمانبردار رہے

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ﴾

---

(۱) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۱۹۳۹) باب ترغيب الزوج فى الوفاء بحق زوجتها وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجتها وطاعته ' مستدرك حاكم (۱۷۲/٤)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۵۳۳) كتاب النكاح : باب حق الزوج على المرأة' صحيح الترغيب (۱۹۳۸) كتاب النكاح : باب ترغيب الزوج فى الوفاء بحق زوجتها وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجتها وطاعته ' ابن ماجه (۱۸۵۳) صحيح ابن حبان (٤۱۷۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱٦۳۷) كتاب النكاح : باب فى المرأة تؤذى زوجها ' صحيح الترغيب (۱۹٤۵) باب ترغيب الزوج فى الوفاء بحق زوجتها وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجتها وطاعته ' ابن ماجه (۲۰۱٤)]

''جب اس کا شوہر اسے کوئی حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے۔'' (۱)

اُخروی معاملات میں شوہر کا تعاون کرے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لَمَّا نَزَلَ فِي الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ مَا نَزَلَ قَالُوا فَأَيُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ قَالَ عُمَرُ فَأَنَا أَعْلَمُ لَكُمْ ذَلِكَ فَأَوْضَعَ عَلَى بَعِيرِهِ فَأَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَأَنَا فِي أَثَرِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَّ الْمَالِ نَتَّخِذُ فَقَالَ لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا "وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِينُ أَحَدَكُمْ عَلَى أَمْرِ الْآخِرَةِ"﴾

''جب سونا چاندی کے متعلق آیت نازل ہوئی (جس میں انہیں جمع کرنے کی وعید تھی) تو صحابہ کرام نے کہا پھر ہم کون سا مال جمع کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابھی تمہارے لیے اس مسئلے کا حل دریافت کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں (ثوبان رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم کون سا مال جمع کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل' ذکر کرنے والی زبان اور اُمورِ آخرت پر مددگار مومنہ بیوی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' (۲)

نیکی کے کاموں میں دونوں ایک دوسرے کے معاون بنیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ [المائدة : ۲]

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ﴾

''اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پر رحم کرے جو رات کو اٹھے اور نفل پڑھے' اپنی بیوی کو بھی (نوافل کے لیے) اٹھائے اور اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ ایسی عورت پر بھی

---

(۱) [حسن : ارواء الغليل (۱۷۸٦)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۵۰۵) كتاب النكاح : باب أفضل النساء' السلسلة الصحيحة (۲۱۷٦) ابن ماجه (۱۸۵٦) ترمذی (۳۰۸٤) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التوبة' مسند احمد (۲۲۵۰۰)]

رحم کرے جو رات کے وقت اٹھے ' نفل پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی اٹھائے اور اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔''(۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ﴾

''جو شخص رات کو بیدار ہو اور اپنی بیوی کو بھی اٹھائے ' پھر دونوں اکٹھے دو رکعت نفل نماز ادا کریں تو ان دونوں کو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''(۲)

روزِ قیامت دونوں سے اپنے اپنے فرائض کے متعلق سوال کیا جائے گا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔''(۳)

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳٤۹٤) صحيح ابو داود (۱۲۸۷) ابو داود (۱٤٥۰) كتاب الصلاة : باب الحث على قيام الليل]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۲۸۸) كتاب الصلاة : باب الحث على قيام الليل ' ابو داود (۱٤٥۱)]

(۳) [بخاری (۸۹۳) كتاب الجمعة : باب الجمعة في القرى والمدن ' مسلم (۱۸۲۹) كتاب الامارة : باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية ' ترمذی (۱۷۰۵) كتاب الجهاد : باب ما جاء في الامام ' نسائی في السنن الكبرى (۹۱۷۳/٥) عبد الرزاق (۲۰٦٤۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱٤) بیهقی (۲۸۷/٦)]

شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ

(شیخ ابن جبرین) کسی عورت نے دریافت کیا کہ میرے خاوند کا بھائی شادی کر کے ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہنا چاہتا ہے' جبکہ اسے معلوم ہے کہ میں اس کے سامنے چہرہ ننگا نہیں کرتی' نہ اس کے پاس بیٹھتی ہوں اور نہ کبھی اسے دیکھتی ہوں۔ پھر واقعتاً اس نے شادی کر لی۔ اس پس منظر میں تنگیٔ حالات کی بنا پر کیا میرا اپنے شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا دو بھائیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے سے تعبیر تو نہیں کیا جائے گا؟ کیا ایسا مطالبہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ میرا خاوند تو یہ سمجھتا ہے کہ دونوں بھائیوں کا الگ الگ رہنا بہتر ہے' جبکہ میری ساس جو ہمارے ساتھ ہی رہتی ہے ہمارے ایک جگہ رہنے کو پسند کرتی ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

ان حالات میں اگر مکمل پردہ اور عدم خلوت کا ماحول میسر آسکے تو ساس کی خوشی کے لیے ایک جگہ رہنا بہتر ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو الگ الگ رہنا بہتر ہے۔ اگر ایک بھائی کی بیوی سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاوند کے بھائی کے ساتھ بے حجاب رہتی ہے یا اس کے ساتھ گھر میں خلوت اپناتی ہے یا ایک بھائی دوسرے کی بیوی کے متعلق غیر اطمینان بخش رویہ اپناتا ہے' اس کے پیچھے جاتا ہے' اس کی غفلت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر اجازت اس کے پاس چلا جاتا ہے' یا کپڑوں کے نیچے سے دیکھتا ہے' تو ایسے حالات میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ تنگی اور مشقت سے بچنے کے لیے خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔(۱)

حسن سلوک سے پیش نہ آنے والے شوہر کے ساتھ معاشرت

(شیخ ابن بازؒ) کسی عورت نے دریافت کیا کہ 'میرا خاوند "اللہ اس سے درگزر فرمائے" اگرچہ خشیت الٰہی کا حامل اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہے۔ مگر میری قطعاً کوئی پرواہ نہیں کرتا' ہمیشہ ہی ترش روئی اور سنگدلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ اس کا ذمہ دار مجھے ہی ٹھہراتا ہے' لیکن اللہ جانتا ہے کہ بحمد اللہ میں اس کے جملہ حقوق کی ادائیگی کرتی ہوں۔ ہمیشہ سے اس کی راحت و اطمینان کا سامان فراہم کرتی ہوں اور اس کے لیے ہر ناگوار عمل سے پرہیز کرتی ہوں' اس کے باوجود جو سلوک وہ مجھ سے روا رکھتا ہے اس پر صبر کرتے ہوئے سب کچھ برداشت کرتی ہوں۔ میں جب بھی کسی چیز کے متعلق دریافت کرتی ہوں یا کسی مسئلے کے بارے میں بات

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۲۹۰)]

کرتی ہوں تو غضب ناک ہو کر بھڑک اٹھتا ہے' اس کے برعکس وہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ خندہ رو اور ہشاش بشاش رہتا ہے' میں نے ہمیشہ ہی اس کی طرف سے بد معاملگی اور ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا کیا ہے۔ اس کا یہ رویہ کبھی کبھی تو اتنا تکلیف دہ اور المناک ہوتا ہے کہ میں یہ سوچنے لگتی ہوں' کیوں نہ اس گھر بار کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ الحمد للہ! میں مڈل حصے تک پڑھی لکھی خاتون ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی میں کوشاں رہتی ہوں۔

فضیلۃ الشیخ اگر میں گھر چھوڑ دوں' تن تنہا اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کروں اور زندگی کے دکھ سکھ برداشت کروں تو کیا میں گناہ گار ہوں گی؟ یا اسی جگہ اسی حالت میں اس کے پاس رہوں اور سب کچھ پس پشت ڈال کر زندگی کے باقی ایام پورے کروں؟

شیخ نے جواب دیا کہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی دونوں پر حسن معاشرت' اخلاق فاضلہ اور خندہ روئی کا تبادلہ واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ١٩]

"بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اپناؤ۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر (ایک گونہ) فضیلت حاصل ہے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

﴿الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ﴾ [مسلم]

"نیکی حسن خلق کا نام ہے۔"

آپ ﷺ کا ہی ارشاد ہے کہ

﴿لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ﴾ [مسلم]

"کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو' اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ روئی سے ہی کیوں نہ ملے۔"

مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا ' وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي ﴾

''ایمان والوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے' جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے اچھے ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔''

علاوہ ازیں کئی ایک احادیث نبوی جو کہ مسلمانوں میں عمومی طور پر حسن خلق' اچھی ملاقات اور حسن معاشرت کی ترغیب دلاتی ہیں' میاں بیوی اور عزیز' رشتے داروں کو تو کہیں زیادہ ان اُمور پر غور کرنا چاہیے۔ آپ نے خاوند کے جور و ستم اور ایذاء رسانی کے باوجود صبر جمیل کا مظاہرہ کیا جو قابل تعریف ہے۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے مطابق مزید صبر اور گھر نہ چھوڑنے کی نصیحت کرتا ہوں' کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور انجام بالخیر ہے۔ انشاء اللہ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾ [الأنفال : ٤٦]

''اور صبر کرو' بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ [يوسف : ٩٠]

''یقیناً جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور صبر کرے پس بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر : ١٠]

''یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''

ایک اور جگہ پر یوں فرمایا:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [هود : ٤٩]

''پس صبر کیجئے' بے شک بہترین انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

خاوند کے ساتھ دل لگی کرنے اور ایسے اچھے الفاظ کے ساتھ' کہ جن سے اس کا دل نرم ہو جائے' مخاطب ہونے میں کوئی حرج نہیں' کہ وہی الفاظ آپ کے بارے میں خوش روئی کا سبب بن جائیں اور اس

میں آپ کے حقوق ادا کرنے کا شعور بیدار ہو جائے (یعنی ایسا انداز تکلم جو اس کے دل کو نرم کر دے)۔ جب تک وہ تمام ضروری اور اہم معاملات کی ادائیگی پر قائم ہے' حتی کہ جب تک اس کا سینہ کھل نہیں جاتا اور تمہارے بڑے بڑے مطالبات کے لیے اس کے دل میں وسعت پیدا نہیں ہوتی' اپنی دنیوی ضروریات کے مطالبے کو چھوڑ دیں۔ بالآخر آپ ہی کی تعریف کی جائے گی۔ انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کو مزید صبر واستقامت سے نوازے' آپ کے خاوند کی اصلاح فرمائے۔ اسے رشد و خیر ودیعت کرے اور حسن خلق اور خندہ پیشانی کے ساتھ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے کہ وہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔ (۱)

گالیاں بکنے اور لعن طعن کرنے والے شوہر کے ساتھ معاشرت

(شیخ ابن باز) کسی نے دریافت کیا کہ 'جب مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر خاوند کے ساتھ زندگی بسر کرنا محال ہو جائے تو مطالبہ طلاق کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے! میرا خاوند جاہل ہے اور میرے حقوق سے آگاہ نہیں وہ مجھے اور میرے والدین کو لعن طعن کرتا ہے' مجھے یہودی' عیسائی اور رافضی جیسے القاب دیتا ہے' لیکن میں بچوں کی خاطر اس کے مذموم اخلاق پر صبر کرتی ہوں' مگر جب میں جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئی تو بے بسی کے عالم میں میرے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ مجھے اس سے اتنی شدید نفرت ہو گئی کہ اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں رہا۔ میں نے ان حالات میں طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے رد کر دیا۔ میں گزشتہ چھ سال سے اپنے بچوں کے ساتھ اس کے گھر میں ایک مطلقہ اور اجنبی کی طرح پڑی ہوں لیکن وہ میرا طلاق کا مطالبہ رد کرتا آرہا ہے۔ براہِ کرم جواب باصواب سے نوازیں۔

شیخ نے جواب دیا کہ

اگر خاوند کا رویہ ایسا ہی ہے جیسا آپ نے بتایا ہے تو ایسے حالات میں اس سے طلاق طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح اس سے جان چھڑانے کے لیے خلع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کی بدکلامیوں' زیادتیوں اور سوءِ معاشرت کی بنا پر اس سے طلاق لینے کے لیے اسے کچھ مال دے دیں اور اس سے جان چھڑا لیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کی خاطر اور اپنے اور ان کے اخراجات کی خاطر اسے برداشت کر سکیں اور ساتھ ہی ساتھ اچھے انداز سے اسے سمجھاتی رہیں اور اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتی رہیں تو ہم آپ کے لیے اجر و ثواب اور اچھے انجام کی امید کرتے ہیں۔ ہم بھی اس کے لیے ہدایت اور استقامت کے لیے اللہ

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۲۰۷)]

رب العزت سے دعا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ اگر وہ نماز پڑھتا ہو اور اہانتِ دین کا مرتکب نہ ہوتا ہو اور اگر وہ تارک نماز ہے یا دین کی اہانت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ کافر ہے اور آپ کا اس کے ساتھ رہنا یا اسے اپنے اوپر بااختیار بنا دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ علماء کا اجماع ہے کہ دین اسلام کو گالیاں دینا اور اس کا استہزاء کرنا کفر' گمراہی اور ارتداد عن الاسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ' لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾ [التوبة : ٦٥]

"آپ فرما دیجئے! اچھا تم استہزاء کر رہے تھے اللہ' اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ؟ اب بہانے نہ بناؤ' تم اظہارِ ایمان کے بعد اب کافر ہو چکے ہو۔"

اسی طرح اہل علم کے صحیح قول کی رو سے ترک نماز کفر اکبر ہے' اگرچہ ایسا شخص نماز کے وجوب کا انکار نہ بھی کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ﴾ [مسلم]

"مومن اور کافر کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہی حد فاصل ہے۔"

اور دوسری حدیث میں ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ﴾ [ترمذی]

"ہمارے اور ان (کفار) کے مابین نماز ہی تو حد فاصل ہے' جس نے نماز کو چھوڑا اس نے یقیناً کفر کیا۔"

علاوہ ازیں کتاب و سنت کے بہت سارے دلائل اس موضوع پر موجود ہیں۔(۱)

سگریٹ نوش شوہر کے ساتھ معاشرت

(شیخ ابن بازؒ) کسی عورت نے دریافت کیا کہ' میرا خاوند دائی سگریٹ نوش ہے جس سے وہ سانس کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے' اس کے اس فعل بد سے باز نہ آنے کی وجہ سے ہماری زندگی میں کئی مشکلات نے جنم لیا ہے۔ پانچ ماہ قبل اس نے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے قسم اٹھائی کہ وہ دوبارہ سگریٹ نوشی نہیں کرے گا' مگر اس کے ایک ہفتہ بعد وہ دوبارہ سگریٹ پینے لگا' اس سے مزید مشکلات کا پیدا ہونا یقینی تھا' چنانچہ میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا تو اس نے دوبارہ ایسا نہ کرنے اور ہمیشہ کے لیے اس عادت کو چھوڑنے کا وعدہ کیا' لیکن اب مجھے اس پر قطعاً اعتماد نہیں رہا۔ اس بارے میں آپ کی درست رائے کیا ہے؟ اس کی قسم کا کفارہ کیا

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۲۱۲)]

ہے؟ آپ مجھے کیا نصیحت کرنا چاہیں گے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

سگریٹ نوشی حرام اور خبیث اشیاء میں سے ہے۔ اس کے بے شمار نقصانات ہیں۔ قرآن حکیم میں سورۂ مائدہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ﴾ [المائدة : ٤]

"آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کچھ حلال کیا گیا ہے؟ فرما دیجئے! پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

"وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سگریٹ ایک خبیث چیز ہے' لہٰذا آپ کے خاوند پر اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے پیش نظر' ذات باری تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب سے بچنے کی خاطر' اپنے دین' صحت اور گھریلو حسن معاشرت کی خاطر آپ کے خاوند کو سگریٹ نوشی ترک کر دینی چاہیے۔ قسم توڑنے کے جرم میں اس پر کفارہ واجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اللہ کے حضور توبہ کرنا اور آئندہ کے لیے ایسا نہ کرنے کا عہد کرنا چاہیے۔ کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا' یا انہیں لباس پہنانا' یا گردن (غلام) آزاد کرنا ہے۔ کھانا کھلانے کی صورت میں انہیں صبح یا شام کا کھانا کھلانا کافی ہوگا' یا ہر ایک مسکین کو شہری خوراک سے نصف صاع دینا ہوگا۔ نصف صاع کی مقدار تقریباً ڈیڑھ کلو ہے۔

ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور اس کی سیرت اچھی ہے اور سگریٹ نوشی بھی چھوڑ دیتا ہے' تو اس سے طلاق کا مطالبہ نہ کریں' اور اگر وہ اس معصیت پر گامزن رہے تو طلاق کا مطالبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم اس کے لیے ہدایت اور خالص توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں۔(۱)

بے نماز شوہر کے ساتھ معاشرت

(شیخ ابن عثیمین) کسی عورت نے دریافت کیا کہ میرا خاوند دین کے بارے میں بے پرواہی کا مظاہرہ کرتا

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۲۱٤)]

ہے' وہ نہ تو نماز پڑھتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے بلکہ الٹا مجھے بھی ہر اچھے کام سے روکتا ہے' علاوہ ازیں وہ مجھ پر شک بھی کرنے لگا ہے' تمام کام کاج چھوڑ کر گھر بیٹھا رہتا ہے تاکہ وہ میری نگرانی کر سکے' دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

ایسے خاوند کے پاس نہیں رہنا چاہیے' کیونکہ وہ نماز چھوڑنے کی بنا پر کافر ہو چکا ہے اور کافر آدمی کے ساتھ مسلمان عورت کا رہنا حلال نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ [الممتحنة : ١٠]

''اگر تمہیں ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ وہ (مومن عورتیں) کافروں کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ (کافر مرد) مومن عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''

لہٰذا تمہارا نکاح ٹوٹ چکا ہے' تمہارے درمیان کوئی نکاح نہیں تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرما دے اور وہ تائب ہو کر اسلام کی طرف لوٹ آئے' صرف اسی صورت میں رشتۂ ازدواج باقی رہ سکتا ہے۔ جہاں تک آپ کے خاوند کے رویئے کا تعلق ہے تو شک پر مبنی اس کا یہ طرز عمل ناروا ہے۔ میرے خیال میں وہ شک اور وسواس کی بیماری میں مبتلا ہے جو کہ بعض لوگوں کو عبادات اور دوسروں کے ساتھ معاملات کے دوران لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے کہ اسے ذکر الٰہی' انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ الغرض آپ کو ایسے خاوند سے الگ ہو جانا چاہیے۔ وہ کافر ہے اور آپ مومنہ۔ آپ کے خاوند کو ہماری نصیحت ہے کہ وہ دین کی طرف پلٹ آئے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے ایسے ذکر واذکار کا اہتمام کرے جو اس کے دل سے شکوک ووساوس کو باہر نکال دے۔ ہم اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق کی استدعا کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)(١)

بیوی کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ﴾

---

(١) [فتاوی برائے خواتین (ص / ١٩٦)]

"نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی اہلیہ کا بوسہ لیا اور نماز کے لیے نکل گئے اور آپ نے وضوء نہیں کیا۔" (۱)

جن لوگوں نے مجرد عورت کو چھونا ہی ناقضِ وضوء شمار کیا ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿أَوْ لَا مَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ [النساء: ٤٣] لیکن یہ آیت ان کے مؤقف کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ آیت میں مس (چھونے) سے مراد جماع و ہم بستری ہے۔ (۲)

(البانیؒ) حق بات یہ ہے کہ عورت کو چھونا اور اسی طرح اس کا بوسہ لینا وضوء نہیں توڑتا۔ (۳)

(ابن عثیمینؒ) راجح مؤقف یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے یا اس کا بوسہ لینے سے مطلق طور پر وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (٤)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق (عورت کا) بوسہ لینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ لذت محسوس کرے بشرطیکہ انزال نہ ہو اور روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ (٥)

بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا

دورانِ روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا البتہ یہ یاد رہے کہ یہ اجازت ایسے شخص کے لیے ہے جو اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہو اور اسے یقین ہو کہ وہ بوس و کنار سے جماع تک نہیں پہنچے گا کیونکہ جماع کی صورت میں روزہ باطل ہو جاتا ہے اور روزے کی قضا کے ساتھ اس کا کفارہ (ایک گردن آزاد کرنا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا) بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ دورانِ روزہ بیوی کا بوسہ لینے کے جواز کے متعلق چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ﴾

"نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٤٠٦) ترمذى (٧٦) كتاب الطهارة : باب ما جاء فى ترك الوضوء من القبلة، ابن ماجة (٥٠٢) كتاب الطهارة وسننها : باب الوضوء من القبلة، أبو داود (١٧٨) كتاب الطهارة : باب الوضوء من القبلة، نسائى (١٧٠) أحمد (٢١٠/٦) دار قطنى (١٣٩/١) بيهقى (١٢٦/١)]

(۲) [تفسير فتح القدير (٦٠٢/١) تيسير العلى القدير (٣٩٣٣١) نيل الأوطار (٢٩٧/١) تلخيص الحبير (٢٢٩/١)]

(۳) [الضعيفة (تحت الحديث / ١٠٠٠) نظم الفرائد (٢٦٨/١)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٢٢٢/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٦٩/٥)]

مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔“(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ﴾

”رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے‘ پھر آپ رضی اللہ عنہا ہنسیں۔“(۲)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ ”وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ“﴾

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔اس لیے میں چپکے سے نکل گئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی ہے ‘کیا حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا ہاں‘ پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں داخل ہو گئی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔“(۳)

(سید سابقؒ) دوران روزہ اس شخص کے لیے بوسہ لینا جائز ہے جو ضبط نفس کی طاقت رکھتا ہو۔(٤)

---

(۱) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم : باب المباشرة للصائم ‘ مسلم (۱۱۰٦) کتاب الصیام : باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من ترك شهوته ‘ ابن ماجة (۱٦۸۷) کتاب الصیام : باب ما جاء فی المباشرة للصائم ‘ ابن خزیمة (۲۳۰/٤) طیالسی (۱۳۹۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۲) احمد (٤۲/٦ـ۲۱٦ـ۲۳۰) حمیدی (۱۹٦) بیهقی (۲۲۹/٤) ابن الجارود (۸۹٤)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۸) کتاب الصوم : باب القبلة للصائم ‘ مسلم (۱۱۰٦) کتاب الصیام : باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك سهوته ‘ موطا (٦٤٦) کتاب الصیام : باب ما جاء فی الرخصة فی القبلة للصائم ‘ احمد (۲٤۱٦٥) ابن ابی شیبة (٥۹/۳) ابو یعلی (٤٤۲۸)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۸) کتاب الصوم : باب القبلة للصائم ‘ مسلم (۱۱۰٦) کتاب الصیام : باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك سهوته]

(٤) [فقه السنة (٤۰٦/۱)]

کوئی عیب نکل آنے پر نکاح فسخ کرنے کا حکم

اس ضمن میں چند روایات کتب احادیث میں موجود ہیں مگر ان کی استنادی حیثیت ضعف پر مبنی ہے۔ چند ایک روایات کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی عالیہ نامی خاتون سے نکاح کیا جب وہ آپ ﷺ کے پاس خلوت میں داخل ہوئی اور اس نے اپنا لباس اتارا تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں پھل بہری (برص) کے داغ دیکھے تو فرمایا: ﴿ الْبَسِي ثِيَابَكِ وَالْحَقِي بِأَهْلِكِ ﴾ "اپنے کپڑے پہن لے اور اپنے گھر چلی جا۔" اور آپ ﷺ نے اس کے متعلق حکم ارشاد فرمایا کہ اسے مہر دے دیا جائے۔(۱)

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں مذکورہ مسئلے کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ ﴿ الحَقِي باهلك ﴾ کے الفاظ طلاق سے کنایہ ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خانؒ اور شیخ البانیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے (اور مرد کی طرف سے طلاق ہی نکاح کے بعد جدائی کا ذریعہ ہے)۔(۲)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے ہم بستری کرے اور اسے معلوم ہو کہ وہ عورت برص کے مرض میں مبتلا ہے' یا دیوانی ہے یا کوڑھی کی مریضہ ہے تو چونکہ شوہر نے اسے چھوا ہے اس لیے وہ حق مہر کی مستحق ہے اور اس مہر کی رقم اُس سے وصول کی جائے گی جس نے اسے دھوکہ دیا۔"(۳)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی روایت مروی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اگر عورت کو "قرن" (ایسی بیماری جس کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ میں گوشت ابھر آتا ہے) کی بیماری ہو تو اس کا شوہر خود مختار ہوگا۔ اگر مرد نے اس عورت سے مباشرت کی ہو تو شرمگاہ کو حلال کرنے کے بدلے میں مہر دینا ہوگا۔(٤)

---

(۱) [**ضعیف** : إرواء الغليل (۱۹۱۲) أحمد (۴۹۳/۳) الكامل لابن عدى (۳۰۶) حاكم (۳٤/٤) السنن الكبرى للبيهقى (۲۱۳/۷)]

(۲) [الروضة الندية (٦٥/۲) التعليقات الرضية على الروضة (۲۰۳/۲)]

(۳) [**ضعیف** : سعيد بن منصور (۸۱۸) موطا (٥۲٦/۲) ابن أبي شيبة (۱۷٥/٤) دارقطنى (۲٦٦/۳) یہ حدیث منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [التعليق على سبل السلام للشيخ صبحى حلاق (۹٤/٦)]

(٤) [**ضعیف** : سعيد بن منصور (۸۲۰) بيهقى (۲۱٥/۷) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۹٥/٦)]

(4) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامرد آدمی کے لیے ایک سال کی عدت کا فیصلہ کیا۔(۱)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چار عیوب کی وجہ سے عورتوں کو لوٹایا جا سکتا ہے: پاگل پن، جذام، برص اور شرمگاہ کی بیماری (آتشک یا سوزاک وغیرہ)۔(۲)

چونکہ مذکورہ روایات و آثار ضعیف ہیں لہذا ان سے یہ ثابت کرنا درست نہیں کہ محض عیوب کی وجہ سے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا یہ کہ وجوب مہر کے لیے محض خلوت ہی کافی ہے، تعلق زن و شوہر ضروری نہیں۔

(جمہور) ہر وہ عیب اور نقص جو میاں بیوی کے درمیان نفرت کا موجب ہو اور اس کی وجہ سے مقصد نکاح بھی حاصل نہ ہو سکے، یا وہ عیب جو وظیفہ زوجیت میں دخل انداز ہو، فسخ نکاح اور اختیار کا سبب بن جاتا ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) خاوند بیوی کو کسی وجہ سے بھی نہیں رد سکتا کیونکہ اس کے اختیار میں طلاق ہے اور بیوی صرف اس صورت میں شوہر کو رد کر سکتی ہے کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو یا اس قدر ڈھیلا ہو کہ قوت جماع نہ رکھتا ہو۔

(ابن حزمؒ، اہل ظاہر) کسی بھی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) میاں بیوی میں سے جس میں بھی جذام، برص اور پاگل پن ظاہر ہو جائے تو دوسرا فسخ نکاح کا حق رکھتا ہے۔(٤)

(ابن قیمؒ) انہوں نے جمہور کے موقف کو ترجیح دی ہے۔(٥)

(راجح) کسی عیب کی وجہ سے فسخ نکاح شریعت میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں البتہ طلاق اور خلع مشروع ہے لہذا اگر کوئی ایسا عیب ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے اکٹھے رہنا دشوار ہو تو مرد طلاق دے سکتا ہے اور عورت خلع لے سکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [ضعیف : ابن أبي شيبة (٢٠٦/٤) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٩٦/٦)]

(۲) [ضعیف : بيهقي (٢١٥/٧) امام صنعانیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ [سبل السلام (١٣٥٣/٣)]

(۳) [الأم (٨٤/٥) المبسوط (٩٥/٥) الخرشي (٢٣٨/٣) المغني (١١٢/٧) المحلى (١٠٩/١٠) نيل الأوطار (٢٣٩/٤)]

(٤) [فتاوى النساء (ص/١٠٣)]

(٥) [زاد المعاد (١٨٠/٥)]

باب حقوق الزوجين — زوجین کے حقوق کا بیان

شوہر کے حقوق

حق زوجیت کی ادائیگی

مقاصدِ نکاح میں سے ایک اہم اور بنیادی مقصد انسان کے فطری جذبۂ شہوت کی تسکین بھی ہے۔ لہٰذا جب بھی شوہر کو ہم بستری کی حاجت ہو تو بیوی پر لازم ہے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے شوہر کی اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ ﴾

"جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت (یعنی ہم بستری) کے لیے بلائے تو وہ فوراً آجائے خواہ وہ تنور پر ہی ہو۔"(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس (بیوی) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔"(۲)

(3) اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو بستر پر (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ انکار کر دے تو وہ جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اس پر اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک وہ (شوہر) اس سے راضی نہ ہو جائے۔"(۳)

---

(۱) [صحيح : هداية الرواة (٣١٩٣) ' (٣٠١/٣) الصحيحة (١٢٠٢) ترمذى (١١٦٠) كتاب الرضاع : باب ما جاء في حق الزوج على المرأة ' نسائى فى السنن الكبرى (٨٩٧١) أحمد (٢٢/٤)]

(۲) [بخارى (٥١٩٣) كتاب النكاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ' مسلم (١٤٣٦) كتاب النكاح : باب تحريم امتناعها من فراش زوجها]

(۳) [مسلم (١٤٣٦) كتاب النكاح : باب تحريم امتناعها من فراش زوجها]

(4) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

"شوہر عورت کو بلائے اور وہ سواری پر (سفر وغیرہ پر روانگی کے لیے) سوار ہو تب بھی انکار نہ کرے۔"(۱)

یاد رہے کہ جب ایسے خاص حالات میں انکار کی اجازت نہیں تو پھر عام حالات میں کیسے ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر بیوی بیمار ہو یا اسے کوئی اور ضروری عذر ہو تو شوہر کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے' اسے تکلیف میں مبتلا کر کے اپنی خواہش پوری نہیں کرنی چاہیے۔

(شیخ عثیمین) اگر خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو بیوی پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ کسی نفسیاتی یا جسمانی بیماری کی وجہ سے اس مطالبے کی تعمیل کرنے سے قاصر ہے تو اس حالت میں خاوند کے لیے ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

﴿لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ﴾ [مسند احمد (۳۲۷/۵)]

"تکلیف اٹھانا اور کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔"

لہٰذا اسے توقف کرنا چاہیے' یا کسی غیر مضر طریقے سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہیے۔(۲)

(شیخ سلیم ہلالی) عورت پر حرام ہے کہ شوہر کے (بلانے پر اس کے) بستر پر آنے سے انکار کرے۔(۳)

شوہر کی برتری تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء: ۳۴]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

"مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔"

---

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجه (۱۵۳۳) صحیح الترغیب (۱۹۳۸) ابن ماجه (۱۸۵۳)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص ۲۱۶)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۱۸/۳)]

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا﴾

"اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"(۱)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا " وَ أَطَاعَتْ بَعْلَهَا " فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ﴾

"جب عورت پانچوں نمازیں ادا کرے' ماہ رمضان کے روزے رکھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔"(۲)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ اثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُؤُوسَهُمَا : عَبْدٌ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ حَتَّى يَرْجِعَ " وَامْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا حَتَّى تَرْجِعَ "﴾

"دو آدمی ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے تجاوز نہیں کرتی: ایک ایسا غلام جو اپنے مالکوں سے بھاگ گیا ہو حتی کہ وہ واپس لوٹ آئے اور دوسری وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمان ہو حتی کہ وہ (اطاعت وفرمانبرداری کی طرف) لوٹ آئے۔"(۳)

(6) حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عَمَّةً لَهُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهَا : أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ ؟ قَالَتْ نَعَمْ ' قَالَ فَأَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ ؟ قَالَتْ مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ ' قَالَ فَكَيْفَ أَنْتِ لَهُ " فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ "﴾

"ان کی پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم اپنے شوہر سے کیسا رویہ برتتی ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے کبھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں کمی نہیں کی الا کہ جو میری طاقت سے باہر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) [صحیح : ارواء الغلیل (۱۹۹۸) ترمذی (۱۱۵۹) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة ' ابن ماجه (۱۸۵۲) کتاب النکاح : باب حق الزوج علی المرأة]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۳۱۹۰) ' (۳۰۰/۳) آداب الزفاف (ص / ۲۸۶) ابن حبان (۴۱۶۳) احمد (۱۹۱/۱)]

(۳) [حسن : صحیح الترغیب (۱۹۴۸) کتاب النکاح : باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجته وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجها وطاعته ' طبرانی صغیر (۱۷۲/۱) والأوسط باسناد جید ' حاکم (۱۷۳/۴)]

پھر دریافت کیا کہ تم اس کی نظر میں کیسی ہو؟(خبر دار!)وہ تمہاری جنت(اس کی اطاعت کے بدلے میں)اور جہنم(اس کی نافرمانی کے بدلے میں)ہے۔"(۱)

یاد رہے کہ بیوی پر شوہر کی اطاعت کا وجوب صرف حلال کاموں میں ہے' حرام کاموں میں نہیں مثلاً شوہر کہے کہ میرے بھائیوں سے پردہ نہ کر' نماز نہ پڑھ' میرے ساتھ مزاروں پر چل' اہل قبور سے مدد مانگ' قبر پر سجدہ کر' اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کر لے وغیرہ وغیرہ تو ایسے تمام غیر شرعی کاموں میں بیوی پر شوہر کی اطاعت واجب نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس کام میں مخلوق کی اطاعت سے منع فرمایا ہے جو خالق کی ناراضگی کا موجب ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ

﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾

"خالق کی نافرمانی(والے کام)میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"(۲)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

﴿أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتْ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعَرُ رَأْسِهَا فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعَرِهَا فَقَالَ لَا إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ﴾

"قبیلہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی تھی۔ اس کے بعد لڑکی کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے اُڑ گئے تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے شوہر نے اس سے کہا ہے کہ اپنے بالوں کے ساتھ(دوسرے مصنوعی بال)جوڑے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو ہرگز ایسا مت کر کیونکہ مصنوعی بال سر پر رکھ کر جو جوڑے تو ایسے بال جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔"(۳)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ اگر شوہر کوئی غیر اسلامی کام کرنے کا حکم دے تو بیوی پر واجب نہیں کہ ایسے کام میں بھی اس کی اطاعت کرے۔

---

(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۹۳۳) کتاب النکاح : باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجته وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجها وطاعته ' احمد (۳۴۱/۴) نسائی (۷۶) حاکم (۱۸۹/۲) امام حاکمؒ نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۵۲۰) المشکاۃ (۳۶۹۶)]

(۳) [بخاری (۵۲۰۵) کتاب النکاح : باب لا تطیع المرأۃ زوجها فی معصیة]

(شیخ ابن باز) کسی عورت نے دریافت کیا کہ 'میں نے ایک شخص سے شادی کی۔ شادی کے بعد اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کے بھائیوں سے چہرے کا پردہ نہ کروں وگرنہ وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ دریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیے؟ جبکہ مجھے طلاق سے خوف آتا ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

خاوند کے لیے غیر مردوں کے سامنے بیوی کو بے پردہ کرنا جائز نہیں۔ خاوند کو اپنے گھر میں اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی بیوی اس کے بھائیوں' چچاؤں اور ان کے بیٹوں وغیرہ غیر محرم رشتے داروں کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کرنے کے لیے مجبور ہو۔ ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے' اگر خاوند اس کے لیے پابند کرتا ہے تو بیوی پر اس کی اطاعت ایسے اُمور میں واجب نہیں ہے۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے' عورت پر پردہ کرنا ضروری ہے۔ چاہے اس کی پاداش میں وہ اسے طلاق ہی دے دے' اگر وہ ایسا کر گزرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر انتظام فرمادے گا۔ انشاء اللہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ﴾ [النساء: ۱۳۰]

"اگر وہ الگ الگ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی فرمادے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لِلَّهِ عَوَّضَهُ اللَّهُ خَيْرًا مِنْهُ﴾ [الدرر المنتثرة للسيوطي]

"جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی چیز چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر معاوضہ دے گا۔"

اسی طرح اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ٤]

"اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا' اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔"

اگر بیوی پردہ کرتی ہو اور عفت و عصمت کے اسباب اپنانا چاہتی ہو' تو خاوند کو اسے طلاق کی دھمکی نہیں دینی چاہیے۔ [نسأل الله العافية](۱)

(شیخ عبد اللہ بسام) عورت کا شوہر پر یہ حق ہے کہ وہ معروف کاموں میں اس کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے۔(۲)

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص/ ۲۱٤)]

(۲) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۰/۵)]

(سعودی مجلس افتاء) عورت پر واجب ہے کہ (ہر) معروف کام میں شوہر کی اطاعت کرے۔(۱)

(شیخ سلیم ہلالی) عورت کسی معصیت کے کام میں شوہر کی اطاعت نہ کرے۔(۲)

شوہر کی خدمت

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ﴾

"عورتوں کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔"(۳)

اور قیدی کا مقام یہی ہے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت کرے۔

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

یاد رہے کہ گھریلو کام کاج عورت کے ذمہ ہی ہے مثلاً صفائی ستھرائی اور کھانا پکانا وغیرہ۔ کیونکہ ابتدائے زمانہ سے یہ کام خواتین ہی کرتی آرہی ہیں حتی کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کی عورتیں یہ تمام کام کرتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ گھر سے باہر پُر مشقت کام بھی کیا کرتی تھیں اور کبھی ایسا نہیں سنا گیا کہ عورتوں نے کہا ہو کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں جیسا کہ چکی چلانے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشان پڑ چکے تھے اور اسی طرح مشکیزے بھر بھر کے لانے کی وجہ سے ان کے کندھوں پر بھی نشان نمودار ہو چکے تھے لیکن جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو تمہاری ذمہ داری ہی نہیں ہے بلکہ یہ تمام کام اسی کے ذمہ رکھے۔(٥)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

﴿تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۲۷/۱۹)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۶۰/۳)]

(۳) [حسن : صحيح ترمذی' ترمذی (۱۱۶۳) كتاب الرضاع : باب ما جاء في حق المرأة على زوجها]

(٤) [زاد المعاد (۱۸۸/٥)]

(٥) [بخاری (۳۷۰٥) كتاب فضائل أصحاب النبي : باب مناقب علي بن أبي طالب]

أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ ......»

''زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور ان کے گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال' کوئی غلام' کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی' پانی پلاتی' ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ انصار کی کچھ لڑکیاں میری روٹی پکا جاتی تھیں۔ یہ بڑی سچی اور باوفا عورتیں تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی تھی' اس سے میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے دو میل دور تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قبیلہ انصار کے کئی آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا' پھر (اونٹ کو بٹھانے کے لیے) کہا' اخ اخ۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے سوار کر لیں لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ بڑے ہی باغیرت تھے۔ آپ ﷺ بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں۔ اس لیے آپ ﷺ آگے بڑھ گئے۔ پھر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے واقعہ کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ سے میری ملاقات ہو گئی تھی اور...... اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! مجھ کو تو اس سے بڑا رنج ہوا کہ تو گٹھلیاں لانے کے لیے نکلے اگر تو آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی (کیونکہ اسماء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی سالی اور بھاوج دونوں ہوتی تھیں) اس کے بعد میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا وہ گھوڑے کا سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی گویا والد ماجد نے (غلام بھیج کر) مجھ کو آزاد کر دیا۔'' (۱)

ثابت ہوا کہ عورت عضوِ معطل نہیں ہے کہ اس کے ذمہ کوئی کام ہی نہیں بلکہ گھر کا تمام کام اسی کے ذمہ ہے۔ شوہر اگر گھر مہیا کرتا ہے تو عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے گھر کی صفائی ستھرائی کرے' شوہر اگر غلہ مہیا کرتا ہے کہ عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے اس کے لیے کھانا تیار کرے' مرد اگر لباس خرید کر لاتا ہے تو عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسے دھو کر اس کے پہننے کے قابل بنائے وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ راہِ عمل ہے جو دونوں کے لیے اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے اور عدل وانصاف

---

(۱) [بخاری (٥٢٢٤) کتاب النکاح : باب الغیرة ' مسلم (٢١٨٢) کتاب السلام : باب جواز ارداف المرأة الأجنبية اذا أعيت في الطريق ' احمد (٢٧٠٠٣) نسائی في السنن الكبرى (٩١٧٠/٥) طبرانی کبیر (٢٥٠/٢٤) بیہقی (٢٩٣/٧)]

کا تقاضا بھی۔

(ابن تیمیہؒ) عورت پر معروف طریقے سے خاوند کی خدمت (گھریلو کام کاج وغیرہ) واجب ہے کیونکہ خاوند کتاب اللہ کی رو سے اس کا مالک ہے اور وہ عورت سنتِ رسول کی رو سے اس کے پاس قیدی کی مانند ہے۔ یقیناً قیدی یا غلام پر (اپنے مالک کی) خدمت کرنا لازم ہوتا ہے۔(۱)

(البانیؒ) گھریلو کام کاج عورت پر ہی واجب ہیں' یہی قول برحق ہے اور یہی امام مالکؒ اور اصبغؒ کا قول ہے جیسا کہ فتح الباری [۹/۴۱۸] میں ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کا یہ کہنا کہ عقدِ نکاح فائدہ اٹھانے کا تقاضا کرتا ہے خدمت حاصل کرنے کا نہیں (یعنی نکاح کی وجہ سے مرد عورت سے شہوانی فائدہ تو اٹھا سکتا ہے' خدمت حاصل نہیں کر سکتا) مردود قول ہے کیونکہ (شہوانی) فائدہ تو مرد کے ساتھ ساتھ عورت بھی حاصل کرتی ہے لہٰذا اس جہت سے تو یہ دونوں برابر ہوئے۔ نیز یہ بات بھی معروف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شوہر پر بیوی کے لیے (اس کی خدمت نہیں بلکہ) کچھ اور واجب کیا ہے اور وہ ہے اس کا خرچہ' لباس اور رہائش۔ پس عدل کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی پر بھی اس کے مقابلے میں شوہر کے لیے کچھ اور واجب ہو اور وہ صرف یہی اس کی خدمت ہی ہے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ شوہر قرآن کریم کی نص کی وجہ سے بیوی پر حاکم بھی ہے اور جب بیوی خدمت کی ذمہ داری نہیں اٹھائے گی اور شوہر گھر میں اس کی خدمت پر مجبور ہوگا تو یہ چیز بیوی کو شوہر پر حکمرانی عطا کرے گی جو کہ قرآنی آیت کے بالکل برعکس ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ بیوی پر شوہر کی خدمت بہر صورت واجب ہے۔

اسی طرح (یہ بھی یاد رہے کہ) مرد کے خدمت کرنے کی صورت میں دو متضاد نتائج برآمد ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ مرد حصولِ رزق اور دیگر تمام (خارجی) کاموں کے لیے کوشش چھوڑ کر محض خدمت میں مشغول ہو جائے گا اور دوسری طرف عورت ہر اُس کام سے آزاد ہو جائے گی جو اس پر واجب ہے اور اس کا فساد شریعت میں کسی پر بھی مخفی نہیں کہ جس شریعت نے مرد وزن کے حقوق مساوی رکھے بلکہ مرد کو اضافی فضیلت بھی دی۔(۲)

---

(۱) [فتاوی النساء (ص/۲۶۵)]

(۲) [آداب الزفاف (ص/ ۲۸۹)]

شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت اور اس کے مال کی حفاظت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾ [النساء: ٣٤]

"پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔"

(قرطبیؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ حکم دینا مقصود ہے کہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور جب شوہر غیر حاضر ہو تو اس کے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرے۔(١)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ "شوہر کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والیاں ہیں" سے مراد ہے' اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں ان اشیا کی حفاظت کرتی ہیں جن کی حفاظت واجب ہے مثلاً اپنی عزتوں کی اور شوہروں کے اموال کی۔(٢)

(ابن العربیؒ) فرماتے ہیں' اس آیت سے مراد یہ ہے کہ شوہر کی غیر حاضری میں ہر اس کام سے اجتناب کرتی ہیں جو اس کے سامنے کیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرے۔(٣)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدی) فرماتے ہیں کہ "خاوند کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والیاں ہیں" سے مراد ہے' اپنے شوہروں کی اس قدر فرمانبردار ہیں کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کی حفاظت کرتی ہیں' وہ اس طرح کہ اپنے نفسوں کو پاکدامن رکھتی ہیں اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور یہ محض اللہ کی نگہداشت اور توفیق سے ہی ممکن ہوتا ہے' ان کی ذات کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ نفس تو برائی پر اُبھارنے والا ہے لیکن جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے دینی اور دنیوی ہر اُس کام سے کافی ہو جاتے ہیں جس کا بھی اس نے ارادہ کیا۔(٤)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿خَيْرُ النِّسَاءِ الَّتِي إِذَا نَظَرْتَ إِلَيْهَا سَرَّتْكَ وَ إِذَا أَمَرْتَهَا أَطَاعَتْكَ وَ إِذَا غِبْتَ عَنْهَا حَفِظَتْكَ فِي نَفْسِهَا وَ مَالِكَ﴾

---

(١) [تفسير قرطبي (١٦٢/٥)]

(٢) [تفسير فتح القدير (٥٩٢/١)]

(٣) [تفسير أحكام القرآن لابن العربي (٤٣٦/١)]

(٤) [تيسير الكريم الرحمن (٢٠٤/١)]

''عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اس کی طرف دیکھے تو تجھے خوش کر دے' جب تو اسے (کسی کام کا) حکم دے تو تیری اطاعت کرے اور جب تو اس سے غائب (یعنی غیر حاضر) ہو تو وہ اپنی عزت و آبرو اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿ أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُهُ الْمَرْءُ ' الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ ﴾

''کیا میں تمہیں اُس سب سے بہتر خزانے کی خبر نہ دوں جسے انسان حاصل کرتا ہے' (وہ ہے) نیک بیوی کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے' جب اسے کسی کام کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو اس (کے مال اور اپنی عزت) کی حفاظت کرے۔'' (۲)

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال و متاع اور اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرے۔ واضح رہے کہ زنا و بدکاری میں ملوث ہونا' چھپی یاریاں لگانا' اجنبیوں کو اپنے بستروں کی زینت بنانا تو دور کی بات ہے اسلام نے عورت کی پاکدامنی کا اس قدر خیال رکھا ہے کہ اسے غیر محرم کو شہوت کی نظر دیکھنے' غیر محرم سے لوچ دار انداز میں گفتگو کرنے اور غیر محرم کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے تک سے منع کیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے واضح ہے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ﴾ [النور: ۳۱]

''مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

---

(۱) [حسن: طیالسی (۲۳۲۵) دیلمی (۲۹۱۲) ابن جریر (۹۳۲۹) مستدرك حاكم (۲٦۸۲) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔[التعلیق علی تفسیر قرطبی (۱٦۲/۵)] امام حاکمؒ نے اس روایت کو مسلم کی شرح پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [ابو داود (۱٦٦٤) کتاب الزکاۃ: باب فی حقوق المال' بیهقی (۸۳/٤) مستدرك حاكم (۳۳۳/۲) شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے مگر مزید یہ بھی کہا ہے کہ اس کے کچھ شواہد ہیں جن کے ذریعے یہ قوی ہو جاتی ہے۔[التعلیق علی تفسیر قرطبی (۱٦۲/۵)]]

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ [الأحزاب : ٣٢]

"اور لوچ دار انداز میں گفتگو مت کرو کہ وہ (بات سننے والا) جس کے دل میں بیماری ہے' لالچ نہ کرے۔"

(3) فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ﴾

"کوئی آدمی ہر گز کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو الا کہ عورت کے ساتھ اس کا محرم رشتہ دار بھی ہو۔"(١)

شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ نہ کرنا

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرما رہے تھے کہ

﴿لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الطَّعَامَ قَلَ ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا﴾

"کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ تو ہمارے عمدہ اموال میں سے ہے۔"(٢)

(محیی السنہ) عام علماء کی یہی رائے ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا جائز نہیں اور یہی حکم خادم کا ہے۔(٣)

(سعودی مجلس افتاء) دراصل کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے الا کہ جو بہت معمولی چیز ہو۔(٤)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے کوئی ایسی معمولی چیز خرچ کر دے کہ جس کے متعلق عموماً مالک کی رضامندی ہی ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مندرجہ ذیل روایت اسی ضمن میں ہے:

---

(١) [مسلم (١٣٤١) كتاب الحج : باب سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره]

(٢) [حسن : هداية الرواة (٣٠٨/٢) ' (١٨٩٣) صحيح ترمذى ' ترمذى (٦٧٠) كتاب الزكاة : باب فى نفقة المرأة من بيت زوجها ' ابن ماجة (٢٢٩٥) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها]

(٣) [شرح السنة (٤٤١/٣)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨١/١٠)]

﴿إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ﴾
”جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے تو عورت کو نصف ثواب ملے گا (کیونکہ باقی نصف تو کما کر لانے کی وجہ سے شوہر کا ہی ہے)۔“(۱)

شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا مال بھی خرچ نہ کرنا

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿لَا يَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ عَطِيَّةٌ فِي مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا﴾
”کسی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے بھی عطیہ دینا جائز نہیں۔“(۲)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ
﴿لَا يَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَمْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا﴾
”عورت کا اپنے مال میں کوئی اختیار جائز نہیں‘ جب اس کا شوہر اس کی عصمت کا مالک بن گیا۔“(۳)

(3) عبداللہ بن یحییٰ انصاریؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنا زیور لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ زیور میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنے شوہر سے اجازت لی ہے کیونکہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت عطیہ نہیں دے سکتی۔ اس نے کہا کہ میں نے اجازت لی ہے۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ساتھی بھیجا اور کعب رضی اللہ عنہ سے اجازت کے متعلق پتہ کروایا‘ پھر صدقہ قبول فرمایا۔(٤)

(البانیؒ) پہلی روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ حدیث...... اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنے خاص مال کو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی اور یہ اُس حکمرانی کی تکمیل میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے عورت پر مقرر فرمایا ہے۔ لیکن شوہر کے لیے بھی جائز نہیں (جبکہ وہ سچا مسلمان ہو)

---

(۱) [بخاری (٥٣٦٠) كتاب النفقات : باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها ونفقة الولد ' مسلم (١٠٢٦) كتاب الزكاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' ابو داود (١٦٨٧) كتاب الزكاة : باب المرأة تتصدق من بيت زوجها ' احمد (٨١٩٥) عبد الرزاق (٧٨٨٦) ابن حبان (٣٥٧٢) شرح السنة للبغوى (١٦٩٤) بيهقى (١٩٢/٤)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (٨٢٥) ابو داود (٣٥٤٧) كتاب البيوع : باب فى عطية المرأة بغير اذن زوجها]

(۳) [حسن صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (٣٥٤٦) كتاب البيوع : باب فى عطية المرأة بغير اذن زوجها]

(٤) [السلسلة الصحيحة (٢٩٣/٢) ' (تحت الرقم / ٨٢٥)]

کہ وہ اس حکم کا (ناجائز) فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت پر کسی قسم کی زبردستی کرے یا اسے اس کے (ذاتی) مال میں بھی تصرف سے روکے۔(۱)

(شیخ سلیم الہلالی) عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا (ذاتی) مال بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔(۲)

شوہر جسے ناپسند کرے اسے گھر میں داخل نہ کرنا

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

"عورت کسی کو شوہر کے گھر میں اس کی مرضی کے بغیر آنے کی اجازت نہ دے۔"(۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ﴾

"تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں (اور گھروں) میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ کریں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔"(٤)

(نوویؒ) قابل اختیار اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عورتیں کسی بھی ایسے شخص کو اجازت نہ دیں جس کے متعلق تم ناپسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے گھروں میں داخل ہو یا تمہاری جگہوں پر بیٹھے۔ خواہ وہ اجنبی مرد ہو' یا کوئی عورت ہو یا بیوی کے محرم رشتہ داروں میں سے کوئی ہو' پس ممانعت میں سب شامل ہیں۔ فقہا کے نزدیک مذکورہ مسئلے کا یہی حکم ہے کہ عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی بھی مرد یا عورت یا محرم رشتہ دار یا غیر محرم کو شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے' ہاں جس کے متعلق اسے علم ہو یا ظن غالب ہو

---

(۱) [الصحيحة (۲/٤٠٦)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/٧٦)]

(۳) [بخاری (٥١٩٥) كتاب النكاح : باب لا تاذن المرأة فى بيت زوجها لأحد الا باذنه ' مسلم (١٠٢٦) كتاب الزكاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' ترمذی (٧٨٢) كتاب الصوم : باب ما جاء فى كراهية صوم المرأة الا باذن زوجها ' ابن ماجه (١٧٦١)]

(٤) [مسلم (١٢١٨) كتاب الحج : باب حجة النبى ' ابو داود (١٩٠٥) كتاب المناسك : باب صفة حجة النبى ' ابن ماجه (٣٠٧٤) كتاب المناسك : باب حجة رسول الله ' احمد (١٤٤٤٧) نسائى فى السنن الكبرى (٣٧٤٢) تحفة الأشراف (٢٥٩٣)]

کہ شوہر اس کا داخلہ ناپسند نہیں کرے گا اسے داخل ہونے دے۔ کیونکہ اصل میں اس وقت تک کسی بھی انسان کے گھر میں داخل ہونا حرام ہے جب تک اس کی طرف سے اس کی اجازت نہ مل جائے۔(۱)

(شیخ سلیم ہلالی) شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو داخل کرنا عورت پر حرام ہے۔(۲)

شوہر کی ناشکری سے اجتناب

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ﴾

”رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا' اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو' کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا' اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔“(۳)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا ﴾

”اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہیں کرتی۔“(٤)

اس لیے شوہر کی آمدن کم ہو یا زیادہ' اس سے خرچ کم ملے یا زیادہ' عورت کو چاہیے کہ ہر حال میں شوہر کی شکر گزار رہے کیونکہ ناشکری کی صورت میں جہنم اور رحمتِ الٰہی سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے۔

(نوویؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں' اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اور کسی بھی احسان کی

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۰۱/۵)]

(۲) [موسوعة المناهی الشرعیة (٤١/٣)]

(۳) [بخاری (۳۰٤) کتاب الحیض : باب ترك الحائض الصوم' مسلم (۷۹) کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات وبیان اطلاق لفظ الکفر ابو داود (٤٦٧٩) ابن ماجه (٤٠٠٣) بیهقی (١٤٨/١٠) وفی شعب الایمان (٥١٦٨) طحاوی فی مشکل الآثار (٢٧٢٧) احمد (٥٣٤٣)]

(٤) [**صحیح** : صحیح الترغیب (١٩٤٤) کتاب النکاح : باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجته وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجها وطاعته' حاکم (١٩٠/٢) والبزار' امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔]

ناشکری کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ نارِ جہنم کی وعید کبیرہ گناہ کی علامت ہے۔(۱)

(شیخ سلیم ہلالی) عورت پر شوہر کے احسانات کی ناشکری حرام ہے۔(۲)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

''عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے۔''(۳)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ زَوْجِي صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَ صَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَكَفَتْ النَّاسَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِي فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ "لَاتَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا" وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ﴾

''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچی جب کہ ہم آپ ﷺ کے پاس تھے' اس نے (اپنے شوہر) صفوان بن معطل کی شکایت کی کہ جب میں نماز ادا کرتی ہوں تو وہ مجھے مارتا ہے اور جب میں روزے سے ہوتی ہوں تو وہ میرا روزہ افطار کرا دیتا ہے اور سورج نکلنے کے بعد صبح کی نماز پڑھتا ہے (راوی کا بیان ہے کہ) اس کا خاوند صفوان بھی مجلس میں ہی تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی بیوی کی شکایت کے بارے میں اس سے

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱٤۱/۵)]

(۲) [موسوعة المناهی الشرعیة (٤۰/۳)]

(۳) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النکاح : باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لأحد الا باذنه ' مسلم (۱۰۲٦) کتاب الزکاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' ترمذی (۷۸۲) کتاب الصوم : باب ما جاء فی کراهیة صوم المرأة الا باذن زوجها ' ابن ماجه (۱۷٦۱) کتاب الصیام : باب فی المرأة تصوم بغیر اذن زوجها ' احمد (۳۱٦/۲) ابن حبان (۳۵۷۳) مستدرك حاكم (۱۷۳/٤) دارمی (۱۲/۲)]

دریافت کیا؟ اس نے بتایا' اے اللہ کے رسول! یہ جو کہتی ہے کہ جب وہ نماز پڑھتی ہے تو میں اسے پیٹتا ہوں تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لمبی سورتیں تلاوت کرتی ہے۔ جب کہ میں نے اس کو اس سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر ایک ہی سورت ہوتی تو لوگوں کو کافی ہوتی یعنی تجھے لمبی سورتوں کی تلاوت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ جو کہتی ہے کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ افطار کرا دیتا ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھنے لگ جاتی ہے جب کہ میں جوان آدمی ہوں' مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے نہیں رکھ سکتی۔ (پھر صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا) اور یہ جو کہتی ہے کہ میں سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے خاندان کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے ہم بیدار ہی نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اے صفوان! جب تو بیدار ہو تب نماز پڑھ لیا کر۔" (۱)

(ابن حجرؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت پر شوہر کا حق نفلی عبادت سے زیادہ تاکید والا ہے کیونکہ اس کا حق واجب ہے اور (بلا اختلاف) واجب کو بجا لانا نفلی عبادت پر مقدم ہوتا ہے۔(۲)

(خطابیؒ) اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ ثابت ہوا کہ عام حالات میں عورت سے معاشرت اور فائدہ اٹھانے کا منافع شوہر کی ملکیت ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) اگر شوہر حاضر ہو تو آپ پر اس کے حق کی وجہ سے یہ جائز نہیں کہ آپ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھیں۔(٤)

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [الأحزاب : ٣٣]

---

(۱) [صحیح : ہدایة الرواة (۳۲۰۵)' (۳۰۵/۳) ارواء الغلیل (٦٤/٧) ابو داود (۲٤٥۹) کتاب الصوم : باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها]

(۲) [فتح الباری (٦٠٧/٩)]

(۳) [عون المعبود (تحت الحدیث / ٢٤٥٩)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (٢٦٢/١٩)]

”عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔“

(2) حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِأَزْوَاجِهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصُرِ ﴾

”میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا‘ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے ارشاد فرما رہے تھے کہ یہ (حج تم پر فرض ہے) پھر (گھر میں بچھی) چٹائیوں کو چمٹ جانا۔“(۱)

(ابن العربیؒ) اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عورت کے لیے اپنے گھر میں ٹکی رہنا اور اس سے نہ نکلنا ہی لازم ہے الا کہ کوئی ضرورت پیش آجائے۔(۲)

(ابن اثیرؒ) اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ ’مراد یہ ہے کہ تم دوبارہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر یہاں مت لوٹنا بلکہ اپنی چٹائیوں کو ہی چمٹی رہنا۔(۳)

معلوم ہوا کہ عورت کے لیے اصل قرار گاہ اور ٹھکانہ صرف گھر ہی ہے‘ اسے چاہیے کہ گھر میں ہی ٹک کر رہے اور بطریق احسن اُمور خانہ داری انجام دے۔ البتہ اگر کوئی ضروری حاجت پیش آجائے تو گھر سے باہر نکلنے کی بھی اجازت ہے لیکن اس صورت میں بھی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) عورت کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے ......اور اگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے گی تو (شریعت کی نظر میں) باغی‘ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمان اور سزا کی مستحق ٹھہرے گی۔(٤)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

عورت اگر اپنے والدین کو بھی ملنے جانا چاہے تو بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی بھی ایسے کام کے لیے گھر سے نکلنے سے روکے

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود ‘ ابو داود (۱۷۲۲) کتاب المناسك : باب فرض الحج ‘ احمد (۲۱۸/٥) أبو یعلی (۱٤٤٤) بیهقی (۳۲۷/٤) طبرانی (۳۱۳/۲۳) طیالسی (۹۷۹) بزار (۱۰۷۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔[التعلیق علی تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (٤۲۸/۳)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (٤۲۸/۳)]

(۳) [النهایة لابن الأثیر (۳۸٦/۱)]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۸۱/۲۳)]

(٥) [أحکام الزواج لابن تیمیة (ص / ۲۱۱)]

جس کے بغیر اس کا گزارہ ہو سکتا ہو خواہ وہ اپنے والدین کی زیارت یا ان کی عیادت یا ان میں سے کسی کے جنازے میں شرکت کا ارادہ رکھتی ہو۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) اگر عورت گھر سے باہر جانا چاہے تو اسے خاوند کو بتا کر جانا چاہیے کہ اسے کہاں جانا ہے۔ خاوند بھی اسے ایسی جگہ جانے کی اجازت دے دے جہاں کسی فتنہ و فساد کا ڈر نہ ہو' اس لیے کہ خاوند اس کی بہتری کے بارے میں زیادہ واقفیت رکھتا ہے۔(۲)

□ اگرچہ وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عورت پر مرد کا یہ حق ہے کہ

﴿ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِهِ فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى تَرْجِعَ ﴾

''وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے مت نکلے' اگر وہ ایسا کرے گی تو آسمان کے فرشتے' رحمت کے فرشتے اور عذاب والے فرشتے (سب) اس پر لعنت کریں گے حتی کہ وہ واپس لوٹ آئے۔''

ضعیف ہے۔(۳)

لیکن یہ مسئلہ تو قرآن سے ہی ثابت ہے۔ جیسا کہ قرآن نے شوہر کو عورت پر حاکم قرار دیا ہے اور اس کی اطاعت کو عورت پر واجب کیا ہے۔ لہٰذا اگر وہ بیوی کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تو اس کے لیے گھر سے نکلنا ہرگز جائز نہیں۔

شوہر گھر تبدیل کرے تو اس کے ساتھ ہی منتقل ہونا

(سید سابق ؒ) فرماتے ہیں کہ خاوند کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ بیوی سمیت جہاں چاہے منتقل ہو جائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾ [الطلاق: ٦] ''اپنی گنجائش کے مطابق جہاں تم رہ رہے ہو ان (بیویوں) کو بھی رکھو اور ان پر تنگی کرنے کے

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۱۰/۲۲٤)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۳٤)]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف الترغیب (۱۲۱۷) کتاب النکاح : باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجته وحسن عشرتها والمرأة بحق زوجها وطاعته ' الترغیب والترهیب (۲۹۰۲) ضعیف الجامع الصغیر (۲۷۳۰) ابو داود طیالسی (۲۰٦۳) تاریخ دمشق لابن عساکر (۲٦۸/۷)]

لیے انہیں تکلیف نہ دو۔"

تکلیف کی نفی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بیوی کو منتقل کرنے کا مقصد بیوی کو تکلیف دینا نہ ہو بلکہ ضروری ہے کہ اس سے زندگی گزارنا اور شادی کے دیگر مقاصد حاصل کرنا مراد ہو۔ اگر اس ذریعے سے اسے تکلیف دینا یا تنگ کرنا مقصد ہو مثلاً وہ اس لیے منتقل ہونے کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے مہر ہبہ کر دے یا اپنے ضروری خرچہ سے کچھ چھوڑ دے یا وہ اس پر امن نہ رکھتا ہو تو ایسے حالات میں عورت کو انکار کا حق حاصل ہے اور قاضی پر بھی لازم ہے کہ وہ اس کی بات نہ ماننے کا فیصلہ دے دے۔(۱)

□ واضح رہے کہ اگر عورت نے نکاح کے وقت یہ شرط لگائی ہو کہ وہ اسے اس گھر یا اس شہر سے منتقل نہیں کرے گا تو پھر شوہر پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق اس شرط کو پورا کرے اور اسے منتقل نہ کرے:

﴿ أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ ﴾

"وہ شرط پورا کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔"(۲)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

متعدد شادیاں

مرد کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ بیک وقت ایک سے زیادہ یعنی چار تک بیویاں رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ سب بیویوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔ واضح رہے کہ یہ حق صرف مرد کے لیے ہے' عورت کے لیے نہیں۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل آئندہ باب "متعدد شادیوں کا بیان" کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

بیوی کی اصلاح

اگر بیوی نافرمان ہو تو اس کی اصلاح کے لیے اسلام نے بالترتیب درج ذیل طریقے بتائے ہیں:

---

(۱) [فقه السنة (۲۳۷/۲)]

(۲) [بخاری (۲۷۲۱) كتاب الشروط : باب الشروط فی المهر عند عقدة النكاح ' مسلم (۱۴۱۸) أحمد (۱۴۴/۴) ابو داود (۲۱۳۹)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۸۳/۹)]

❁ عورت کو وعظ و نصیحت کر کے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔
❁ اگر نصیحت سے راہِ راست پر نہ آئے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے۔
❁ اور اگر یہ طریقہ بھی کارگر نہ ہو تو اسے ہلکی مار مارنے کی اجازت ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاللاَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً﴾ [النساء: ٣٤]

"جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔"

(2) رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

﴿فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا﴾

"اگر عورتیں کوئی بے حیائی کا کام کریں تو انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں ہلکی مار مار و اور اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر ظلم و زیادتی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔"(١)

مذکورہ بالا دلائل سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت سرکشی کرے تو اسے پہلے مرحلہ میں نصیحت کرنا' دوسرے مرحلہ میں اپنا بستر الگ کرنا اور تیسرے مرحلہ میں اسے ہلکا مارنا مرد کا حق ہے وہاں ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر عورت نافرمانی سے باز آجائے تو پھر مرد کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ بلاوجہ اس پر ہاتھ اٹھائے یا جان بوجھ کر اسے مارنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرے۔

اگر عورت کا بستر الگ کر دیا جائے اور اس سے بول چال بند کر دی جائے تو اس صورت میں عورت سے قطع کلامی کی مدت تین دن ہے' اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا

---

(١) [صحيح : صحيح ترمذى ' ترمذى (١١٦٣) كتاب الرضاع : باب ما جاء فى حق المرأة على زوجها ' ابن ماجه (١٨٥١) كتاب النكاح : باب حق المرأة على الزوج]

وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ﴾
”کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے‘ وہ دونوں ملیں تو یہ اس طرف منہ پھیر لے اور وہ اُس طرف منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔“ (۱)

نیز عورت کو مارنے کی نوبت پیش آئے تو اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رہنا چاہیے:

﴿لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ﴾
”تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہم بستر ہوگا۔“ (۲)

میاں بیوی کی صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنے کی رخصت

حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے سنا‘ رسول اللہ ﷺ یہ فرمارہے تھے کہ

﴿لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْحَرْبُ وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا﴾
”جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور بہتر بات بہتری کی نیت سے کہے۔ امام ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے نہیں سنا کہ کسی جھوٹ میں رخصت دی گئی ہو مگر تین موقعوں پر۔ ایک تو لڑائی میں‘ دوسرے لوگوں میں صلح کرانے کے لیے اور تیسرے شوہر بیوی سے اور بیوی کو شوہر سے ملانے کے

---

(۱) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۷۶۶۰) ابوداود (۴۹۱۱) كتاب الأدب: باب فيمن يهجر أخاه المسلم]

(۲) [بخاری (۵۲۰۴) كتاب النكاح: باب ما يكره من ضرب النساء‘ مسلم (۲۸۵۵) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها: باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء‘ ترمذی (۳۳۴۳) كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة والشمس وضحاها‘ ابن ماجه (۱۹۸۳) كتاب النكاح: باب ضرب النساء‘ نسائی فی السنن الكبرى (۱۱۶۷۵/۶) دارمی (۲۲۲۰) ابن حبان (۴۱۹۰)]

لیے بات بنانے سے۔"(۱)

حق طلاق

اگر اکٹھے رہنا انتہائی مشکل ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے شوہر کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے اور دونوں جدا ہو جائیں۔ نیز طلاق کا حق صرف مرد کو ہی حاصل ہے عورت کو نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ [البقرة: ۲۳۰]

"پھر اگر شوہر اس (بیوی) کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے' پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ [الطلاق: ۱]

"اے نبی! (اپنی امت سے کہہ دو) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو۔"

یہ آیات اور اس طرح کی دوسری متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے حق طلاق صرف مرد کو دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کمال حکمت کے پیش نظر جہاں مرد کو عورت پر حاکم بنایا وہاں حق طلاق بھی مرد کو ہی دیا۔ کیونکہ مرد نسبتاً عورت سے زیادہ صابر' متحمل اور بردبار ہوتا ہے۔

مسائلِ طلاق کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "طلاق کی کتاب" کا مطالعہ کیجئے۔

حق وراثت

اگر بیوی فوت ہو جائے اور شوہر زندہ ہو تو شوہر بیوی کے ترکے سے وراثت کا حق رکھتا ہے۔ اگر اولاد

---

(۱) [مسلم (۲۶۰۵) کتاب البر والصلة والآداب: باب تحریم الکذب وبیان المباح منه' ابو داود (۴۹۲۰) کتاب الأدب: باب فی اصلاح ذات البین' ترمذی (۱۹۳۸) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی اصلاح ذات البین' نسائی فی السنن الکبری (۸۶۴۲/۵) ابن حبان (۵۷۳۳) شرح السنة للبغوی (۳۵۳۹) بیهقی (۱۹۷/۱۰) احمد (۲۷۳۴۰)]

نہ ہو تو شوہر کو بیوی کے ترکے سے نصف حصہ ملے گا اور اگر اولاد موجود ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ [النساء: ۱۲]

”تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو نصف تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے۔“

بیوی کے حقوق

حق زوجیت کی ادائیگی

جنسی خواہش کی تکمیل مرد کی طرح عورت کا بھی حق ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

”اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔“

چونکہ عورت کی جنسی خواہش کو پورا کرنا ایک فطری تقاضا تھا اس لیے اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اجازت کے انداز میں ہی حکم ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

”جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔“

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات عبادت میں مصروف رہتے جس کی وجہ سے اپنی بیوی کا حق صحیح طور پر ادا نہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی کہ

﴿وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾

”تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔“(۱)

اسی طرح حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی عبادت میں زیادہ اور بیوی میں کم توجہ دیتے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ”تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا اس حق کی ادائیگی بھی ضروری ہے)۔“ پھر

---

(۱) [بخاری ۱۹۷۵) کتاب الصوم: باب حق الجسم في الصوم]

ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان نے سچ کہا۔" (۱)

معلوم ہوا کہ مرد کی طرح عورت کا بھی یہ حق ہے کہ اس کی جنسی خواہش کو پورا کیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بستری پر بھی اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ﴾

"تمہارے ایک کا اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا بھی صدقہ ہے۔" (۲)

ایام ماہواری میں اجتناب

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ [البقرة : ۲۲۲]

"لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ' ہاں جب وہ (غسل کر کے) پاکیزگی حاصل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس جاؤ۔"

یاد رہے کہ نفاس کا بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا ان دونوں حالتوں میں عورت سے ہرگز ہم بستری نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے ایک تو گناہ ہوگا اور دوسرے یہ کہ انتہائی مہلک امراض کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(سعودی مجلس افتاء) شوہر پر اپنی حائضہ بیوی سے ہم بستری حرام ہے۔ (۳)

رمضان کے دنوں میں اجتناب

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا (یعنی ہم بستری کرنا) تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔"

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ دن میں ہم بستری کرنا حلال نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

(۱) [بخاری (۱۹۶۸) کتاب الصوم : باب من أقسم علی أخیه لیفطر فی التطوع]

(۲) [مسلم (۱۰۰۶) کتاب الزکاة : باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۷٤/۱۹)]

مروی وہ روایت بھی اس کا ثبوت ہے' جس میں مذکورہ ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّبِيلُ قَالَ أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا قَالَ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ﴾

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ بد نصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہے' آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا تم پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے اب بھی نفی میں جواب دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھیلا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں ''عرق زنبیل کو کہتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں اپنے سے بھی زیادہ محتاج کو (کھلاؤں) حالانکہ دو میدانوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر جا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔''(۱)

پشت میں جماع سے اجتناب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا﴾

''جو شخص عورت سے اس کی پشت میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔''(۲)

(ابن قدامہؒ) شوہر کے لیے بیوی کی پشت میں جماع کرنا حلال نہیں' اکثر اہل علم کا یہی قول ہے جن میں حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو درداء، حضرت ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ حضرت سعید بن مسیبؒ، ابو بکر بن عبد الرحمنؒ، امام مجاہدؒ، امام عکرمہؒ،

---

(۱) [بخاری (۱۹۳۷) کتاب الصوم : باب المجامع فی رمضان هل یطعم أهله من الکفارة]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۹۴) کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح ' ابو داود (۲۱۶۲)]

امام شافعیؒ، اصحاب الرائے اور امام ابن منذرؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

مزید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی پشت میں ہم بستری کر بیٹھے تو اسے کوئی حد تو نہیں لگائی جائے گی البتہ حرام کام کے ارتکاب کی وجہ سے اسے تعزیر لگائی جائے گی (یعنی دس کوڑے لگا دیے جائیں گے) اور اس پر غسل لازم ہوگا کیونکہ یہ ایک شرمگاہ کا دوسری شرمگاہ میں داخل کرنا ہے۔(۲)

شوہر کتنی دیر عورت سے دور رہ سکتا ہے؟

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے اس مسئلے میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلاف تھا اور مختلف روایات میں صحابہ کے مختلف فتوے ملتے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

(1) حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ شوہر پر ہر تین دن رات کے بعد گھر آنا ضروری ہے۔(۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں چونکہ بکثرت فتوحات ہوئیں اور دائرہ حکومت وسیع ہو گیا۔ لہٰذا چھاؤنیاں تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ پھر وہاں مجاہدین کو بھی طویل عرصہ تک رہنا پڑتا۔ اس صورتحال کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ہر مجاہد چار ماہ بعد گھر واپس جائے گا۔ ایک ماہ آنے اور ایک جانے کے لیے صرف ہوتا۔ جس وجہ سے مجاہدین کو زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک اپنے اہل و عیال سے دور رہنا پڑتا۔(٤)

(3) اگر غور و فکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیوی کا شوہر کی جدائی برداشت کرنے کا زیادہ سے زیادہ عرصہ چار ماہ ہی بتایا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة : ٢٢٦-٢٢٧]

”جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں' ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے' پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا' مہربان ہے اور اگر وہ طلاق کا ہی قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ

---

(۱) [المغني لابن قدامة (۲۲٦/۱۰)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۲۲۸/۱۰)]

(۳) [صحيح : ارواء الغليل (۲۰۱٦)]

(٤) [أحكام الزواج لابن تيمية (ص / ۲۲۰)]

سننے والا' جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شوہروں کو زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک اپنی بیویوں سے الگ رہنے کی اجازت دی ہے۔ چار ماہ بعد یا تو وہ رجوع کریں گے یا پھر عورتوں کو طلاق دیں گے تاکہ وہ دوسرے مردوں سے نکاح کر کے معروف طریقے سے ازدواجی تعلقات قائم کر سکیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی بھی مرد کو زیادہ سے زیادہ چار پانچ ماہ تک عورت سے دور رہنے کی اجازت ہے اور اگر شوہر اس سے بھی زیادہ عرصہ غائب رہتا ہے اور دوسری طرف بیوی کو بھی کسی گناہ میں ملوث ہو جانے کا خدشہ ہے تو وہ خلع لینے کا حق رکھتی ہے۔

مہر کی ادائیگی

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [النساء : ٤]

''عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ

﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾ [النساء : ٢٤]

''جن عورتوں سے تم (شرعی نکاح کے بعد) فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقررہ مہر ادا کرو۔''

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ مہر اس عورت کا حق ہے جس سے شرعی نکاح کے بعد فائدہ اٹھایا گیا ہے' اس لیے مرد کو چاہیے کہ لازماً عورت کو اس کا حق مہر ادا کرے' زبردستی یا کسی اور لالچ یا بہانے کے ذریعے عورت سے مہر معاف کرانے کی کوشش نہ کی جائے۔ البتہ اگر عورت خود اپنی دلی خوشی سے کچھ یا مکمل مہر معاف کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴾ [النساء : ٤]

''اگر وہ (بیویاں) خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھا لو۔''

رہائش کا بندوبست

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] ''اپنی گنجائش کے مطابق جہاں تم رہ رہے ہو ان (بیویوں) کو بھی رکھو اور ان پر تنگی کرتے

کے لیے انہیں تکلیف نہ دو۔"

معلوم ہوا کہ شادی کے بعد مرد پر لازم ہے کہ حسب توفیق جیسی بھی رہائش اپنی ذات کے لیے میسر ہو اپنی بیوی کو بھی اسی میں اپنے ساتھ رکھے۔

(ابن قدامہؒ) اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو شوہر پر واجب ہے کہ ہر ایک کی الگ الگ رہائش کا بندوبست کرے۔ ہاں اگر وہ سب اکٹھی رہنا چاہتی ہوں تو اور بات ہے۔(۱)

نان و نفقہ کا بندوبست

گھریلو ضروری اخراجات خواہ وہ بیوی سے متعلقہ ہوں یا اولاد سے 'سب حسب توفیق شوہر کے ذمہ ہیں۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ [الطلاق : ۷]

"کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے (اپنی حسب حیثیت) دے' کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دے رکھی ہے' اللہ تنگی کے بعد آسانی و فراغت بھی کر دے گا۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة : ۲۳۳]

"بچوں کی ماں کا رزق اور کپڑے معروف طریقے کے ساتھ والد کے ذمہ ہیں۔"

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ عَلَيْكُم رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

"تم پر ان (بیویوں) کا یہ حق ہے کہ معروف طریقے سے ان کے رزق اور کپڑوں کا بندوبست کرو۔"(۲)

(4) حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ وَأَنْ

---

(۱) [ملخصا' المغنی لابن قدامة (۲۳٤/۱۰)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸) كتاب الحج : باب حجة النبى]

يَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَى وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحْ وَلَا يَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ﴾

''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا' بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے' جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے' چہرے پر نہ مارے' گالی نہ دے' (کبھی الگ کرنا ہو تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔'' (۱)

(سعودی مجلس افتاء) نان نفقہ (شوہر پر) عورت کا حق ہے۔ہاں اگر وہ خود اپنا نفقے کا حق ساقط کر دے تو یہ جائز ہے لیکن اگر وہ یہ حق ساقط نہیں کرتی تو شوہر پر واجب ہے کہ اپنی تمام بیویوں کے درمیان نفقہ میں عدل وانصاف سے کام لے۔ (۲)

☐ یاد رہے کہ اگر شوہر بیوی بچوں کا خرچہ نہ دیتا ہو یا دیتا ہو تو ضرورت کے مطابق نہ دیتا ہو تو بیوی بغیر اجازت بھی شوہر کے مال سے بقدرِ کفایت لے سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ "خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ"﴾

''ہند بنت عتبہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ابو سفیان (اس کا شوہر) بخیل ہے اور مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو' ہاں اگر میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے لے لوں (تو پھر گزارہ ہوتا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم دستور کے مطابق (بغیر اجازت) اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' (۳)

بیوی بچوں پر خرچ کرنا افضل صدقہ ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۵۰۰) كتاب النكاح : باب حق المرأة على الزوج ' إرواء الغليل (۲۰۳۳) ابن ماجة (۱۸۵۰) أحمد (٤٤٧/٤) ابو داود (۲۱٤۲) ابن حبان (٤۱۷۵) حاكم (۱۸۷/۲) بيهقى (۳۰۵/۷)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۰۳/۱۹)]

(۳) [بخاری (۵۳٦٤) كتاب النفقات : باب اذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ' مسلم (۱۷۱٤) كتاب الأقضية : باب قضية هند ' ابو داود (۳۵۳۲) كتاب البيوع : باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده ' ابن ماجه (۲۲۹۳) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها ' نسائی فی السنن الكبرى (۹۱۹۰) دارمی (۲۲۵۹) حميدى (۲٤۲) ابن حبان (٤۲۵۵) بغوى (۲۱٤۹) بيهقى (۱٤۱/۱۰)]

﴿دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ "أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ"﴾

"ایک دینار آپ نے اللہ کی راہ میں دیا' ایک دینار گردن آزاد کرانے کے لیے دیا' ایک دینار مسکین پر صدقہ کیا' ایک دینار اپنے بیوی بچوں پر صرف کیا' ان تمام میں سے سب سے زیادہ باعثِ اجر و ثواب وہ دینار ہے جو آپ نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔" (۱)

(2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿"أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ" وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

"زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔" (۲)

(3) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا سَقَى امْرَأَتَهُ مِنَ الْمَاءِ أُجِرَ﴾

"بلا شبہ جب آدمی اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے (اس کا بھی) اجر دیا جاتا ہے۔" (۳)

حسن سلوک

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ١٩]

"ان (عورتوں) کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔"

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (٩٩٥) كتاب الزكاة: باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم ' احمد (١٠١٢٥)]

(۲) [مسلم (٩٩٤) كتاب الزكاة: باب فضل الصدقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' ترمذى (١٩٦٦) كتاب البر والصلة: باب ما جاء فى النفقة فى الأهل ' ابن ماجة (٢٧٦٠) كتاب الجهاد: باب فضل النفقة فى سبيل الله ' بخارى فى الأدب المفرد (٧٤٨) احمد (٢٢٤٦٩) طيالسى (٩٨٧) بيهقى (١٧٨/٤) نسائى فى السنن الكبرى (٩١٨٢/٥) ابن حبان (٤٢٤٢)]

(۳) [حسن لغيره: السلسلة الصحيحة (٢٧٣٦) صحيح الترغيب (١٩٦٣) احمد (١٢٨/٤)]

﴿خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي﴾

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"(۱)

(ابن حزمؒ) عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا فرض ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) اولین جو کام شوہر پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا اکرام کرے اور اس کے ساتھ حسن معاشرت اور اچھا معاملہ اختیار کرے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے اور اسے معروف طریقے کے ساتھ (اپنے پاس) روکے رکھے۔(٤)

(شیخ ابن بازؒ) اس میں کوئی شک نہیں کہ شوہروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ معروف طریقے سے معاشرت اختیار کرنا واجب ہے۔(٥)

بیوی کی عزت و آبرو کی حفاظت

شوہر پر واجب ہے کہ عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے پردہ کا ماحول بنائے' اسے غیر محرم مردوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے دے' اسے بناؤ سنگھار کرا کے بے حجابی کی حالت میں اجنبی لوگوں کے سامنے نہ لے کر جائے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو شریعت کی نظر میں "دَيُّوث" یعنی بے غیرت کہلائے گا اور دیوث جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ

﴿ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَاقُّ وَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ "وَالدَّيُّوثُ"﴾

"تین آدمی نہ تو جنت میں داخل ہوں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے' ایک والدین کا نافرمان' دوسری وہ عورت جو مردوں کی مشابہت کرتی ہو اور تیسرا "دیوث۔"

---

(۱) [صحیح : الصحیحة (۲۸۵) صحیح الجامع (۳۳۱٤) ترمذی (۳۸۹۵) کتاب المناقب : باب فضل أزواج النبی' دارمی (۱۵۹/۲)]

(۲) [المحلی بالآثار (۲۲٤/۹)]

(۳) [فقه السنة (۲۲٤/۲)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۵۰/۱۹)]

(٥) [فتاوی اسلامية (۲۱۳/۳)]

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ

﴿وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخُبْثَ﴾

''دیوث وہ ہے جو اپنے گھر والوں میں بے حیائی کو برقرار رکھے۔''(۱)

بیوی کی اسلامی تعلیم کا انتظام

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحريم: ٦]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔''

اس آیت میں اہل ایمان کو ان کی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ ہے، اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح اور ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہتمام، تاکہ یہ سب جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔(۲)

مندرجہ ذیل دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو دینی تعلیم دے، اسے نیکی کا حکم دے اور اس کی اسلامی تربیت کرے۔ وگرنہ اسے روزِ قیامت اس چیز کا بھی حساب دینا ہوگا۔

(1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا:

﴿أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ﴾

''(ان) حجروں والیوں کو جگاؤ۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

(۱) [صحيح: صحيح الترغيب (٢٣٦٧) صحيح الجامع الصغير (٣٠٦٢) مسند احمد (٥٩٠٤)، (٥٨٣٩) أبو يعلى (٥٥٥٦) طبراني كبير (١٣١٨٠) مستدرك حاكم (١٤٦/٤)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (ص / ١٥٩٩)]

(۳) [بخارى (١١٥) كتاب العلم: باب العلم والعظة بالليل]

﴿ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَإِذَا أَوْتَرَ قَالَ "قُومِي فَأَوْتِرِي يَا عَائِشَةُ" ﴾
"رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد پڑھتے اور جب وتر ادا فرمانے لگتے تو کہتے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھو۔"(۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پر رحم کرے جو رات کو اٹھے اور نفل پڑھے' اپنی بیوی کو بھی (نوافل کے لیے) اٹھائے اور اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔"(۲)

(4) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
﴿ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾
"مرد اپنے اہل و عیال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔"(۳)

متعدد بیویاں ہوں تو عدل وانصاف

اسلام نے شوہر کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے' جو شوہر کا حق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس پر عورتوں کے اس حق کی ادائیگی بھی فرض کی ہے کہ وہ ان سب بیویوں کے درمیان عدل کرے اور اگر وہ عدل نہیں کر سکتا تو ایک بیوی پر ہی کفایت کرے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا ﴾ [النساء : ۳]
"اگر تمہیں عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی' یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو وہ روز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔"(٤)

اس مسئلے کا مزید بیان آئندہ باب "متعدد شادیوں کا بیان" کے تحت آئے گا۔

---

(۱) [مسلم (۷٤٤) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل ' احمد (۱۵۲/٦)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳٤۹٤) صحیح ابو داود (۱۲۸۷) ابو داود (۱٤۵۰) کتاب الصلاة : باب الحث علی قیام اللیل]

(۳) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة : باب الجمعة فی القری والمدن ' مسلم (۱۸۲۹)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٦۷) کتاب النکاح : باب القسم بین النساء ' ابو داود (۲۱۳۳)]

ناراضگی کی صورت میں بیوی کو صرف گھر میں ہی چھوڑنا

جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا مرد پر حق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت کا یہ بھی حق ہے کہ

﴿وَلَا يَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ﴾

"(شوہر نے کبھی الگ کرنا ہو تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔"(۱)

حق خلع

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلاَّ أَن يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ [البقرة : ۲۲۹]

"تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو' ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو' اس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے (یعنی خلع لینے) کے لیے فدیہ (یعنی حق مہر) دے ڈالے' اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔"

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً﴾

"حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوقِ زوجیت کو ادا نہیں کر سکتی)۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے بطورِ مہر دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا'

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۵۰۰) کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج ' إرواء الغلیل (۲۰۳۳) ابن ماجة (۱۸۵۰) أحمد (٤٤٧/٤) ابو داود (۲۱٤۲) کتاب النکاح : باب فی حق المرأة علی زوجها ' ابن حبان (٤۱۷۵) حاکم (۱۸۷/۲) بیهقی (۳۰۵/۷)]

ہاں۔ آپ ﷺ نے (ثابت رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ باغ قبول کرلو اور انہیں طلاق دے دو۔“ (۱)

اسلام نے جیسے مرد کو علیحدگی کے لیے حق طلاق دیا ہے اسی طرح عورت کو حق خلع سے نوازا ہے کہ اگر وہ شوہر کے ساتھ کسی معقول سبب کی بنا پر نہ رہ سکتی ہو تو خلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کر لے۔ یاد رہے کہ خلع یہ نہیں ہے کہ عورت مرد کو طلاق دے دے بلکہ خلع کا مطلب یہ ہے کہ عورت مرد سے طلاق کا مطالبہ کرے اور اس کے عوض اس کا دیا ہوا حق مہر اسے واپس لوٹا دے‘ اگر وہ طلاق نہ دے تو عورت شرعی عدالت سے بھی فیصلہ کروا سکتی ہے اور شرعی عدالت شوہر کے طلاق دینے سے انکار پر نکاح فسخ کرا دے گی‘ اس طرح دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے گی‘ عورت عدتِ خلع (ایک حیض) گزار کر کسی بھی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکے گی۔

اس مسئلے کی مزید تفصیل راقم الحروف کی کتاب ”طلاق کی کتاب“ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حق وراثت

مرد کی طرح اسلام نے عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اگر شوہر اس کی زندگی میں وفات پا جائے تو اسے شوہر کے ترکے سے حصہ دیا جائے۔ اگر اولاد ہو تو شوہر کی کل وراثت سے آٹھواں حصہ اور اگر اولاد نہ ہو تو چوتھا حصہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم﴾ [النساء : ١٢]

”اور جو ترکہ تم چھوڑ جاؤ اس میں ان (بیویوں) کے لیے چوتھائی ہے‘ اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔“

---

(۱) [بخاری (٥٢٧٣) کتاب الطلاق : باب الخلع وکیف الطلاق فیه ؟ ‘ ابن ماجه (٢٠٥٦) کتاب الطلاق : باب المختلعة تأخذ ما أعطاها ‘ نسائی (١٦٩/٦) دارقطنی (٤٦/٣)]

باب تعدد الزواج — متعدد شادیوں کا بیان

بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح جائز ہے

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے" (بیک وقت) آدمی چار بیویوں سے زیادہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ "واو أو (یا) کے معنی میں ہے (یعنی دو بیویاں رکھو یا تین یا چار)۔ حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں "یعنی دو یا تین یا چار جیسے سورۂ فاطر میں اس کی نظیر موجود ہے ﴿أُولِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ "یعنی دو پنکھ والے فرشتے یا تین والے یا چار والے۔" (۱)

(ابن حجرؒ) مذکورہ باب کے ترجمے کا حکم بالاجماع ثابت ہے۔(۲)

(1) حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

﴿أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانِ نِسْوَةٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا﴾

"میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' ان میں سے چار پسند کر لو۔" (۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَسْلَمَ غَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا ﴾

"غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا' ان میں سے چار رکھ لو۔" (٤)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۵۰۹۸) کتاب النکاح]

(۲) [فتح الباری (۱۳۹/۹)]

(۳) [حسن صحيح : صحیح ابن ماجة (۱۵۸۸) إرواء الغليل (۱۸۸۵) صحیح ابو داود (۱۹۳۹) کتاب الطلاق ' ابن ماجة (۱۹۵۲) کتاب النکاح : باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة ' ابو داود (۲۲٤۱) کتاب الطلاق : باب فی من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع أو أختان]

(٤) [صحيح : صحیح ابن ماجة (۱۵۸۹) کتاب النکاح : باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة ' إرواء الغليل (۱۸۸۳) ابن ماجة (۱۹۵۳) أحمد (۱٤/۲) ترمذی (۱۱۲۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل يسلم وعنده عشر نسوة ' ابن حبان (٤۱۵٦ - الإحسان) حاکم (۱۹۲/۲) بیهقی (۱٤۹/۷) شرح السنة (۲۲۸۸) ابن أبی شيبة (۳۱۷/٤) ترتيب المسند للشافعی (۱٦/۲)]

(جمہور) چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے۔

(اہل ظاہر) نو عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا جا سکتا ہے (ان کے نزدیک آیت ﴿ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ میں واؤ جمع کے لیے ہے یعنی دو اور تین اور چار)۔(۱)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔

(ابن تیمیہؒ) صحابہ نے چار عورتوں سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اجماع کیا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) آزاد مرد کے لیے چار بیویوں سے زیادہ جمع کرنا ناجائز ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔(۳)

(ابن رُشدؒ) مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ بیک وقت چار عورتیں نکاح میں رکھنا جائز ہے اور یہ (اجازت) آزاد مردوں کے لیے ہے۔(٤)

(صاحب البحر، صاحب تفسیر اللباب) چار سے زائد بیویوں کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) چار سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا کسی کے لیے حلال نہیں۔(٦)

(صاحب ہدایہ) کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس تعداد (یعنی چار) سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔(۷)

(ابن ہمامؒ) انہوں نے اس پر ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمانوں کا اتفاق نقل کیا ہے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور تمام اہل سنت والجماعت کا قولاً اور عملاً اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی بھی آدمی کے لیے چار عورتوں سے زیادہ کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔(۹)

(شیخ سلیم ہلالی) مسلمان آدمی پر (بیک وقت) چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں رکھنا حرام ہے۔(۱۰)

---

(۱) [نیل الأوطار (٢٣٠/٤)]

(۲) [الفتاوی (٢٦٦/٣) التعليقات الرضية للألبانی (١٩١/٢)]

(۳) [المغنی (٤٧١/٩)]

(٤) [بداية المجتهد (٦٨/٢)]

(٥) [البحر الزخار (٣٥/٣) تفسير اللباب فی علوم الكتاب (١٦٤/٦)]

(٦) [المحلى بالآثار (٥/٩)]

(۷) [الهداية (١٩٤/١)]

(۸) [تحفة الأحوذی (٣٠٥/٤)]

(۹) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٥٦/١٨)]

(۱۰) [موسوعة المناهی الشرعية (٢٤/٣)]

▫ تاہم نبی کریم ﷺ کی جو بیک وقت نو بیویاں تھیں۔(۱)

اس کی بعض دینی و سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو اجازت دے رکھی تھی اور یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ "علماء نے اتفاق کیا ہے کہ چار سے زائد بیویاں (بیک وقت) نکاح میں رکھنا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ مزید حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں نبی کریم ﷺ کی زیادہ شادیوں کی تقریباً دس حکمتیں نقل فرمائی ہیں تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ 'بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا غیر مشروع ہے' سوائے اس آدمی کے کہ جس کی کفالت میں یتیم بچیاں ہوں اور وہ ان میں عدمِ انصاف سے خائف ہو' تو اس صورت میں وہ ان کی ماں یا کسی ایک لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء : ۳]

"اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم بچیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو' دو دو سے' تین تین سے' چار چار سے۔"

ہم جناب سے حقیقت کی وضاحت چاہتے ہیں؟

شیخ نے جواب دیا کہ

یہ قول سراسر باطل ہے۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کی گود میں یتیم بچی ہو اور وہ اسے مہر مثل دینے سے ڈرتا ہو' تو وہ کسی اور عورت سے نکاح کرے کہ عورتوں کی کمی نہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی۔ یہ آیت دو تین یا چار عورتوں سے شادی کے مشروع ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس طرح پاکدامنی' شرم و حیا اور عزت و آبرو کا تحفظ بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔ تعدد ازواج کثرت آبادی' اکثر خواتین کی عفت' ان پر احسان و انفاق کا ایک ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ

---

(۱) [بخاری (۲۸٤) کتاب الغسل]

(۲) [فتح الباری (۱۱۵/۹) تلخیص الحبیر (۱۳۷/۳)]

عورت کا ایک مرد کے نصف، تیسرے یا چوتھے حصے پر حق رکھنا بغیر خاوند کے رہنے سے بہتر ہے۔ ہاں اس میں عدل واستطاعت شرط ہے۔ جو شخص عدم انصاف سے خائف ہو تو وہ ایک بیوی پر ہی اکتفاء کرے، اس کے ساتھ وہ لونڈی بھی رکھ سکتا ہے۔ اس کی تائید اور تاکید اسوۂ رسول ﷺ سے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یوں کہ جس وقت آپ ﷺ کا انتقال ہوا آپ کے پاس نو بیویاں تھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١]

"تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔"

آپ نے امت کے لیے تصریح فرمادی کہ ان میں سے کوئی شخص بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ شادی نہیں کر سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی اقتدا چار یا ان سے کم عورتوں میں ہے، رہا اس سے زائد کو حبالہ عقد میں لانا تو وہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔(١)

غلام مرد کے لیے بیویوں کی تعداد

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ يَنْكِحُ الْعَبْدُ امْرَأَتَيْنِ وَيُطَلِّقُ تَطْلِيقَتَيْنِ وَتَعْتَدُّ الْأَمَةُ حَيْضَتَيْنِ ﴾

"غلام دو عورتوں سے نکاح کرتا ہے، دو طلاقیں دیتا ہے اور لونڈی دو حیض عدت گزارتی ہے۔"(٢)

(2) حکم بن عتیبہ کہتے ہیں: صحابہ نے اجماع کیا ہے کہ غلام دو سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا۔(٣)

(3) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں اس کا کوئی مخالف معروف نہیں۔(٤)

(ابن تیمیہؒ، ابن منذرؒ، سعدی ابو حبیبؒ) اس مسئلے پر اجماع ہو چکا ہے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ غلام صرف دو نکاح کر سکتا ہے۔(٦)

(احمدؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، امام

---

(١) [فتاوی برائے خواتین (ص / ١٨٠)]

(٢) [صحيح . إرواء الغليل (٢٠٦٧) دارقطني (٣٠٨/٣) بيهقي (٤٢٥/٧)]

(٣) [ابن أبي شيبة (١٦٠٤٤) بيهقي (١٥٨/٧)]

(٤) [نقل البيهقي قول الشافعي في المعرفة (٢٨١/٥)]

(٥) [مراتب الإجماع (ص/٦٣) الإجماع لابن المنذر (ص/٩٧) موسوعة الإجماع لأبي حبيب (٤٥٣/١)]

(٦) [المغني (٤٧٢/٩)]

عطاءؒ، امام حسنؒ، امام شعبیؒ، امام قتادہؒ اور امام ثوریؒ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۱)

(مالکؒ) غلام چار نکاح کر سکتا ہے کیونکہ آیت کے عموم میں یہ بھی شامل ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) زیادہ مناسب بات یہی ہے کہ غلام بھی آیت کے عموم میں شامل (ہونے کی وجہ سے چار نکاح کر سکتا) ہے۔(۳)

(راجح) پہلا مؤقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل کرنا

جس کی دو یا اس سے زائد بیویاں ہوں وہ باری تقسیم کرنے اور دیگر ضروریات زندگی میں ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ ﴾

”جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل (یعنی زیادہ وقت دے یا زیادہ خرچ کرنے والا) ہو تو وہ روز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔“(٤)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ إِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِي إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُولَى إِلَّا فِي تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِ الَّتِي يَأْتِيهَا فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ هَذِهِ زَيْنَبُ فَكَفَّ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَتَقَاوَلَتَا حَتَّى اسْتَخَبَتَا وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى ذَلِكَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَهُمَا فَقَالَ اخْرُجْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى الصَّلَاةِ وَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْآنَ يَقْضِي النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ فَيَجِيءُ أَبُو

---

(١) [أيضا]

(٢) [اللباب في علوم الكتاب (١٢٤/٦)]

(٣) [نيل الأوطار (٢٣١/٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٦٧) كتاب النكاح : باب القسم بين النساء ، ابو داود (٢١٣٣) ترمذي (١١٤١) ابن ماجة (١٩٦٩) نسائي (٦٣/٧) أحمد (٤٧١/٢) دارمي (١٤٣/٢) حاكم (١٨٦/٢) ابن حبان (٤٢٠٧) بيهقي (٢٩٧/٧)]

بَكْرٍ فَيَفْعَلُ بِي وَيَفْعَلُ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا قَوْلًا شَدِيدًا وَقَالَ أَتَصْنَعِينَ هَذَا ﴾

"نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں تھیں اور آپ ﷺ جب ان میں باری تقسیم کرتے تھے تو پہلی بیوی کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے (اس لیے) بیویوں کا قاعدہ تھا کہ جس گھر میں آپ ﷺ ہوتے تھے اس گھر میں جمع ہو جاتی تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا کہ یہ زینب ہیں تو آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کے بیچ میں تکرار ہونے لگی' یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں اور نماز کی تکبیر ہو گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے قریب سے گزرے تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نماز کے لیے نکلیے اور ان کے منہ میں خاک ڈالیے۔ نبی کریم ﷺ نکلے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب نبی ﷺ نماز پڑھ چکیں گے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آن کر مجھ پر ایسا ویسا خفا ہوں گے۔ پھر جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کو بہت سخت سست کہا اور کہا تو ایسا کرتی ہے (یعنی نبی کریم ﷺ کے آگے چیختی اور آواز بلند کرتی ہے)۔" (۱)

(قرطبیؒ) ناانصافی کے خوف سے اللہ تعالیٰ نے دوسری شادی ناجائز قرار دے کر یہ واضح کر دیا ہے کہ انصاف کرنا فرض ہے۔ (۲)

(ابن حزمؒ) بیویوں کے درمیان عدل کرنا واجب ہے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ باری تقسیم کرنے میں بیویوں کے درمیان برابری کرنا (شوہر پر) واجب ہے۔ (٤)

(سعودی مجلس افتاء) رہائش' خوراک' لباس اور رات گزارنے میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا واجب ہے۔ (٥)

---

(۱) [مسلم (١٤٦٢) كتاب النكاح : باب القسم بين الزوجات ' أحمد (١٠٧/٦) ابو داود (٢١٣٥) كتاب النكاح : باب في القسم بين النساء ' صحيح ابو داود (١٨٦٨)]

(۲) [تفسير قرطبي (١٠/٥)]

(۳) [المحلى بالآثار (١٧٥/٩)]

(٤) [المغني لابن قدامة (٢٣٥/١٠)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٨٠/١٩)]

معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کی باری مقرر کرنا' ہر ایک کو مناسب اور برابر وقت دینا اور حتی الوسع ان کے درمیان عدل کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ تاہم واضح رہے کہ یہ ایسے عدل کی بات ہے جس کی انسان قدرت و طاقت رکھتا ہے مثلاً باری مقرر کرنا' لباس اور کھانا وغیرہ مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں جہاں انسان عدل کی طاقت ہی نہیں رکھتا مثلاً قلبی میلان و محبت وغیرہ تو اس کا انسان سے مؤاخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ خود بھی اس معاملے میں عاجز رہے اور آپ ﷺ کو اپنی تمام بیویوں میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے واضح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي﴾

"رسول اللہ ﷺ کی جس مرض میں وفات ہوئی' اس میں آپ پوچھا کرتے تھے کہ کل میری باری کس کے ہاں ہے' کل میری باری کس کے ہاں ہے؟ (دراصل) آپ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار تھا۔ چنانچہ آپ کی تمام بیویوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں بیماری کے ایام گزار لیں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آگئے اور یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی اسی دن وفات ہوئی جو میری باری کا دن تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان دیکھو' اس نے جب آپ ﷺ کو اپنے پاس بلایا تو آپ کا سر مبارک میرے سینے پر تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے ملا (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک اپنے دانتوں سے چبا کر رسول اللہ ﷺ کو دی تھی)۔" (۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ يَا بُنَيَّةِ لَا يَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا يُرِيدُ عَائِشَةَ فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَبَسَّمَ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے اور ان سے کہا کہ بیٹی اپنی اس سوکن کو دیکھ کر

---

(۱) [بخاری (۵۲۱۷) کتاب النکاح : باب اذا استاذن الرجل نساء ہ فی أن یمرض فی بیت بعضھن فأذن له]

دھوکے میں نہ آ جانا' جسے اپنے حسن پر اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پر ناز ہے۔ آپ کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) پھر میں نے یہی بات آپ ﷺ کے سامنے دہرائی' آپ ﷺ مسکرا دیئے۔" (۱)

بس یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ [النساء : ۱۲۹]

"تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی بیویوں میں ہر طرح عدل کرو گو تم اس کی کتنی ہی کوشش کرو۔"

لہٰذا کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتلا دیا ہے:

﴿ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾ [أيضا]

"اس لیے بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ دو (کہ نہ اسے طلاق دو اور نہ ہی حقوق زوجیت ادا کرو)۔"

☐ (ابن قدامہؒ) فرماتے ہیں کہ باری تقسیم کرنے کا وقت رات ہے یعنی ہر بیوی کو ایک ایک رات دے اور دن کو اپنی معاش کی فکر کرے' لوگوں کے حقوق ادا کرے اور دیگر مباح اُمور سر انجام دے۔ البتہ اگر کسی کی معاش کا تعلق رات سے ہو جیسے پہرے داروں کی حالت ہے تو پھر ہر بیوی کے لیے الگ الگ دن مقرر کرے۔ ایسے شخص کے حق میں رات دن کی مانند ہو گی۔

نیز یاد رہے کہ باری تقسیم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بیوی سے ہم بستری بھی کی جائے بلکہ شوہر اگر ایک رات ایک بیوی سے ہم بستری کرتا ہے اور دوسری رات دوسری بیوی سے ہم بستری کا خواہش مند نہیں تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا' ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں اور یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ (۲)

بیویوں کے درمیان عدل کرنے والے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ

---

(۱) [بخاری (۵۲۱۸) کتاب النکاح : باب حب الرجل بعض نسائه أفضل من بعض]

(۲) [ملخصا' المغنی لابن قدامة (۱۰/۲۴۲ـ۲۴۵)]

يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا ﴾

"جو لوگ عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس اس کی داہنی جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (یعنی بائیں ہاتھ میں جو داہنے سے قوت کم ہوتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ میں نہیں کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے) اور انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو فیصلہ کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال میں انصاف کرتے ہیں اور جو بھی کام ان کے سپرد کیا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں۔"(۱)

(۱) [مسلم (۱۸۲۷) کتاب الامارة : باب فضيلة الامام العادل وعقوبة الجائر ' احمد (۶۵۰۲) نسائی فی السنن الكبرى (۵۹۱۶/۳) حمیدی (۵۸۸) ابن حبان (۴۴۸۴) بیهقی (۸۷/۱۰) بغوی (۲۴۷۰)]

(نوویؒ) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ 'حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ فضیلت یقیناً ایسے شخص کو حاصل ہو گی جس نے اپنی ہر ذمہ داری میں عدل کیا خواہ خلافت وامارت ہو یا قضاء وحساب' یتیم کی دیکھ بھال ہو یا صدقہ ووقف اور اسی طرح اُن تمام حقوق میں بھی جو اس کی بیوی اور اہل وعیال کے ہیں وغیرہ۔(۲)

حسب ضرورت بیویوں کے درمیان قرعہ ڈال کر فیصلہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ﴾

"رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے کر نکلتے۔"(۳)

سوکن کو جلانے کے لیے خلافِ حقیقت بات کرنا

ایسا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ"﴾

---

(۲) [شرح مسلم للنووی (۴۵۸/۶)]

(۳) [بخاری (۲۵۹۳) کتاب الهبة وفضلها : باب هبة المرأة لغير زوجها ' مسلم (۱۳۸/۷) ابو داود (۲۱۳۸) کتاب النكاح : باب فی القسم بين النساء ' ابن ماجة (۱۹۷۰) کتاب النكاح : باب القسمة بين النساء]

"ایک عورت نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میری سوکن ہے' اگر اپنے شوہر کی طرف سے ان چیزوں کے حاصل ہونے کی بھی داستانیں اسے سناؤں جو فی الحقیقت میرا شوہر مجھے نہیں دیتا تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا' جو چیز حاصل نہ ہو اس کے حاصل ہونے کا دعویٰ کرنے والا اس شخص جیسا ہے جو جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہے۔" (۱)

ایک بیوی کا اپنی باری کسی سوکن کو دے کر شوہر کو راضی کر لینا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ ﴾

"حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا اپنا دن اور سودہ رضی اللہ عنہا کا دن تقسیم کرتے تھے۔" (۲)

(ابن حجرؒ) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے طلاق کے اندیشے سے اپنی باری ہبہ کر دی تھی۔ (۳)

(2) ایک روایت میں ہے کہ

﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا "وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا "[النساء: ۱۲۸] قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ ﴾

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت "اور کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف

---

(۱) [بخاری (۵۲۱۹) کتاب النکاح : باب المتشبع بما لم ینل وما ینھی من افتخار الضرة ' مسلم (۲۱۳۰) کتاب اللباس والزینة : باب النھی عن التزویر فی اللباس وغیرہ والمتشبع بما لم یعط ' ابو داود (۴۹۹۷) کتاب الأدب : باب فی المتشبع بما لم یعط ' احمد (۲۶۹۸۷) حمیدی (۳۱۹) طبرانی کبیر (۳۲۲/۲۴) ابن حبان (۵۷۳۸) بغوی (۲۳۳۱) بیھقی (۳۰۷/۷)]

(۲) [بخاری (۵۲۱۲) کتاب النکاح : باب المرأة تھب یومھا ' مسلم (۱۴۶۳) کتاب الرضاع : باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا ' ابو داود (۲۱۳۵) کتاب النکاح : باب فی القسم بین النساء ' ابن ماجة (۱۹۷۲) کتاب النکاح : باب المرأة تھب یومھا لصاحبتھا ' ابن حبان (۴۲۱۱) بیھقی (۷۴/۷)]

(۳) [فتح الباری (۳۹۱/۱۰)]

ہو۔" کے متعلق کہا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان و نفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) ایسی صورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔" (۱)

(ابن قدامہؒ) عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنا باری کا حق اپنے شوہر یا اپنی کسی ایک سوکن یا سب سوکنوں کو ہبہ کر دے۔ لیکن یہ صرف شوہر کی رضامندی کے ساتھ ہی جائز ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانا شوہر کا حق ہے لہٰذا یہ حق صرف اس کی رضامندی کے ساتھ ہی ساقط ہو سکتا ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) شوہر کے ساتھ عقدِ نکاح میں باقی رہنے کے لیے اگر کوئی عورت اپنے حقوق خود ہی چھوڑ دے اور (میاں بیوی) دونوں کا اس پر اتفاق ہو تو (شریعت میں) اس کا کوئی مانع نہیں۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (٤٦٠١) کتاب التفسیر : باب قوله: وإن امرأة خافت ' مسلم (٣٠٢١) کتاب التفسیر : باب ' أحمد (٦٨/٦)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (٢٥٠/١٠)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٠٨/١٩)]

باب انکحة الکفار — کفار کے نکاحوں کا بیان

حالتِ کفر میں کیے گئے نکاح کا حکم

کافر جب مسلمان ہو جائیں تو ان کے نکاحوں میں سے اُس نکاح کو برقرار رکھا جائے گا جو شریعت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ ضحاک بن فیروز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ

﴿إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ﴾

میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں' ایک دوسرے کی بہنیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ان میں سے جسے چاہے طلاق دے دے۔" (۱)

ثابت ہوا کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے پاس دو بیویاں بہنیں ہوں تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نکاح کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا وہ حالت کفر میں کیا گیا تھا لہٰذا ایسا نکاح جائز و درست ہوا۔

(ابن قدامہؒ) کفار کے نکاح درست ہیں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے نکاحوں کو برقرار رکھا جائے گا۔(۲)

(شیخ عبداللہ بسام) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفار کے نکاح معتبر ہیں۔(۳)

(شیخ صالح بن فوزان) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٤)

مزید فرماتے ہیں کہ

اگر دونوں میاں بیوی اکٹھے مسلمان ہو جائیں تو وہ پہلے نکاح پر ہی برقرار رہیں گے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) اگر زوجین اکٹھے مسلمان ہو جائیں اور نکاح کی بنیاد پر اکٹھے رہ رہے ہوں تو دین اسلام

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۱۹٦۲) كتاب الطلاق : باب فى من أسلم وعنده نساء ' ابو داود (۲۲٤۳) ترمذى (۱۱۳۰) كتاب النكاح : باب ما جاء فى الرجل يسلم وعنده أختان ' ابن ماجة (۱۹٥۱) كتاب النكاح : باب الرجل يسلم وعنده أختان ' أحمد (۲۳۲/٤) ابن حبان (٤۱٥٥) دارقطنى (۲۷۳/۳) بيهقى (۱۸٤/۷)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٥/۱۰)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۲۷/٥)]

(٤) [الملخص الفقهى (۲۷۹/۲)]

(٥) [الملخص الفقهى (۲۸۰/۲)]

میں یہ جائز نہیں کہ دونوں کے درمیان جدائی ڈالی جائے۔(۱)

ایک دوسرے فتوے میں فرماتے ہیں کہ

اگر کوئی کافر اور اس کی بیوی دونوں اکٹھے مسلمان ہو جائیں تو انہیں نئے نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کے اس عقدِ نکاح کو ہی برقرار رکھا جائے گا جو انہوں نے حالتِ کفر میں کیا تھا۔ کیونکہ عہد رسالت میں کفار اور ان کی بیویاں مسلمان ہوتی تھیں لیکن آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی نئے نکاح کا حکم نہیں دیا۔(۲)

☐ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کے نکاح میں دو بہنیں ہوں اور دونوں سے اس نے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہو تو اسلام لانے کی صورت میں وہ کسے طلاق دے؟

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) دونوں بہنوں میں سے جسے چاہے طلاق دے دے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) اگر کسی کافر نے دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے تو دوسرا نکاح مردود ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس پانچ بیویاں تھیں تو جس سے آخر میں نکاح کیا ہے اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ اس سے نکاح باطل ہو چکا ہے اور نبی کریم ﷺ کے اختیار دینے کی تاویل یہ ہے کہ وہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔(۳)

(شوکانیؒ) ظاہر وہی ہے جو پہلوں کا مؤقف ہے (یعنی امام مالکؒ وغیرہ کا)۔(٤)

(ابن قیمؒ) انہوں نے احناف کا رد کیا ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کے مؤقف کو ثابت کیا ہے۔(٥)

(راجح) شوہر دونوں بہنوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ سکتا ہے خواہ اس سے پہلے نکاح ہوا ہو یا بعد میں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں لگائی کہ اگر یکے بعد دیگرے نکاح ہوا تھا تو بعد والی کو چھوڑنا ضروری ہے' بلکہ آپ ﷺ نے مطلقا یہ حکم دیا کہ ان میں سے جسے چاہو چھوڑ دو' جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شوہر کو یہ اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جسے چاہے رکھے اور جسے چاہے چھوڑے۔

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۷/۱۹)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۸/۱۹)]

(۳) [بدائع الصنائع (۱۵۰۸/۳) المغنی (۱٤/۱۰) الأم (٤۹/٥) الروضة الندية (٦٦/۲)]

(٤) [نيل الاوطار (۲٤۳/٤)]

(٥) [أعلام الموقعين (۳٤۹/۲)]

اگر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور عورت پر عدت واجب ہو جائے گی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

(1) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

[الممتحنة: ١٠]

”اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان (یعنی تحقیق کر) لو۔ دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو' یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں' اور جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو' ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضہ میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو' مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان کر رہا ہے' اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُؤْمِنِينَ كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ وَكَانَ إِذَا هَاجَرَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا حُرَّانِ وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ﴾

”نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ ﷺ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ﷺ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی وہ آپ ﷺ سے جنگ کرتے تھے اور

جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے حیض نہ آجاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی۔ جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آجاتے تو یہ انہیں کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔" (۱)

(3) امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس معاملے میں "کہ کوئی عورت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آئی اور اس کا شوہر دار الحرب میں کافر اور مقیم تھا۔" صرف یہی بات پہنچی ہے کہ اس عورت کی ہجرت نے اس کے درمیان اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈال دی ہے الا کہ اس کا خاوند اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کر آئے اور ہمیں ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ کسی بھی عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کی گئی ہو جبکہ اس کا خاوند آجائے اور وہ ابھی اپنی عدت میں ہی ہو۔(۲)

(ابن قدامہؒ) اگر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا (کافر ہی) رہ جائے حتی کہ عورت کی عدت پوری ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا' عام علماء کا یہی قول ہے۔

(ابن عبد البرؒ) فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔(۳)

(شیخ صالح بن فوزان) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کسی کافر کی بیوی مسلمان ہو جائے تو وہ اس (کافر) پر حرام ہو جائے گی' ان کے درمیان تفریق کرادی جائے' پھر اس کی عدت پر نظر رکھی جائے' اگر تو اس کے کافر شوہر کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کی عدت پوری ہو جائے تو وہ اس سے (فسخ نکاح کی وجہ سے) جدا ہو جائے گی ......اور اگر وہ اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو عورت کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مہاجر خواتین کو ان کے شوہروں کی طرف لوٹا دیا تھا جب وہ ان کی عدت میں ہی اسلام لے آئے تھے۔(٥)

---

(۱) [بخاری (٥٢٨٦) كتاب الطلاق : باب نكاح من أسلم من المشركات وعدتهن]
(۲) [مؤطا (٥٤٤/٢)]
(۳) [المغنى لابن قدامة (٥/١٠)]
(٤) [الملخص الفقهي (٢٨١/٢)]
(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٠/١٩)]

یاد رہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو وہ دونوں پہلے نکاح پر ہی برقرار رہیں گے۔

اگر شوہر کے مسلمان ہونے تک بیوی نے دوسرا نہ کیا ہو

اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو تو وہ اپنے پہلے نکاح پر ہی قائم ہوں گے خواہ کتنی ہی لمبی مدت گزر چکی ہو بشرطیکہ دونوں اکٹھے رہنا چاہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿رَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ لَمْ يُحْدِثْ شَيْئًا﴾
"رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو ابو العاص کی طرف پہلے نکاح میں ہی لوٹا دیا' نیا نکاح نہیں کیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد لوٹایا' ایک میں تین سال کے بعد اور ایک میں چھ سال کے بعد کا ذکر ہے۔(۱)

امام ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ ان میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی تین سال بعد پہلے نکاح پر ہوئی اور ابو العاص حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔(۲)

جس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ابو العاص کے پاس جدید نکاح کے ساتھ واپس بھیجا' وہ ضعیف ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ اگرچہ مسلمان ہونے والی عورت کو عدت گزر جانے کے بعد کسی مسلمان کے ساتھ نیا نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور اس کا پہلا شوہر مسلمان ہو جائے تو انہیں دوبارہ مل کر زندگی گزارنے کے لیے نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور ایسی شرط لگانا بالکل خلافِ سنت ہے کہ اس کا خاوند دورانِ عدت ہی مسلمان ہوا ہو ورنہ نیا نکاح کریں۔

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۵۷) کتاب النکاح : باب إلى متى ترد عليه امرأته إذا أسلم بعدها ' ابو داود (۲۲۴۰) ابن ماجة (۲۰۰۹) کتاب النکاح : باب الزوجین یسلم أحدهما قبل الآخر ' ترمذی (۱۱۴۳) کتاب النکاح : باب ما جاء في الزوجین المشرکین یسلم أحدهما ' أحمد (۲۱۷/۱)] شیخ البانیؒ نے دو سال کے ذکر کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [زاد المعاد (۱۴/۴)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (۴۳۶) کتاب النکاح : باب الزوجین یسلم أحدهما قبل الآخر ' إرواء الغلیل (۱۹۲۲) ابن ماجة (۲۰۱۰) ترمذی (۱۱۴۲) حاکم (۶۳۹/۳) بیهقی (۱۸۸/۷) أحمد (۲۰۷/۲)]

(ابن قیمؒ) احادیث میں تو کہیں عدت کا اعتبار مذکور نہیں اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے کسی خاتون سے دریافت کیا کہ کیا اس کی عدت ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟ ہمارے علم میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں جس نے اسلام لانے کی وجہ سے لازماً تجدید نکاح کیا ہو بلکہ دونوں معاملوں میں سے ایک کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یا تو دونوں میں جدائی ہو گی اور اس خاتون کا دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے گا۔ یا پھر دونوں کا (پہلا) نکاح برقرار رہے گا خواہ عورت پہلے اسلام لائی ہو یا مرد اور رہا جدائی کی تکمیل اور عدت کا لحاظ تو ہمیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے بھی فیصلہ فرمایا ہو حالانکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بکثرت مرد اور ان کی بیویوں نے اسلام قبول کیا۔(۱)

(شوکانیؒ) (امام ابن قیمؒ کی) یہ گفتگو متانت و حسن کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔(۲)

اگر مسلمان ہونے والے کی بیوی یہودی یا عیسائی ہو

اگر تو اس کی بیوی اپنے مذہب پر صحیح طور پر قائم ہو اور مشرکہ یا آوارہ و بدچلن نہ ہو' بلکہ پاکدامن ہو تو وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے' اس کے لیے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں' وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر ہی باقی رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کو مباح قرار دیا ہے' جیسا کہ ارشاد ہے کہ

﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلاَ مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [المائدة : ٥]

"پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی (تمہارے لیے) حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو' اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ اعلانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو' جو ایمان کے ساتھ کفر کرتا ہے اس کے اعمال ضائع ہیں اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

---

(۱) [زاد المعاد (۱۳۷/۵)]

(۲) [نیل الأوطار (۲٤٦/٤)]

باب المسائل المتفرقة — متفرق مسائل کا بیان

زناکار مرد و عورت کی سزا

❁ اگر زانی مرد یا عورت کنوارہ ہو تو اسے بطورِ حد سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔

❁ اگر زانی مرد یا عورت شادی شدہ ہو تو اس کی سزا رجم ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ۲]

"زناکار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔"

(2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ﴾

"کنوارہ لڑکا کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اگر شادی شدہ عورت کے ساتھ شادی شدہ مرد زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔"(۱)

☐ واضح رہے کہ اس مسئلے میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے کہ کیا شادی شدہ زانی کو رجم کرنے سے پہلے سو کوڑے بھی لگائے جائیں گے یا نہیں؟ تو جمہور فقہا کا اس مسئلے میں یہ مؤقف ہے کہ شادی شدہ زناکار کو رجم سے پہلے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ اور غامدیہ عورت کے متعلق صرف رجم کا ہی حکم دیا تھا۔(۲)

---

(۱) [مسلم (۱٦۹۰) كتاب الحدود : باب حد الزنا ' ابو داود (٤٤۱٥) كتاب الحدود : باب فى الرجم ' ترمذى (۱٤۳٤) كتاب الحدود : باب ما جاء فى الرجم على الثيب ' ابن ماجه (۲٥٥۰) كتاب الحدود : باب حد الزنا ' نسائى (۲۷۰/٤) احمد (۳۱۳/٥)]

(۲) [مزید دیکھئے: نیل الأوطار (٥۳۷/٤)]

فعل قوم لوط (یعنی لونڈے بازی) کے مرتکب کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ ﴾

”جسے تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اس کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“(۱)

ایک روایت میں ہے کہ دونوں کو قتل کر دو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔(۲)

زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد' والدین کے گناہ سے بری ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَى وَلَدِ الزِّنَا مِنْ وِزْرِ أَبَوَيْهِ شَيْءٌ ﴾

”زنا کی اولاد پر اپنے والدین کے گناہ کا کوئی بوجھ نہیں۔“(۳)

زنا کی اولاد کی وراثت کا حکم

ایسی اولاد نہ تو باپ کی وارث بنے گی اور نہ ہی باپ ایسی اولاد کا وارث بنے گا۔ جیسا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَاهَرَ أَمَةً أَوْ حُرَّةً فَوَلَدُهُ وَلَدُ زِنًا لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ ﴾

”جس نے لونڈی یا آزاد عورت سے زنا کیا تو اس (باپ) کی اولاد زنا کی اولاد ہے' نہ تو وہ (باپ) اس (بچے) کا وارث بنے گا اور نہ ہی وہ (بچہ) اس (باپ) کا وارث بنے گا۔“(٤)

زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اپنی بیٹی سے نکاح کا حکم

شافعیہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن انہوں نے جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ باطل وضعیف

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۳۷٤٥) ارواء الغلیل (۲۳۵۰) کتاب الحدود : باب فیمن عمل عمل قوم لوط ' ابو داود (٤٤٦۲) احمد (۳۰۰/۱) ابن ماجه (۲۵٦۱) کتاب الحدود : باب من عمل عمل قوم لوط ' ترمذی (۱٤٥٦) کتاب الحدود : باب ما جاء فی حد اللوطی ' بیهقی (۲۳۲/۸)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجه (۲۰۷٦) کتاب الحدود : باب رجم الیهود ' ابن ماجه (۲۵٦۲)]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۵۲۸۲)]

(٤) [حسن : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۲۷٤٥) کتاب الفرائض : باب فی ادعاء الولد]

ہے۔ جیسا کہ شیخ البانیؒ نے نقل فرمایا ہے۔(۱)

(البانیؒ) مذکورہ بالا مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں کہ 'اس میں سلف کا اختلاف ہے اور (اختلاف کرنے والے دونوں) فریقین میں سے کسی کے پاس بھی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اگرچہ معتبر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس پر یہ نکاح حرام ہے۔

(احمدؒ) ان کا یہی مذہب ہے۔

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے (کہ اس کے لیے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح حرام ہے)۔(۲)

(ابن قدامہؒ) آدمی کے لیے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح حرام ہے' یہی عام فقہاء کا قول ہے۔ (اس ضمن میں) ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ "تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام کی گئی ہیں۔" اور یہ اس کی بیٹی ہے کیونکہ یہ اس کے پانی سے پیدا ہوئی ہے۔(۳)

مشت زنی کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ 'مشت زنی کے متعلق شیخ قرضاوی کہتے ہیں اور وہ امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ منی کو جسم کے دوسرے فضلوں کی طرح ایک فضلہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے فصد کی طرح اسے جائز قرار دیا ہے۔ ابن حزمؒ کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ (محلی) کے صفحہ نمبر 166 پر اسی مکتب فکر کی تائید کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے کہ امام احمدؒ اسے مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟ پھر ایسی مصیبت ہے جس کا ہم اللہ کے ہاں شکوہ کرتے ہیں کہ نوجوان جب اس کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس حالت میں روزوں کو بھول جاتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ ایسے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے ہمیں یہ بتلایا کہ ایسے نوجوان کپڑے یا روئی سے کسی بے ریش لڑکے یا کسی نوجوان لڑکی کی شرمگاہ یا دبر سی شکل بنا لیتے ہیں۔ پھر اس شکل میں یہ نوجوان اپنا ذکر داخل کر کے وطی کرتے ہیں۔ وغیرہ

شیخ نے جواب دیا کہ

اہل علم کے اقوال میں سے صحیح تر قول کے مطابق مشت زنی حرام ہے اور علماء کی اکثریت کا قول یہی

---

(۱) [السلسلة الضعيفة (۳۸۸)]

(۲) [نظم الفرائد (۱٦/۲) الاختيارات لابن تيمية (ص / ۱۲۳ـ ۱۲٤)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۵۲۹/۹)]

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل قول میں عموم ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴾ [المؤمنون: ٥-٧]

"اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں سے جو ان کی ملک ہوتی ہیں' ان کو کچھ ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں تو یہی لوگ حد سے آگے نکل جانے والے ہیں۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ثنا کی جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنی خواہش کو اپنی بیوی یا کنیز کے علاوہ کسی بھی اور طریقہ سے پورا نہ کیا اور جو شخص ان صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں اپنی خواہش پوری کرتا ہے اس کے متعلق "زیادتی کرنے والا" کا فیصلہ دیا۔ جو اس چیز سے آگے نکل جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس لیے حلال کیا ہے۔ اس آیت کے عموم میں مشت زنی بھی داخل ہے۔ جیسا کہ اس حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے تنبیہ کی ہے۔ علاوہ ازیں اس عادت کے نقصانات بہت ہیں اور نتائج بہت خراب نکلتے ہیں۔ قویٰ مضمحل اور اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔ جبکہ شریعت اسلامیہ ہر اس کام سے منع کرتی ہے جس سے اس کے دین' بدن' مال اور آبرو کو نقصان پہنچتا ہو۔

موفق ابن قدامہؒ اپنی کتاب "المغنی" میں لکھتے ہیں:

"اگر اپنے ہاتھ سے مشت زنی کرے تو اس نے حرام کام کیا۔ لیکن جب تک انزال نہ ہو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں! اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ بوسہ کے معنی میں ہے۔"

بوسہ کے معنی سے ان کی مراد یہ ہے کہ انزال اس کے سبب سے ہو اور اگر بوسہ بغیر انزال کے ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مجموع الفتاوی [٣٤/٢٢٩] پر کہتے ہیں:

"رہا مشت زنی کا مسئلہ تو وہ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے اور حنبلی مذہب کے دو اقوال میں سے صحیح تر قول یہی ہے۔ اس قول کے مطابق ایسا کام کرنے والے کو سزا دی جائے گی اور دوسرے قول کے مطابق یہ مکروہ ہے' حرام نہیں۔ جبکہ اکثر علماء اسے گناہ کے خوف یا کسی دوسری وجہ سے مباح نہیں سمجھتے۔"

علامہ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر اضواء البیان [٥/٧٦٩] پر یوں رقمطراز ہیں کہ

"تیسرا مسئلہ": جان لیجئے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت:

﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ﴾ [المومنون : ۷]

"اور جو لوگ ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہی لوگ حد سے آگے نکل جانے والے ہیں۔"

کا عموم مشت زنی کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے جو "جلد عمیرہ" کے نام سے معروف ہے اور اسے "خضخضة" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جس شخص نے اپنے ہاتھ سے لذت حاصل کی حتی کہ اس طرح اس کی منی نکل آئی تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے لیے حلال کیا تھا' اس نے اس کے علاوہ اور راہ طلب کی۔ لہٰذا وہ مذکورہ آیت کریمہ کی رو سے زیادتی کرنے والوں میں سے ہے اور یہی سائل کے سوال کی صورت ہے۔ ابن کثیرؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے' امام شافعیؒ اور ان کے متبعین نے اسی آیت سے مشت زنی کی ممانعت پر استدلال کیا ہے۔ اور قرطبیؒ کہتے ہیں کہ محمد بن حکم نے کہا' میں نے حرملہ بن عبدالعزیز سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالکؒ سے مشت زنی کرنے والے شخص کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ "الی قوله" الْعَادُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۔۷]

"اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں...... تو یہی لوگ حد سے آگے نکل جانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ قید قبول کر لینے والے کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف کرے گا اور بخش دے گا۔ اس بات سے مجھ پر واضح ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ سے اہل علم' امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ نے جو جلد عمیرہ کی ممانعت پر استدلال کیا ہے تو وہ یہی مشت زنی ہے۔ جس کا کتاب اللہ سے استدلال صحیح ہے۔ جس پر قرآن کا ظاہر دلالت کرتا ہے اور کتاب اللہ میں یا سنت میں ایسی کوئی چیز وارد نہیں جو اس سے معارض ہو اور امام احمدؒ کے علم' ان کی جلالت شان اور ورع و تقویٰ کے باوجود ان سے جو کچھ مشت زنی کی اباحت سے متعلق مروی ہے تو وہ محض اسے قیاس پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'وہ بدن سے ایسے فضلہ کا اخراج ہے' جسے نکال دینے کی ضرورت مطالبہ کرتی ہے۔ گویا انہوں نے اسے فصد اور پچھنے لگوانے پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

اذا حَلَلْتَ بِوَادٍ لَا أنيسَ به   فَاجْلِدْ عميرةً لا عارَ ولا حَرَجَ

"اگر تو کسی ایسے مقام پر پڑاؤ کرے جہاں کوئی انیس (عورت وغیرہ) نہ ہو تو مشت زنی کر لے۔

اس میں نہ کوئی شرم کی بات ہے اور نہ ہی کوئی حرج ہے۔"

تو یہ بات راہ صواب کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس کا کہنے والا کسی بھی معروف مقام پر ہو۔ کیونکہ یہ ایسا قیاس ہے جو قرآن کے ظاہری عموم کے خلاف ہے اور ایسا قیاس مردود ہے' جسے قیاس فاسد کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کتاب میں کئی بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں اور اس بارے میں صاحب مراقی سعود کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے:

وَالْخُلفُ للنَّصِّ أَو اجمَاع دَعَا فَسَادُ الْاعتبارِ كل مَنْ وَعَى

"اور ایسا قیاس جو نص یا اجماع کے خلاف ہو' وہ فاسد سمجھا جائے گا' ہر عالم کی یہی پکار ہے۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴾

"اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

تو دو قسم کے لوگوں کے سوا کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا اور وہ دو قسمیں اس آیت میں مذکور ہیں:

﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ﴾

"مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں سے جو ان کی ملک ہوتی ہیں۔"

اور یہ صراحت کر دی کہ صرف اپنی بیویوں سے یا اپنی کنیز سے اگر اپنی شرمگاہ کی حفاظت نہ بھی کریں تو ان پر ملامت نہیں کی جا سکتی۔ پھر اس کے بعد ایسا عام صیغہ استعمال فرمایا جو ان دو مذکورہ قسموں کے سوا ہر قسم کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ارشاد ہے:

﴿ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴾

"جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں تو یہی لوگ حد سے آگے نکل جانے والے ہیں۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عموم اپنے ظاہر کے لحاظ سے مشت زنی کو شامل ہے اور قرآن کے ظاہری عموم سے اس وقت تک عدول نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کتاب و سنت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جسے اس طرف پھیرنا واجب ہو۔ رہا اس کے مخالف قیاس تو اسے فاسد سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اور ابوالفضل عبداللہ بن صدیق الحسنی ادریسی نے اپنی کتاب" **الاستقصاء لأدلة تحريم الاستمناء**

أو العادة السرية من الناحيتين الدينية والصحيه" میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

پہلا باب: "مشت زنی کی حرمت اور اس کی دلیل" مالکی' شافعی' احناف اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مشت زنی حرام ہے اور یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے علاوہ کوئی قول جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے درج ذیل دلائل سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ' إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ' فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ [المؤمنون: ۵-۷]

"اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں سے جو ان کی ملک ہوتی ہیں' ان کو کچھ ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں تو یہی لوگ حد سے آگے نکل جانے والے ہیں۔"

اس آیت کی وجہ دلالت ظاہر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام کی ہیں ان سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی۔ پھر بتلایا کہ اگر وہ بیویوں یا کنیزوں سے شرمگاہوں کی حفاظت نہ کریں تو اس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ ملامت۔ کیونکہ وہ شرمگاہ کی حفاظت کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص طلب کرے یعنی مذکورہ' بیویوں اور کنیزوں کے سوا کوئی اور بات تو وہ ظالم ہیں جو حلال کی حد سے گزر کر حرام تک جا پہنچتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے نکل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی رو سے ظالم ہے:

﴿وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

"اور جو شخص اللہ کی مقرر کردہ حدود سے آگے نکل جائے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔"

گویا یہ آیت بیویوں اور کنیزوں کی دو قسموں کے سوا ہر قسم کی حرمت کے لیے عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مشت زنی ان دو قسموں کے علاوہ ہے۔ لہٰذا یہ حرام ہوئی اور اسے چاہنے والا قرآنی نص کی رو سے ظالم ہے۔

پھر مؤلف کتاب دوسرے دلائل کا ذکر کرتے چلے جاتے ہیں' یہاں تک کہ فرماتے ہیں:

چھٹی دلیل:

علم طب میں یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ مشت زنی کئی امراض کا سبب بنتی ہے۔ان میں سے ایک ضعف بصارت ہے۔یعنی معمول کے مطابق جتنے فاصلہ پر آنکھ دیکھ سکتی ہے اس سے نگاہ بہت کم رہ جاتی ہے۔ دوسری بیماری عضو تناسل کی کمزوری ہے۔اس میں ڈھیلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔خواہ یہ جزوی طور پر ہو یا کلیۂ ہو۔اور مشت زن (انسان) عورتوں کی طرح (نامرد) ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس میں وہ اہم مردی امتیازات ناپید ہو جاتے ہیں۔جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔وہ شادی کے قابل نہیں رہتا اور اگر بالفرض شادی کر بھی لے تو کماحقہ 'وظیفہ زوجیت ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی بیوی دوسروں کو اس بات پر مطلع کر دیتی ہے کیونکہ وہ اپنی پاک دامنی کی قدرت نہیں رکھ سکتی اور اس میں جو مفاسد ہیں' وہ کسی سے مخفی نہیں۔

ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کے عام اعصاب میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے جو اس فعل کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتی ہے اور ایک یہ کہ اس کے معدہ میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے جو معدہ کے عمل کو کمزور اور نظام ہضم کو خراب کر دیتا ہے اور ایک یہ کہ اس کے اعضاء کی بالیدگی رک جاتی ہے۔بالخصوص آلہ تناسل اور خصیتین کی کہ وہ اپنی بالیدگی کی حد کو نہیں پہنچ پاتے اور ایک یہ کہ خصیتین میں مادہ منویہ میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے شخص کو بہت جلد انزال ہونے لگتا ہے۔حتیٰ کہ اس کے ذکر کے محض کسی چیز سے چھونے یا رگڑ کھانے سے بھی انزال ہو جاتا ہے۔

اور ایک یہ کہ اس کی کمر کے مہروں میں درد ہونے لگتا ہے کیونکہ یہی وہ صلب ہے جس سے منی کا اخراج ہوتا ہے۔جس سے کمر میں خمیدگی اور ٹیڑھ پیدا ہو جاتی ہے۔

اور ایک یہ کہ مشت زن کا پانی تحلیل ہونے لگتا ہے۔اس کے مادہ منویہ میں سختی اور گاڑھا پن نہیں رہتا۔جیسا کہ عام حالات میں ایک آدمی کی منی ہوتی ہے۔ایسے شخص کی منی پتلی اور منی کے کیڑوں سے خالی ہوتی ہے اور بسا اوقات اس میں کمزور سے کیڑے رہ جاتے ہیں جو حمل ٹھہرانے کی طاقت نہیں رکھتے۔اگر ان سے حمل ٹھہر بھی جائے تو ان سے کمزور جنس پیدا ہوتی ہے۔اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مشت زن کی اولاد ان لوگوں کی نسبت کمزور اور پیدائشی مریض ہوتی ہے جن کی اولاد طبعی منی سے پیدا ہوئی ہو۔

اور ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اعضاء میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے' جیسے دونوں پاؤں میں۔

اور ایک یہ کہ مغز والی غدود میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے قوت مدرکہ کمزور پڑ جاتی ہے اور ایسا شخص ذہین ہونے کے باوجود قلیل الفہم ہو جاتا ہے اور بسا اوقات انہی مغز والی غدود کے مغز سے خالی ہونے کی وجہ سے عقل میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔

ان تصریحات سے سائل پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مشت زنی کے حرام ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس کے دلائل اور نقصانات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اور جو شخص روئی وغیرہ سے فرج کی شکل بنا کر اس سے ایسا کام کرے' اس کا معاملہ بھی مشت زنی سے ہی جا ملتا ہے۔ (واللہ اعلم)(۱)

محض کسی دنیوی مفاد کی خاطر ولدیت تبدیل کرنا

ابتدائے اسلام میں دورِ جاہلیت کا رواج بھی موجود تھا کہ لے پالک بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کا درجہ دے دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک تھے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہہ کر پکارنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [الأحزاب : ٥]

"لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ' اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں' تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"(۲)

اس آیت کے نزول کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس رواج کو ختم کر دیا اور ہمیشہ کے لیے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہر ایک کو صرف اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے ہی پکارا جائے گا۔ لہٰذا اب کسی

---

(۱) [فتاوی ابن باز' مترجم (۲۳۳/۱)]

(۲) [بخاري (٤٧٨٢) كتاب التفسير : باب ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله ' مسلم (٢٤٢٥) كتاب فضائل الصحابة : باب فضائل زيد بن حارثة وأسامة بن زيد]

کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ولدیت تبدیل کرا کے خود کو کسی اور کی طرف منسوب کرے۔ مزید اس کی حرمت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ ﴾

"جس نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا اور اسے اس بات کا علم بھی ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔"(۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا ﴾

"جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا جس غلام نے اپنے (آزاد کرنے والے) مالکوں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے نفلی اور فرض کوئی عبادت بھی قبول نہیں کریں گے۔"(۲)

بچپن کے نکاح کی شرعی حیثیت

بچپن میں کیا گیا نکاح درست ہے جیسا کہ اس کے دلائل گزشتہ باب "نکاح کے احکام کا بیان" کے تحت نقل کر دیئے گئے ہیں۔ البتہ رخصتی کے لیے موزوں وقت بلوغت ہی ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر بچپن میں لڑکی اور لڑکے کے اولیاء کا کیا ہوا نکاح ابھی رخصتی کی حد تک نہ پہنچا ہو اور لڑکا لڑکی دونوں بالغ ہو جائیں تو بلوغت کے بعد دونوں کو اختیار ہو گا، خواہ وہ اس نکاح کو برقرار رکھیں، خواہ ختم کر دیں۔ لڑکا اگر یہ

---

(۱) [بخاری (٦٧٦٦) كتاب الفرائض : باب من ادعى الى غير أبيه ، ابن ماجه (٢٦١٠) كتاب الحدود : باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه ، عبد الرزاق (١٦٣١٠) ابن أبي شيبة (٨٢٥/٨) مسند احمد (١٦٩/١) عبد بن حميد (١٣٥) أبو يعلى (٧٠٠) أبو عوانة (٢٩/١)]

(۲) [مسلم (١٣٧٠) كتاب الحج : باب فضل المدينة ودعاء النبي فيها بالبركة ، ابو داود (٥١١٥) كتاب الأدب : باب في الرجل ينتمي الى غير مواليه ، ترمذى (٢١٢٠) كتاب الوصايا : باب ما جاء لا وصية لوارث ، ابن ماجه (٢٦٠٩) كتاب الحدود : باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه ، احمد (٣٢٨/١) أبو يعلى (٢٥٤٠)]

نکاح ختم کرنا چاہے تو اسے لڑکی کو طلاق دینا ہو گی اور اگر لڑکی رضامند نہ ہو تو وہ عدالت کے ذریعے یہ نکاح منسوخ کرا سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﴾

"ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور وہ ناپسند کرتی ہے تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (کہ اگر تم چاہو تو اسے برقرار رکھو اور اگر چاہو تو اسے فسخ کر دو)۔" (۱)

اگر شوہر بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے

پہلی بات تو یہ ہے کہ شوہر کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ بیوی کو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور وہ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کر رہا ہے' جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُحَرِّمُواْ طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّهُ لَكُمْ﴾ [المائدة : ۸۷]

"اے ایمان والو! اُن پاکیزہ اشیاء کو حرام مت کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔"

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ قسم کا کفارہ ادا کر کے بیوی کے پاس چلا جائے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "﴾

"اگر کوئی آدمی اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کر لے تو یہ ایک قسم ہے' وہ اس کا کفارہ ادا کر لے' اور (ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مزید یہ آیت بھی تلاوت کی کہ) رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔" (۲)

اور قسم کا کفارہ وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے:

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (۲۰۹۶) كتاب النكاح : باب في البكر يزوجها أبوها ولا يستأمرها ' ابن ماجه (۱۸۷۵) كتاب النكاح : باب من زوج ابنته وهي كارهة ' نسائي (۳۲۷۱) دارقطني (۲۳۴/۳) احمد (۲۷۳/۱)]

(۲) [مسلم (۱۴۷۳) كتاب الطلاق : باب وجوب الكفارة على من حرم امرأته ولم ينو الطلاق]

﴿ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ﴾ [المائدة : ۸۹]

”اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے' اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو۔“

عورتوں کی کثرت اور مردوں کی کمی قیامت کی نشانی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں تم سے وہ حدیث بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' میرے سوا یہ حدیث تم سے اور کوئی بیان کرنے والا نہیں' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ

﴿إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ﴾

”قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن وحدیث کا علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی۔ زنا کی کثرت ہو جائے گی اور لوگ شراب زیادہ پینے لگیں گے۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی' حالت یہ ہو گی کہ پچاس پچاس عورتوں کا سنبھالنے والا صرف ایک مرد ہو گا۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۵۲۳۱) کتاب النکاح : باب یقل الرجال ویکثر النساء]

فقہی ترتیب پر مشتمل جدید طرز تحقیق سے آراستہ کتب
اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
سلسلہ فقہ الحدیث
تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری
تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ و فہم کا ذخیرہ ہے۔
☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریبا تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق مؤقف کی وضاحت کی گئی ہے۔
☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و فتاوی جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔
مطبوعہ حصے
4- کتاب الطھارۃ (طہارت کی کتاب)
5- کتاب الصلاۃ (نماز کی کتاب)
6- کتاب الزکوٰۃ (زکوٰۃ کی کتاب)
7- کتاب الصیام (روزوں کی کتاب)
8- کتاب الحج (حج کی کتاب)
9- کتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)
11- کتاب النکاح (نکاح کی کتاب)
زیر طبع حصے
1- کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)
2- کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
3- کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)
10- کتاب البیوع (تجارت کی کتاب)
12- کتاب الطلاق (طلاق کی کتاب)
☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ ☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق لگائی گئی ہے۔
☆ اس قسم کی کئی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے میسر تھیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانی اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و افادیت دوچند کر دی ہے۔
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز لاہور
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Phone : +92-042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com
Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

سلسلہ

فقہ الحدیث

11

کتاب النکاح

قال رسول اللہ ﷺ

النکاح من سنتی

- اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کے اخلاق وکردار کا محافظ اور ان کی فطری ضروریات پوری کرنے کا ضامن ہے۔ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پسندیدہ دین ہے اس لیے اس کا ہر ضابطہ وقاعدہ سقم و غلطی سے پاک ہے۔ پھر اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے جس ہستی کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے وہ ''سید ولد آدم'' اور ''عظیم اخلاق کے مالک'' جیسے القابات سے ملقب ہے۔ اس ذات گرامی نے جن دو چیزوں کو محبوب جانا اور پسند فرمایا ہے وہ خوشبو اور عورت ہے۔ یہی تو فطرت ہے' خوشبو سے روحانی تسکین اور عورت سے جسمانی راحت۔
- ارشاد نبوی ہے کہ ''اس ساز وسامان سے لدی پھدی کائنات میں مومن کے لیے سب سے بہترین سامان نیک بیوی ہے۔'' اور ''نکاح نصف ایمان ہے'' فرما کر ہادیٔ برحق نے مزید نکاح کی قدر و قیمت دو چند کر دی ہے۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ کسی کی بزرگی کو چمکانے کے لیے بطور خاص یہ بات کہی جاتی ہے کہ انہیں تو دنیا سے رغبت ہی نہیں تھی اسی لیے انہوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی حالانکہ یہ اتنی عظیم سنت ہے کہ جان بوجھ کر اس سے منہ موڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔
- ہمارے ایک نوجوان فاضل دوست **حافظ عمران ایوب لاہوری** نے اس موضوع پر محققانہ انداز میں ایک ایسی وقیع اور جامع تحریر پیش کر دی ہے۔ جو اس لحاظ سے بہت مفید ہے کہ اس میں نکاح کے جملہ مباحث اور دور حاضر کے مسائل کا کتاب وسنت کی روشنی میں پوری طرح احاطہ کیا گیا ہے۔
- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اسے عامۃ المسلمین کے لیے ذریعۂ ہدایت اور ہم سب کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان حفظہ اللہ
شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج لاہور

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
تفہیم کتاب وسنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
لاہور - پاکستان
Fiqh-ul-Hadith Publications
Lahore - Pakistan
Phone : 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com